

# Qila Qadisiyah





**Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi  
Preserved in Punjab University Library.**

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ  
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ





# دہلی کے آثارِ قدیمہ

(فارسی تارخیوں میں)

(ترتیب اور ترجمہ)

خلیق انجم



اردو اکادمی، دہلی 

سلسلہ مطبوعات اردو اکادمی

© خلیق انجم

134151

تحقیقی و اشاعتی کمیٹی کے اراکین :-

ڈاکٹر خلیق انجم (پیرمین)

حکیم عبد الحمید

خواجہ حسن ثانی نظامی

بیگم ریحانہ فاروقی

سید شریف الحسن نقوی (سکرٹری)

DILLI KE ASAR-E-QADIMA FARSI  
TARIKHON MEIN  
WRITTEN BY : DR. KHALIQ ANJUM  
1988-PRICE Rs 48-00

سہ اشاعت : مارچ ۱۹۸۸ء

قیمت : ۴۸/- روپے

بہ اہتمام ڈاکٹر انتظار مرزا

کتابت : راحت علی خاں

طباعت : ٹم آفسیٹ پرنٹرز، دہلی

ناشر و تقسیم کار : اردو اکادمی، دہلی، گٹا مسجد روڈ، دریا گنج، نئی دہلی ۲

ISBN 81-7121-030-9

# فہرست

۲۹	مقبرہ بہاولوں اور شیر منڈل	۱۱	سید شریف الحسن نقوی	حرف آغاز
۳۹	مدرسہ و مسجد ماہم بیگم	۱۳		پیش لفظ
۴۰	مقبرہ آنگہ خاں			
۴۰	نیلی چھتری			
۴۳	درگاہ خواجہ باقی باللہ	۱۸		منقلح التوارخ
۴۴	عرب سرائے	۱۸		سلطان رضیہ کا مزار
۴۴	بارہ پلہ			
۴۵	قلعہ سلیم گڑھ کاپل	۲۲		درگاہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکئی
۴۶	مقبرہ خانخاناں	۲۵		خواجہ قطب الدین بختیار کاکئی کی تعمیر کردہ مسجد
۴۶	شاہ جہاں بادشاہ کا خاص محل	۲۵		قاضی حمید الدین ناگوری کا مزار
۵۱	مقبرہ شیخ عبدالمحدث دہلوی	۳۰		حضرت نظام الدین ادنیٰ کا مزار تعلق آباد
۵۱	مزار جہاں آرا بیگم	۳۰		امیر خسرو کا مزار
۵۲	مزار سید جلال بخاری	۳۳		ہزار ستون محمد آباد۔ عادل آباد
۵۲	قلعہ شاہجہاں آباد (لال قلعہ)	۳۳		درگاہ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی
۵۳	مسجد جامع مشہور بہ مسجد جہاں نما	۳۳		کالی مسجد
۶۱	دار الشفا اور دار البقا	۳۳		شیخ جانی کا مزار
۶۲	مولیٰ مسجد شاہ جہاں آباد	۳۴		کھاری ماڈلی

۸۹	نقارخانہ	۶۲	پیل سلیم گڑھ
۸۹	شہزادہ مرزا جہانگیر کا مزار	۶۲	بانی کولڈی کا مزار
۸۹	شاہ محمد آفاق کا مزار	۶۳	زینت المساجد
۹۰	اکبر شاہ ثانی کا مزار	۶۳	بہادر شاہ اول کا مزار
		۶۴	مسجد قطب الاقطاب
		۶۴	رفیع الدرجات کی قبر
		۶۴	شمس الدین رفیع الدولہ محمد
۹۱	صوبہ دار الخلافت شاہ جہاں آباد		شاہ جہاں ثانی
۹۱	شہر اندرپت	۶۷	سنہری مسجد
۹۱	شہر دلی	۶۷	شرف الدولہ کی مسجد
۹۲	قلعہ رائے پتھورا	۶۸	مسجد روشن الدولہ
۹۲	مرزغن	۶۸	شاہ مرداں
۹۲	شہر کیلوکھڑی	۷۱	باغ ناظر روز افزوں
۹۲	کوشک نعل اور کوشک سیری	۷۲	فخر المساجد
۹۲	تغلق آباد	۷۷	محمد شاہ کی قبر
۹۳	قصر ہزار ستون	۷۷	مقبرہ صفدر جنگ
۹۳	فیروز آباد	۷۸	عزیز الدین محمد عالمگیر ثانی
۹۳	مبارک آباد		بادشاہ غازی کا مزار
۹۳	دین پناہ	۷۸	مرزا مظہر جان جاناں کا مزار
۹۳	شیر شاہ کا شہر	۸۳	مرزا نجف خاں کا مزار
۹۴	قلعہ سلیم گڑھ	۸۳	مولانا فخر الدین کا مزار
۹۴	شاہ جہاں آباد	۸۳	شاہ عالم بادشاہ کا مزار
۹۴	لال قلعہ	۸۴	مجلس خانہ
۹۹	حصار شہر پناہ	۸۴	

## خلاصۃ التواریح





۱۴۲	شیخ حاجی عبدالوہاب بخاری کامزار	۱۳۶	شیخ نجیب الدین متوکل کامزار
۱۴۲	شاہ جلال شیرازی کامزار	۱۳۶	شیخ صلاح الدین درویش کامزار
۱۴۲	شیخ سلیمان کامزار	۱۳۶	شیخ نور الدین کامزار
۱۴۲	شیخ امجد دہلوی کامزار	۱۳۷	شیخ ضیاء الدین رومی کامزار
۱۴۲	شیخ ادھن دہلوی کامزار	۱۳۷	شیخ ابو بکر طوسی حیدری کامزار
۱۴۳	شیخ یوسف قتال کامزار	۱۳۷	شیخ فرید الدین کامزار
۱۴۳	مولانا شیب کامزار	۱۳۷	سید محمد بن سید محمود کرمانی کامزار
۱۴۳	ہک زین الدین اور وزیر الدین کے مزار	۱۳۸	مولانا شمس الدین بھٹی کامزار
۱۴۳	شیخ جمالی کامقبرہ	۱۳۸	مولانا دہیبہ الدین پانلی کامزار
۱۴۴	شیخ عبدالحی حیاتی کامزار	۱۳۸	خواجہ ضیاء الدین برنی کامزار
۱۴۴	سید حسین پلے مناری کامزار	۱۳۹	شیخ نظام الدین شیرازی کامزار
۱۴۴	شیخ علا الدین کامزار	۱۳۹	شیخ موید الدین کرہ کامزار
۱۴۴	میر سید ابراہیم کامزار	۱۳۹	شیخ نجیب الدین فردوسی کامزار
۱۴۵	میر سید عبدالاول کامزار	۱۳۹	شیخ عثمان سیلح کامزار
۱۴۵	شیخ عبدالعزیز بن حسن طاہر کامزار	۱۴۰	شیخ شہاب الدین حق گوہر
۱۴۵	مولانا درویش محمد طاہر کامزار	۱۴۰	شیخ فخر الدین کامزار
۱۴۵	مولانا نجفی کامزار	۱۴۰	شیخ صدر الدین حکیم کامزار
۱۴۶	شیخ حسن بودلہ کامزار	۱۴۰	سید یوسف بن سید جمال الحسینی کامزار
۱۴۶	بی بی سارہ کامزار	۱۴۰	قاضی عبدالقادر کامزار
۱۴۶	بی بی فاطمہ سام کامزار	۱۴۱	شیخ زین الدین کامزار
۱۴۶	بی بی زینب کامقبرہ	۱۴۱	مسود بک کامزار
۱۴۷	بی بی ادلیا کامزار	۱۴۱	مولانا سما الدین کامقبرہ
		۱۴۱	شاہ عبدالشکر قریشی کامزار

## منتخب التواريخ

دلی میں قطب کی لاٹ، مسجد قوتہ الاسلام

وغیرہ کی تعمیر

شہر نو

غیاث پور (بستی نظام الدین)

امیر خسرو کا مزار

قلعہ تغلق آباد

افغان پور کا محل

فیروز آباد کی تعمیر

مقبرہ سلطان فیروز شاہ تغلق

شہر مبارک آباد

شیر شاہ سوری کا شہر

شیر منڈل

مقبرہ ہمایوں

## تاریخ داودی

سلطان بہلول لودی کا مقبرہ

قلعہ شیر گڑھ

شیر شاہ کی عمارتیں

## خزائن الفتوح

دارالعدلی

مسجد قوتہ الاسلام

۱۶۵

علائی لاٹ

۱۶۵

شہر کی تفصیل

۱۶۶

ایک اور قلعے کی تعمیر کا ذکر

۱۶۶

پرانی مسجدوں کی تعمیر

۱۶۸

حوض شمسی

## تاریخ مبارک شاہی

افغان پور سے محل کی تعمیر اور

۱۶۹

غیاث الدین تغلق کی موت

۱۵۰

کوٹلہ فیروز شاہ

## تاریخ شاہی

شیر شاہ کی دلی

۱۶۳

سیلم گڑھ

۱۶۳

## قانون ہمایونی

دین پناہ

۱۶۳

## تاریخ فرشتہ

دلی کے آباد ہونے کا ذکر

۱۶۶

۱۶۸

مسجد قوتہ الاسلام

۱۶۸

حوض شمسی

۱۸۱

دلی کے محلے

۱۳۸

۱۵۱

۱۵۱

۱۵۱

۱۵۲

۱۵۲

۱۵۵

۱۵۵

۱۵۵

۱۵۶

۱۵۶

۱۵۶

۱۶۰

۱۶۳

۱۶۳

۱۶۳

۱۶۵



۱۹۳	حضرت نظام الدین کا مزار	۱۸۱	دار الامان
۱۹۳	حضرت امیر خسرو کا مزار	۱۸۱	کیلو کھڑی کے محل کی تعمیر
		۱۸۱	کیلو کھڑی میں شہر نو
	ماثر الامرا (جلد اول)	۱۸۲	کوشک بعل
۱۹۵	دار اشکوہ کا مزار	۱۸۲	سیدی مولا کی خانقاہ
۱۹۶	شاہ جہاں آباد اور لال قلعہ	۱۸۳	مغل پورہ (بستی نظام الدین)
۱۹۸	دہلی کی نہر	۱۸۳	قصر ہزار ستون
۱۹۸	لال قلعے کی آرائش	۱۸۳	علا الدین خلجی کے عہد کی عمارتیں
۲۰۰	قلعے کے آس پاس کی عمارتیں	۱۸۴	قلعہ تغلق آباد
۲۰۰	شہر کی تفصیل	۱۸۴	افغان پور کا قلعہ
۲۰۳	چاندنی چوک	۱۸۶	فیروز آباد
۲۰۳	جامع مسجد		فیروز شاہ تغلق نے پُرانے بادشاہوں
۲۰۳	حوطیاں اور باغ	۱۸۶	کی عمارتوں کی مرمت کرائی
	چوک سعدا لہر خاں اور روشن الدولہ	۱۸۸	فیروز شاہ تغلق کی عمارتیں
۲۰۵	کی مسجدیں	۱۸۸	سلطان ناصر الدین محمد شاہ کا مزار
۲۰۵	قدیم دہلی	۱۸۸	سکندر شاہ بن ناصر الدین محمد شاہ کا مزار
		۱۸۸	شہر مبارک آباد
	تاریخ فیروز شاہی	۱۹۱	قلعہ دین پناہ
۲۰۷	شہر فیروز آباد کا آباد کرنا	۱۹۱	دین پناہ کے گرد تفصیل
۲۱۰	حصار فیروزہ میں نہریں	۱۹۱	ہمایوں کا کتب خانہ
۲۱۰	شہر فیروز آباد کی تعمیر		
۲۱۱	طاس گھڑیال کی ایجاد		تاریخ فرشتہ (جلد دوم)
۲۱۲	فیروز شاہ کے باغات	۱۹۲	حوض شمس

## طبقاتِ اکبری

۲۳۶

حوضِ شمس

۲۳۹

سلطان غیاث الدین بلبن کا مدفن

۲۳۹

کیلوکھڑی

۲۳۹

شہرِ نو (کیلوکھڑی)

۲۴۰

سیدی مولا کی خانقاہ

۲۴۰

مغل پور (مغل پورہ)

۲۴۰

دلی کی فصیل بہ عہدِ سلطان علاؤ الدین خلجی

۲۴۱

سلطان علاؤ الدین خلجی کی عمارتیں

۲۴۱

تغلق آباد

۲۴۱

قصر افغان پور

۲۴۲

شہر فیروز آباد

۲۴۲

شہر فیروز آباد کا گنبد

۲۴۲

سلطان فیروز شاہ کی عمارتیں

## ظفر نامہ

۲۴۳

حوضِ خاص

۲۴۳

قصر ہزار ستون

## عالمگیر نامہ

۲۴۵

موتی مسجد

## فتوحاتِ فیروز شاہی

۲۴۶

آثارِ قدیمہ کی مرمت

۲۱۲

دلی کے سنگین مینارے

۲۱۸

دوسرے مینارے کا قصد

۲۱۸

فیروز شاہ کی عمارتیں

۲۱۹

سلطان فیروز شاہ نے مقبروں کی مرمت کرائی

## سیر المتاخرین

صوبہ دلی

۲۲۱

حصارِ شہر

۲۲۵

کیلوکھڑی

۲۲۵

شہرِ نو

۲۲۶

سیدی مولا کی خانقاہ

۲۲۷

قلعہ تغلق آباد

۲۲۷

قصر افغان پور

۲۲۷

سلطان فیروز شاہ کی تعمیرات

۲۳۱

فیروز شاہ کی لاٹھ

۲۳۱

مسجد موٹھ

۲۳۱

ہمایوں کا مقبرہ

۲۳۲

لال قلعہ

۲۳۲

شاہ جہاں آباد کی جامع مسجد

۲۳۳

دارا شکوہ کا مزار

۲۳۳

شاہ سرد کا مزار

۲۳۴

سیر المتاخرین (جلد سوم)

۲۳۴

عالمگیر نامی کا مزار

۲۳۵



۲۵۹	قطب مینار	۲۴۷	سلطان معز الدین سام کی جامع مسجد
۲۵۹	علائی لاکھ	۲۴۷	سلطان معز الدین سام کا مقبرہ
۲۶۰	سیری کی مسجد	۲۴۷	سلطان معز الدین سام کا مینارہ (قطب کی لاکھ)
۲۶۰	حوض شمسی و حوض خاص	۲۴۷	حوض شمسی
۲۶۳	قطب الدین بختیار کاکی کا مزار	۲۴۷	حوض علائی
	فقیہہ نور الدین کرمانی اور فقیہہ	۲۴۸	سلطان شمس الدین التمش کا مقبرہ
۲۶۳	علاؤ الدین کرمانی کے مزارات	۲۴۸	سلطان فیروز الدین کا مقبرہ
۲۶۳	التمش کے قلعے کے دروازے کے شیر	۲۴۸	سلطان رکن الدین کا مقبرہ
۲۶۴	رضیہ سلطان کی قبر	۲۴۸	سلطان جلال الدین کا مقبرہ
۲۶۷	افغان پور کا محل	۲۴۸	سلطان علاؤ الدین کا مقبرہ
۲۶۷	تعلق آباد	۲۵۱	سلطان قطب الدین وغیرہ کا مقبرہ
۲۶۸	دار سرا۔ شاہی محل کا دروازہ	۲۵۱	حضرت نظام الدین اولیا کا مقبرہ
۲۶۹	ہزار ستون	۲۵۱	تاج الملک کافرچی کا مقبرہ
۲۶۹	مقبرہ سلطان قطب الدین	۲۵۱	دار الامان
۲۷۵	کتابوں کی فہرست جن کے اقتباسات شامل کیے گئے	۲۵۲	جہان پناہ
۲۷۷	اشاریہ	۲۵۲	مدرسوں، مقبروں اور مزاروں کے لیے
	تصویریہ	۲۵۲	مستقل آمدنی
۱۹	مزار خواجہ قطب الدین بختیار کاکی	۲۵۲	دار الشفا
۲۳	مسجد خواجہ قطب الدین بختیار کاکی		
۲۷	مزار حضرت نظام الدین اولیا	۲۵۵	عجائب الاسفار
۳۱	درگاہ عارف علی شاہ	۲۵۶	دلی تعلق آباد، سیری اور جہاں پناہ
۳۵	درگاہ شیخ جمالی	۲۵۹	قدیم دلی کے دروازے
			مسجد قوت الاسلام

۱۲۶	مسجد قتیپوری	۳۷	مدرسہ و مسجد ماہم بیگم
۱۳۹	مزار امیر خسرو	۴۱	مقبرہ آنگہ خاں
۱۵۳	مقبرہ فیروز شاہ تغلق	۴۷	کربلا کا دروازہ
۱۵۷	شیر منڈل	۴۹	مقبرہ شیخ عبدالحق (محدث دہلوی)
۱۶۶	نبیلا برج	۵۵	شاہ جہاں کی جامع مسجد
۱۷۱	کوئلہ فیروز شاہ	۶۵	مزار سلطان الشمس
۱۷۹	مسجد قوت الاسلام کا دروازہ	۶۵	سنہری مسجد (چاندنی چوک)
۱۸۵	قلعہ تغلق آباد	۶۹	مسجد روشن الدولہ (دریا گنج)
۱۸۹	پیرانا قلعہ	۷۳	درگاہ شاہ مرداں
۲۰۱	ماہ خانم کی قبر	۷۵	قبر المساجد
۲۱۳	فیروز شاہ کی لائٹ	۷۹	مقبرہ صفدر جنگ
۲۲۳	قلعہ سیری	۸۱	مقبرہ مزار نجف خاں
۲۲۹	مسجد موٹھ	۸۵	مجلس خانہ عشرت علی خاں
۲۳۷	غیاث الدین بلبن کا مزار	۸۷	نقار خانہ شاہ مرداں
۲۴۹	مزار شمس الدین الشمس		قصر ہزار ستون (مقبرہ فیروز شاہ تغلق کے سامنے)
۲۵۳	قطب مینار	۹۳	لال قلعہ
۲۵۷	علانی لائٹ	۹۷	مقبرہ ہمایوں
۲۶۱	مسجد قوت الاسلام کا اندرونی منظر	۱۰۳	بانی کوکھدی کا مزار
۲۶۵	رضیہ سلطان کا مزار	۱۰۷	دیوان عام لال قلعہ
۲۷۱	سلیم گرٹھ	۱۱۹	





# حرفِ آغاز

ہندوستان کے عہدِ وسطیٰ کی تاریخ کا سب سے بڑا ماخذ وہ فارسی تاریخیں ہیں جو اس عہد میں لکھی گئی۔ بد نصیبی ہے کہ ہمارے زمانے میں فارسی کا پلن بہت کم ہو گیا ہے۔ اس لیے ہمارے مورخین اور عام لوگ فارسی تاریخوں سے استفادہ نہیں کر پاتے۔ اردو اکادمی کی تحقیقی و اشاعتی کمیٹی نے جب فیصلہ کیا کہ دلی کی تہذیبی اور سماجی زندگی پر کتابیں تیار کر کے شائع کی جائیں تو دلی کے آثارِ قدیمہ میں خلیق انجم صاحب کی دل چسپی کے پیش نظر ان سے فرمائش کی گئی کہ وہ فارسی تاریخوں میں دلی کے آثارِ قدیمہ کا جو ذکر آیا ہے اُسے اردو میں ترجمہ کر کے کتابی صورت میں مرتب کر دیں۔ ان کتابوں تک رسائی کے لیے انجم صاحب کو کیسی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہو گا اس کا اندازہ محقق حضرات ہی کر سکتے ہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ انجم صاحب نے فارسی تاریخوں کے اقتباسات کا اردو میں ترجمہ کر کے ایک ایسی کتاب مرتب کر دی ہے جو دلی آثارِ قدیمہ کے موضوع پر غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے۔ دلی کے آثارِ قدیمہ پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے لیکن اس نوعیت کا کام اردو میں پہلی بار ہوا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ دلی آثارِ قدیمہ پر تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے یہ کتاب بہت اہم ثابت ہوگی۔

سید شریف الحسن نقوی

سکرٹری

اردو اکادمی، دہلی





## پیش لفظ

اواخر بارہویں صدی عیسوی سے لے کر انیسویں صدی عیسوی کے آغاز تک مختلف مسلمان خاندانوں نے ہندوستان پر حکومت کی ہے لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ خاندان غلامان سے لے کر مغلوں کے عہد حکومت تک سب ہی کی سرکاری زبان فارسی ہی رہی زبان صرف مسلمانوں ہی کی مرکزی صوبائی حکومتوں تک محدود نہیں تھی بلکہ مرہٹوں، مختلف ریاستوں کے ہندو جہاراجاؤں، سکھوں اور اپنے ابتدائی عہد میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی سرکاری اور کاروباری زبان فارسی ہی تھی۔ مختلف مذہبوں، عقیدوں، نسلوں، ذاتوں اور علاقوں کے لوگ فارسی ہی لکھتے پڑھتے تھے۔ اس عہد میں اعلیٰ طبقے کے تخلیقی ادب کی زبان بھی فارسی ہی تھی۔ ہندوستان نے بے شمار صفحہ اول کے مسلمان اور ہندو فارسی ادیب اور شاعر پیدا کیے۔ فرنگ نگاری جیسے اہم فن میں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ٹیک چند بہار جیسے فرنگ نگاروں کے نام بھی ملتے ہیں۔ فارسی کا یہ چلن برطانوی حکومت کے لیے زبردست چیلنج تھا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کو یقین تھا کہ اگر ہندوستان کے مختلف علاقوں، فرقوں، خاص طور سے ہندوؤں اور مسلمانوں میں تفریق اور نفرت پیدا کرنی ہے تو انتظامیہ میں فارسی کا استعمال ختم کرنا ہوگا۔ اس سلسلے میں انگریزوں نے دو خطرناک کام ایسے

کے جن کے اثرات سے ہمارے ذہنوں کو آج تک نجات نہیں ملی۔ برطانوی سامراج نے ہندوستانیوں میں تفریق پیدا کرنے کے لیے ہندوستان کی تاریخ کو ہندو اور مسلمان کے خانوں میں تقسیم کر کے مسخ کر دیا۔ غالباً ایلپیٹ نے جب اپنی تاریخ مکمل کر لی تو کسی دوست کو خط میں لکھا کہ "اس تاریخ کے ذریعے ہندوستانیوں میں منافرت کا ایسا بیج بوسا ہوں جس کا پودا تا قیامت لہلہاتا رہے گا۔" ایلپیٹ کا مفہوم وہی ہے جو میں نے ابھی بیان کیا، الفاظ البتہ میرے ہیں۔

بارہویں صدی عیسوی سے لے کر انیسویں صدی عیسوی کے آغاز تک تقریباً تمام تاریخیں فارسی ہی میں لکھی گئی ہیں۔ ان تاریخوں کے مورخین مسلمان بھی تھے اور ہندو بھی۔ صورت حال یہ ہے کہ ہم اصل مورخوں کو فراموش کر بیٹھے ہیں۔ کیونکہ انھوں نے جو کچھ لکھا وہ فارسی میں ہے۔ اب ہمارا انحصار انگریزوں کی لکھی ہوئی ان تاریخوں پر ہے جن میں سارازور اورنگ زیب اور شیواجی کے جھگڑوں پر صرف کیا گیا ہے جن میں ہندوؤں اور مسلمانوں میں نفاق پیدا کرنے کے لیے واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا ہے اور جن میں قطب کی لاٹھ اور دوسری تاریخی عمارتوں کے فن تعمیر پر توجہ کرنے کے بجائے اس پر زور دیا گیا ہے کہ ان کے بنانے والے ہندو تھے یا مسلمان۔ ہندوؤں اور مسلمانوں میں نفرت کی دیوار کھڑی کرنے کے سلسلے میں دوسرا کام ایٹ انڈیا کمپنی نے یہ کیا کہ مختلف گروہوں میں لسانی نفاق پیدا کر دیا۔ ایٹ انڈیا کمپنی نے اٹھارہ سو عیسوی میں کلکتے میں فورٹ ولیم کالج بظاہر اس لیے قائم کیا تھا کہ اس میں صاحبانِ انگریز کو ہندوستانی زبانوں کی تعلیم دی جاسکے۔ لیکن اس کا ایک مقصد اور بھی تھا جسے سید عابد علی عابد نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ:

" فورٹ ولیم کالج کے بانی لارڈ ولزلی نے یہ بھی محسوس کیا کہ فارسی مسلم بادشاہوں کی درباری زبان تھی۔ ہندو ہوں یا مسلمان، وضع سلطنت کو ملحوظ رکھتے ہوئے فارسی میں اظہار خیال کرتے تھے۔ اس لیے فارسی گو یا ہندوستان کا ثقافتی محور بنی ہوئی تھی۔ ہندوستانیوں کو اس ثقافتی محور سے ہٹانا ضروری تھا۔ ایک زبانی (لسانی) تمدنی تال میل بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اگر فارسی کی جگہ دو تین زبانیں ملک میں استعمال ہونے لگیں تو ثقافتی مزاج کی ہم آہنگی و یک رنگی

متغیر ہو جائے گی۔ اردو، ہندی اور بنگالی تینوں زبانیں انیسویں صدی کے آغاز میں فارسی کی جگہ لینے کی کوشش کر رہی تھیں سیاسی مصلحت اس بات کا تقاضا کرتی تھی کہ ان زبانوں کو علیحدہ علیحدہ پھلنے پھولنے کا موقع دیا جائے تاکہ ہندوستان کے مختلف حصوں کے لوگ اور کچھ نہیں تو لسانی اختلاف کی بنا پر ایک دوسرے سے کٹ جائیں۔ بات یہیں نہیں ختم ہوئی پہلے بمبئی اور مدراس کی پریزیڈنسیوں کی عدالتوں سے فارسی کا اخراج عمل میں آیا۔ فارسی کو نکال کر انگریزی اور مقامی زبانوں کا استعمال شروع کر دیا گیا۔

دفتروں، عدالتوں اور انتظامیہ سے فارسی کے اخراج کے لیے ایسٹ انڈیا کمپنی نے جو منظم کوششیں کی تھیں ان کا تفصیلی ذکر ڈاکٹر حکم چندیر نے اپنی کتاب "اردو کے مسائل" میں کیا ہے اور اس سلسلے میں بہت اہم سرکاری دستاویزیں نقل کی ہیں۔ یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ایک سو چھ سمجھے منصوبے کے تحت فارسی سے وہ مقام چھینا تھا، جو نو سو سال سے اُسے حاصل تھا۔ انیسویں صدی کے آغاز میں جب عدالتوں اور دفتروں کی زبان فارسی نہیں رہی تو فارسی کا چلن بہت کم ہو گیا۔ پھر بھی ہندوستان اور خاص طور سے شمالی ہند میں فارسی پڑھنے والے ہندوؤں اور مسلمانوں کی تعداد خاصی رہی۔ ۱۹۴۷ء تک ہندوستان کے تعلیمی نظام میں فارسی کو خاصا دخل رہا۔ سب تو نہیں لیکن بڑی تعداد میں طالب علم فارسی بحیثیت مضمون پڑھتے تھے۔ آزادی کے بعد طلباء کی یہ تعداد غیر معمولی حد تک محدود رہ گئی اور یہ طلباء بھی صرف مسلمان ہیں۔ فارسی کی اس حالت کا سب سے بڑا اثر ہماری پچھلی نو سو سال کی تاریخ پر پڑا۔ انگریزوں کے دور حکومت میں تو ہم انگریزوں کی لکھی ہوئی تاریخیں پڑھتے تھے لیکن آزادی کے بعد بھی ہمارا انحصار انہی تاریخوں پر ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ انگریزوں کی لکھی ہوئی تاریخوں میں ہندوؤں اور مسلمانوں میں بھوٹ ڈالنے کی منظم کوشش کی گئی ہے، اس کے باوجود ہمارے مورخین ایسی نئی تاریخیں نہیں لکھتے جو سامراجی حکومت کے نہیں بلکہ ہندوستانیوں کے نقطہ نظر کو پیش کریں۔ انگریزوں کی بھوٹ ڈالنا اور حکومت کر دہ کی پالیسی کا آج تک یہ اثر ہے کہ آرکیولوجیکل سروے آف انڈیا جیسے اہم ترین ادارے کی لائبریری میں ایک بھی شخص فارسی داں نہیں ہے۔ فارسی داں کا ہونا تو دور کی بات ہے۔



فارسی کی کتابیں تک نہیں ہیں۔ اس لائبریری میں میرے محتاط اندازے کے مطابق پچاس ساٹھ آدمی ملازم ہیں۔ کیا فارسی تاریخوں کا مطالعہ کیے بغیر ہم ہندوستان کی گذشتہ ایک ہزار سال کی تاریخ لکھ سکتے ہیں؟

کچھ سال قبل دہلی میں ڈیپارٹمنٹ آف دہلی آرکائیوز کے نام سے ایک شعبہ قائم ہوا ہے جس میں برطانوی حکومت کے زمانے کی اور خاص طور سے اٹھارہ سو ستاون کے انقلاب سے متعلق دستاویزی محفوظ کی گئی ہیں۔ یہ دستاویزی نوے ویں صدی اردو اور فارسی میں ہیں۔ انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ اس ڈیپارٹمنٹ کے اسی نوے ملازمین میں ایک بھی شخص ایسا نہیں ہے جو فارسی اور تاریخ دونوں پر پختہ نظر رکھتا ہو، نتیجہ یہ ہے کہ انگریزی کے دستاویزوں اور کتابوں کی انگریزی میں جو فہرستیں مرتب کی گئی ہیں، ان میں بیشتر فارسی ناموں کی املا غلط ہے اور بعض ناموں کی املا تو اس حد تک غلط ہے کہ اگر آپ اصل نام سے واقف نہیں ہیں اور پچھلے دو سو سال کی تاریخ پر آپ کی نظر نہیں ہے تو آپ نہیں بتا سکتے کہ یہ کس شخص یا کتاب کا نام ہے۔ پچھلے سال جب اردو اکادمی دہلی کی تختی اور طباعتی کمیٹی نے مجھے سرسید احمد خاں کی آثار الصنادید مرتب کرنے کی اجازت دی اور میں نے حواشی لکھنے کے لیے فارسی تاریخوں کا مطالعہ شروع کیا تو مجھے خیال آیا کہ دہلی کے آثارِ قدیمہ سے متعلق ان کتابوں کی عبارتوں کا اردو میں ترجمہ کر کے کتابی صورت میں شائع کیا جائے۔ اس کا ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ فارسی سے نابلد ہماری نئی نسل اس سے استفادہ کر سکے گی اور دوسرے آثارِ قدیمہ سے متعلق فارسی تاریخوں کے اقتباسات ایک جگہ اکٹھا ہو جائیں گے۔ زیر نظر کتاب میں فارسی کی تمام تاریخوں کے متعلقہ اقتباسات نقل کرنا تو ممکن نہیں تھا لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ بیشتر اہم کتابوں کے اقتباسات ضرور شامل ہو گئے ہیں۔

ترجمہ کرتے ہوئے میری کوشش رہی ہے کہ اصل سے بہت قریب رہوں۔ اگر کسی فارسی تحریر میں لفاظی یا دوراز کار تشبیہوں اور استعاروں یا شاعرانہ انداز بیان سے کام لیا گیا ہے تو ان عبارتوں میں سے صرف کام کی بات نکال لی گئی ہے، اگرچہ اس کی ضرورت بہت کم پڑی ہے اور جہاں عبارت ترک کی گئی ہے وہاں نقطے لگا دیے گئے ہیں۔ اگر مورخ

نے کہیں بادشاہ کی شان میں مدحیہ اشعار کہے ہیں تو انھیں بھی شامل نہیں کیا گیا ہے۔ میری پوری کوشش رہی ہے کہ ترجمہ سادہ، سلیس، عام فہم رہے اور اصل مطلب بھی ہاتھ سے نہ جائے۔ ہر اقتباس کا ایک عنوان دیا گیا ہے۔ یہ عنوانات مترجم کی طرف سے ہیں۔ اس کتاب کے چھپنے کے بعد اس کا انگریزی ترجمہ بھی چھاپوں گا۔

انجمن ترقی اردو ہند میں میری دفتری مصروفیات اتنی ہیں کہ کتابوں کی تلاش میں مختلف لائبریری میں جانا ممکن نہیں تھا۔ یہ کام ڈاکٹر نور الاسلام صدیقی نے میرے لیے کیا۔ فارسی تاریخیں اب بہت کم لائبریری میں محفوظ ہیں۔ نور الاسلام صدیقی صاحب نے میری خاطر ایک ایک لائبریری کو چھانا اور گوہر نایاب تلاش کر کے لائے۔ فارسی اور اردو کی بیشتر کتابوں میں اشاریہ نہیں ہوتا۔ اس لیے اگر کوئی مخصوص عبارت نکالنی ہے تو پوری کتاب کا سطر سطر مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔ نور الاسلام صدیقی صاحب نے میری یہ مشکل حل کی۔ انھوں نے کتابیں پڑھ کر متعلقہ عبارتوں پر نشان لگا لگا کر دیے اور میں نے ترجمہ کیا۔ میں نور الاسلام صدیقی کا ہتہ دل سے شکر گزار ہوں۔

میں اردو اکادمی دہلی کی تحتیفی اور طباعتی کمیٹی کا بھی ممنون ہوں جس نے مجھے کام کرنے کے لیے سہولتیں فراہم کیں۔ اگر اردو اکادمی دہلی کے سکریٹری جناب سید شریف احسن نقوی کو علم سے گہرا لگاؤ نہ ہوتا، وہ اس کام کی اہمیت سے واقف نہ ہوتے اور اس کام کے سلسلے میں مجھے بھرپور تعاون نہ دیتے تو یہ کتاب مرتب نہ ہو پاتی۔ میں ان کی عنایتوں کا شکر گزار ہوں۔ احمد سعید صاحب اور پروفیسر نثار احمد فاروقی کا میں تہ دل سے شکر گزار ہوں ان دونوں حضرات نے اس کام میں میری ہر طرح مدد کی ہے۔

خلیق انجم

# مفتاح التواتخ

مولفہ

طامس ولیم بیل

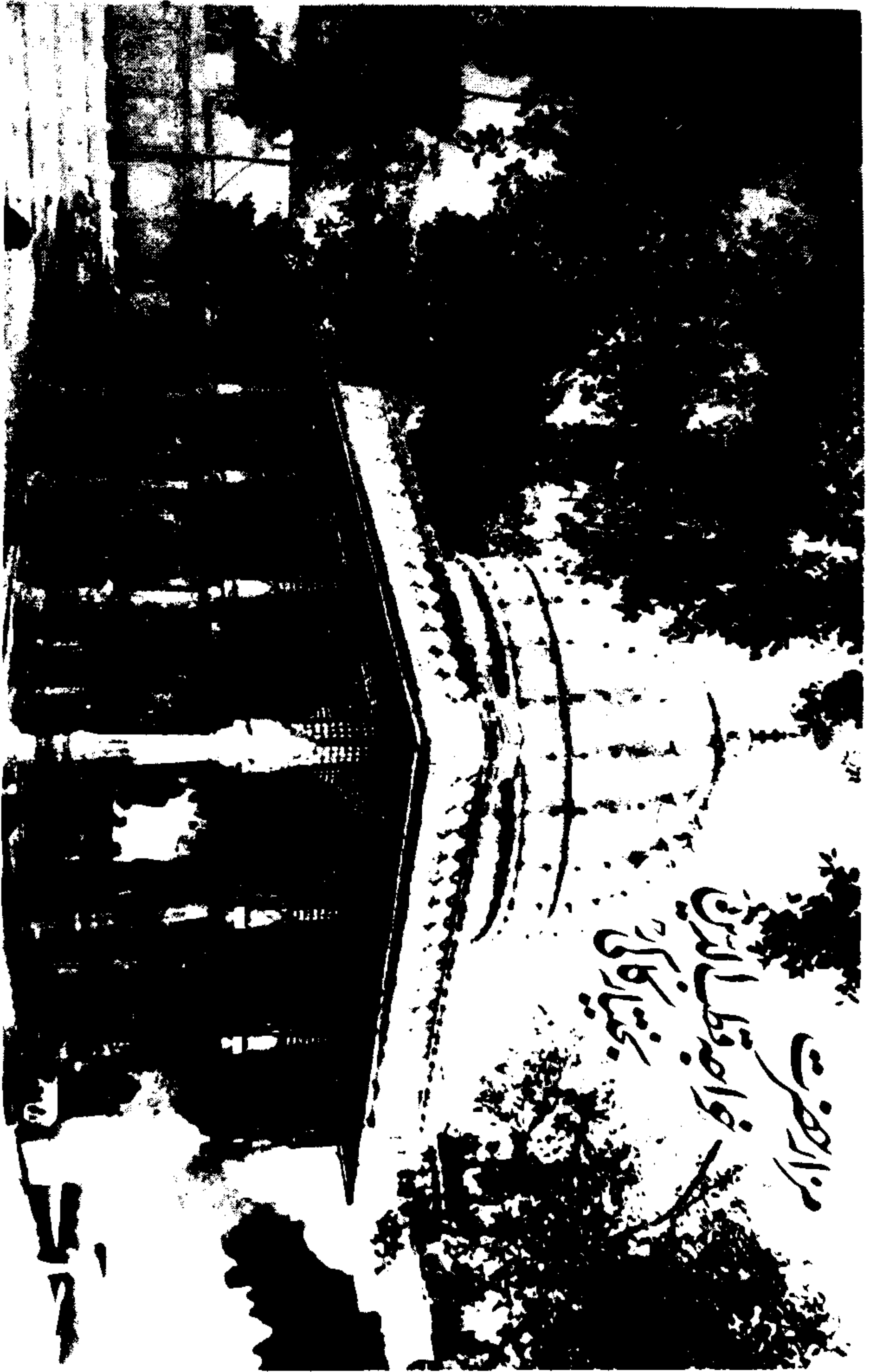
سلطان رضیہ کا مزار

اس (سلطان التمش) کی وفات کے بعد اس کا بیٹا رکن الدین قیود شاہ تخت نشین ہوا۔ ابھی حکومت کو ۶ مہینے اور ۲۶ دن ہی ہوئے تھے کہ امراناراض ہو گئے اور انہوں نے اُسے معزول کر دیا۔ التمش کی لڑکی سلطان رضیہ کو تخت پر بٹھا دیا۔ وہ مردانہ لباس پہنتی تھی اور علانیہ ہاتھی پر سواری کرتی تھی۔ آخر ۶۳۷ھ (۱۲۳۹-۱۲۴۰ء) میں قتل کر دی گئی؛ اب تک شاہجہاں آباد میں اُس کا مزار موجود ہے۔ اس کی قبر کے پاس ایک اور قبر ہے جسے عجیبہ بیگم کی بتایا جاتا ہے۔ یہ عمارت درگاہ رجبی ججھی کے نام سے مشہور ہے۔ (ص ۵۶)

درگاہ خواجہ قطب الدین بختیار کالی؟

۱۳ ربیع الاول ۶۳۳ھ مطابق ۱۲۳۵ء کو (خواجہ صاحب) کا انتقال ہوا اور دہلی میں مدفون ہوئے۔ . . . . ان کی قبر دہلی میں ہے، اینٹ اور پتھر سے نہیں بنائی گئی ہے بلکہ کچی ہے، لیکن زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ شیر شاہ اور اسلام شاہ کے زمانہ حکومت میں کچھ عزیزوں نے اُن کے مزار کے چاروں طرف دیوار بنائی اور چار بڑے بڑے دروازے تعمیر کیے جو آج تک موجود ہیں۔ درج ذیل اشعار دروازوں پر کندہ ہیں :





مراکز  
خواجہ قاسم الہی  
جنتی کراچی



## تاریخ بردروازہ متصل مجلس خانہ

در زمان آفتاب چرخ دولت شیر شاہ  
شاہ را برباب کوب کوب گردون سلام  
این عظیم القدر درگاہی کہ اندر باب او  
صادق آمد قول "هَذَا الْبَابُ مِنْ دَارِ السَّلَامِ"  
بودست و چار و نہصد سال از ہجرت کہ شد  
ز اہتمام شیخ دین پرور خلیل الحق بمقام

## تاریخ بردروازہ سمت احاطہ ملاموج

در زمان شبہ جهان اسلام  
شد بلند این در سپہر جناب  
گرچہ صد دست باب جنت را  
لیس باب بمثل "هَذَا الْبَابُ"  
کرد شخصی بنا کہ در بابش  
یوسف ثانی از حق است خطاب  
چوں ز تاریخ نام کردم عرض  
گفت "درگاہ خواجہ اقطاب"

## تاریخ بردروازہ مغربی

خلقی کہ درین گنج سعادت می رفت  
آخر گھر نشار شاکر خاں سفت



گفتم چہ نویم رقم تارِ سخنش  
رضواں بدل امراء درِ جنت گفت

### تاریخ بردروازہ اندرون

از سعی کمترین غلامانِ شہر یار  
با اعتقاد معتقدِ کامل العیار  
رفتند قدسیان بدیاری بہشتِ عدن  
تاریخ یافتند حصار بہشتِ عدن

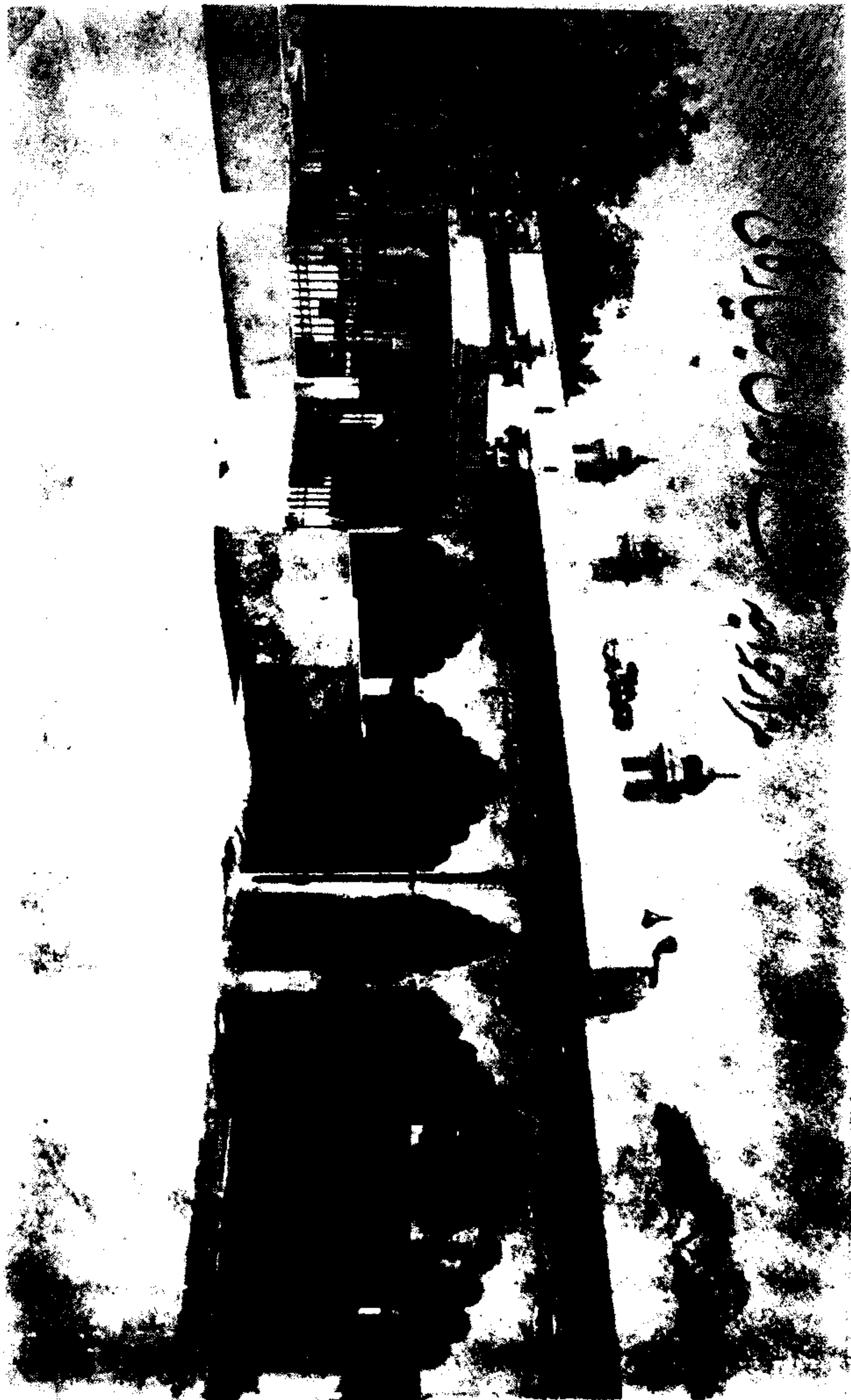
### اشعار بردروازہ بیرون

از حکم بادشاہ جہاں خسروِ انام  
فرخ سیر شہنشاہ نہ آسمان غلام  
گرد مزارِ خواجہ درین قطبِ نہ فلک  
گرد بگرد روضہ او آدم و ملک  
تعمیر شد بحجرۂ زیبا و منتظم  
مانند قبلہ اشرف و چوں کعبہ محترم

خواجہ قطب الدین بختیار کالی کی تعمیر کردہ مسجد:

اس درگاہ سے متصل ایک منزل مسجد تھی کہ جسے خواجہ نے دوستوں کے ساتھ  
مل کر خود اپنے ہاتھ سے بنایا تھی۔ اس کے بعد اپنے عہد میں اسلام شاہ نے دوسری  
منزل کا اضافہ کیا اور محمد فرخ سیر نے تیسری منزل تعمیر کی۔ یہ تاریخ اس پر کذہ ہے:

134/51





موردِ لطف و عنایاتِ شہِ والا بجناب  
 خسرو فرخ سیر شاہنشہ مالک رقاب  
 ساخت از روی ارادت و زرسوخ اعتقاد  
 مسجدی زیبا بنا و سجدہ گاہ شیخ و شاب  
 باسروش غیب ہانت گفت در گوش خرد  
 سال تاریخ بنائش بیت ربی مستجاب

(ص ۵۸-۵۹)

## قاضی حمید الدین ناگوری کا مزار:

(قاضی صاحب) سلطان غیاث الدین بلبن اور سلطان معز الدین کی قباہ کے زمانے میں  
 تھے۔ ان کا مزار دلی میں خواجہ بختیار کاکی کے پائیں میں ہے اور ان کے مزار پر جو کتبہ  
 نصب ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی وفات سلطان جلال الدین فیروز خلجی کے  
 عہد حکومت میں ۶۹۵ھ (۱۲۹۶-۱۲۹۵ء) میں ہوئی تھی۔ یہ لوح جو ان کے مزار پر  
 لگی ہوئی ہے، ان کی وفات کے ۷۹ سال بعد ۷۷۴ھ (۱۳۷۳-۱۳۷۲ء) میں یعنی عہد  
 سلطان فیروز شاہ میں نصب کی گئی۔ (ص ۷۵)

## حضرت نظام الدین اولیا کا مزار:

حضرت نظام الدین کی وفات ۱۸ ربیع الاول کو بدھ کے دن ۷۲۵ھ (۱۳۲۵ء) میں  
 ہوئی تھی۔ ان کا مقبرہ موضع غیاث پور میں ہے۔ دلی میں ان کے ایک مہید امیر خسرو نے  
 چھ ماہ بعد اس دنیا سے رخت سفر باندھا۔ درج ذیل تاریخ شیخ نظام الدین کی وفات  
 پر، سلطان علاء الدین خلجی کی تعمیر کردہ مسجد کی دیوار پر کندہ ہے۔  
 تاریخ :- نظام دو گیتی شہ و ما طیں  
 سراج دو عالم شدہ بالیقین



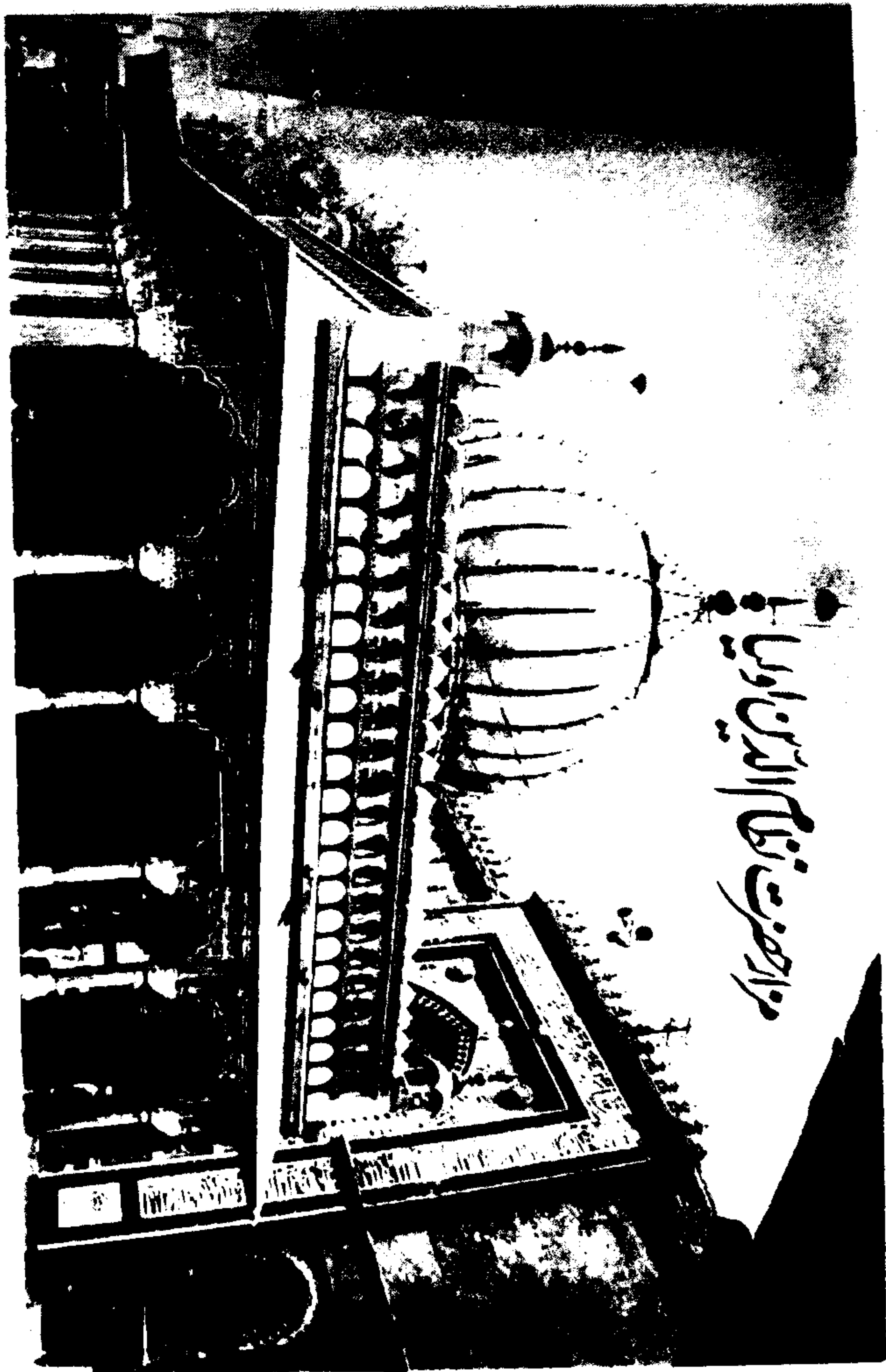
چو تاریخِ فوتش بجزستم ز غیب  
ندا داد ہاتفِ شہنشاہِ دین

## تاریخ

انتظامِ زمان و اہلِ زمین  
شیخِ عالی نسب نظام الدین  
نود و چار سالِ عمرش بود  
کانزمان شد بھزت معبود  
چار شنبہ بچند نقل نمود  
مہجدہم از ربیع الاول بود  
سالِ ترحیل آن ستودہ شیم  
زد خرد زبدهٔ بہشت رقم

وفات کے دو سو سال بعد تک شیخ کا مقبرہ بس ایک محجر تھا۔ اکبر شاہ بادشاہ کے زمانے میں ۹۷۰ھ (۱۵۶۳-۱۵۶۲ء) میں سید فریدوں خاں نے اُن کے مزار کے چاروں طرف ستون کھڑے کر کے ایک گنبد تعمیر کر دیا تھا اور پتھر کی لوح پر کلمہ طیبہ اور گنبد کی تاریخ تعمیر کندہ کر کے مزار کے سرہانے نصب کر دی تھی۔

شکر کہ در روئے حضرتِ غوثِ الانام  
از پی تعمیر شد خانِ فلک احتشام  
مہربان را شرف اوج شرف را شہاب  
سیدِ عالی نسب، میرِ فلک احتشام  
بانیِ او ہاشمی ساعی او ہاشمی  
آن کہ بدورانِ شاہ ہست سخن را نظام



مزار حضرت نظام الدین اویسی!



از پی تاریخ آن چوں متفکر شدم  
 کلک خرد زو رقم قبلہ گیر خاص و عام  
 روی بدر گاہ او آر فریدون بصدق  
 شاید از الطاف پیر کار تو گردد نظام  
 اس کے ۴۷ سال بعد جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں فرید خاں المخاطب بہ تفضیٰ خاں نے  
 جس نے فرید آباد، آباد کیا تھا، سیپوں کا بنا، مو بہت لطیف اور نفیس چھپر کھٹ چڑھایا،  
 اور تاریخ وفات کے مندرجہ ذیل اشعار اس پر کندہ کرائے:

## تاریخ

شیخِ دہلی نظام را دروسید  
 کار دنیا و دین مہیتا کرد  
 یک فریدش مقامِ فانی داد  
 یک فریدش مقامِ احیا کرد  
 مرتضیٰ خان فراز مرتد او  
 قبۂ چوں سپہر بر پا کرد  
 ابر فیروزی از جہاں برخاست  
 در یک دانہ در صدت جا کرد  
 ہر جہاں کعبہ مربع او  
 چار در از چہار حد و اکرد  
 عرشہ مرقد مبارک او  
 بر زمین کار عرشِ اعلیٰ کرد  
 عرش در پای چار قائمہ اش  
 چار تبکیر بے محاسبہ کرد



ہر کہ رُخ از مقام او تابید  
پشت بر کعبہ معلّے کرد  
وانکہ رود در سجود او آورد  
رُخ چو آئینہ مصفا کرد  
غاک روی مقاش ارباشی  
می توان کار صد میجا کرد  
سال تاریخ این بنا جستم  
قبر شیخ عقل الفتا کرد  
قدر بانی او رفیع کناد  
آنکہ این ہفت سقف خضر کرد

شاہ جہاں بادشاہ کے زمانے میں ۱۰۶۴ھ (۱۶۵۳-۱۶۵۲) میں خلیل اللہ خاں  
نے لال پتھر سے ان کے مزار کے چاروں طرف ایک غلام گردش بنوائی .....  
عزیز الدین محمد عالمگیر ثانی کو ان سے زبردست عقیدت تھی۔ اس نے ۱۱۶۹ھ (۱۷۵۶-۱۷۵۵)  
میں اردو میں چند شعر کہ کے سنگ مرمر پر کندہ کرائے اور (مزار کے پائیں کی طرف گنبد کے  
اندر لگوادیے۔ (ص ۸۱-۸۲)

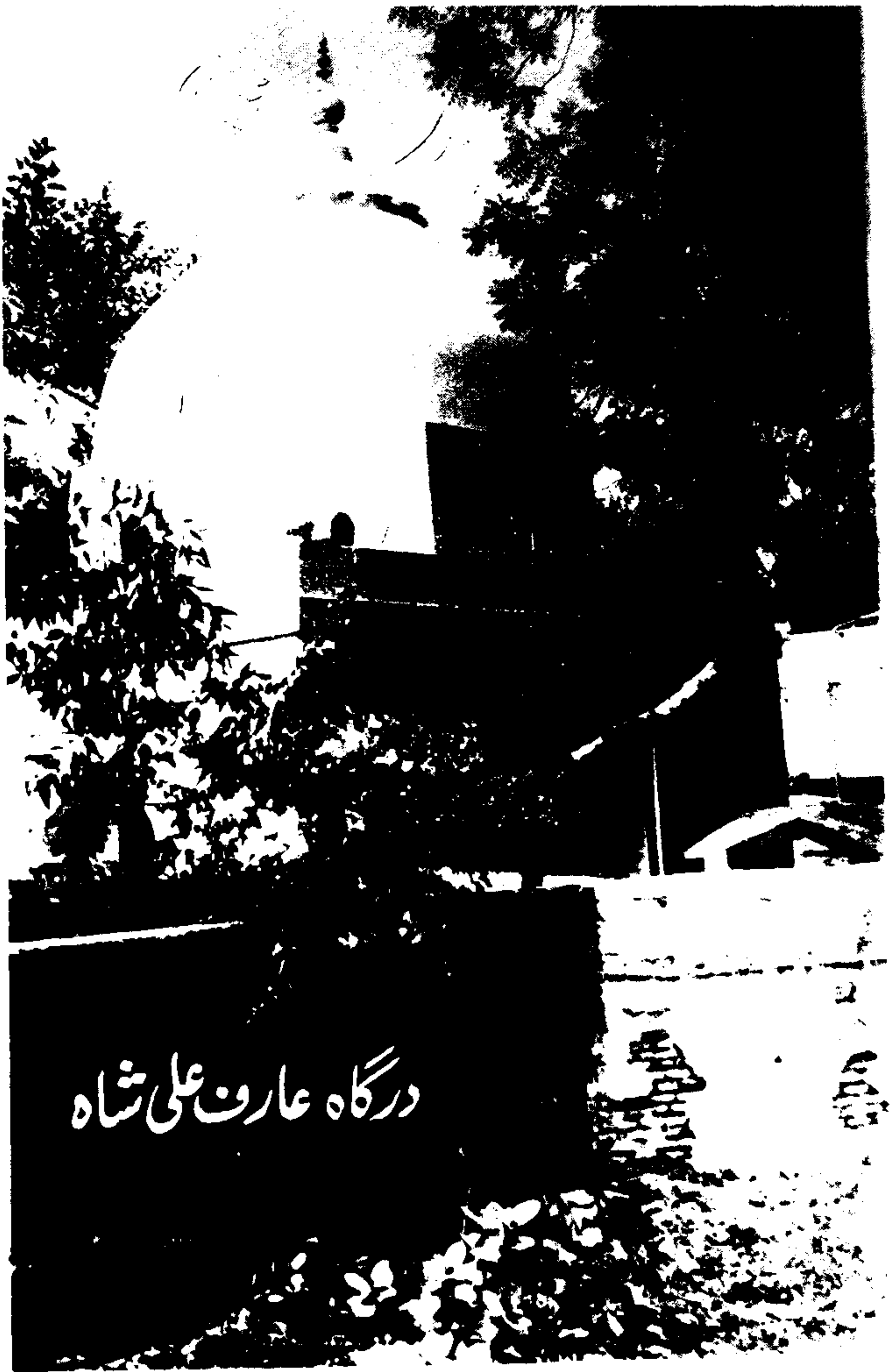
## تعلق آباد:

شاہ جہاں آباد سے جنوب کی طرف چھ کوس کے فاصلے پر سلطان غیاث الدین تعلق  
نے تعلق آباد کا قلعہ تعمیر کیا تھا۔ ..... یہ مقبرہ تعلق آباد کے علاقے میں موجود ہے۔

(ص ۸۲)

## امیر خسرو کا مزار:

امیر خسرو لکھنوی (بنگال) کے سفر سے جب لوٹ کر آئے تو حضرت شیخ نظام الدین کا



درگاہ عارف علی شاہ



انتقال ہو چکا تھا (امیر خسرو) شیخ کے مزار پر پہنچے، وہاں گریہ وزاری کی اور خطیرہ کے سامنے خاک میں لوٹے۔ چھ ماہ میں خدا کو پیارے ہو گئے اور شیخ کے قدموں میں مدفون ہو گئے۔ یہ واقعہ ۷۲۵ھ (۱۳۲۲-۱۳۲۱ء) میں واقع ہوا۔ اُن کا عرس ہر سال سترھویں شوال کو ہوتا ہے۔ (ص ۸۳)

## ہزارستون، محمد آباد، عادل آباد :

سلطان محمد تغلق نے ۷۴۴ھ (۱۳۴۲-۱۳۴۳ء) میں ہزارستون کے نام سے ایک عمارت تعمیر کی۔ اب یہ عمارت بالکل خراب اور ویران ہے، لیکن اُس کے نشانات آج تک باقی ہیں۔ اس شان دار عمارت کے آثار قلعہ تغلق آباد کے پاس موجود ہیں۔ چوں کہ اس عمارت میں ہزارستون تھے، اس لیے یہ عمارت ہزارستون کے نام سے مشہور ہے۔ بعض لوگ اس عمارت کو محمد آباد اور عادل آباد بھی کہتے ہیں۔ (ص ۸۹)

## درگاہ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی :-

حضرت چراغ دہلی کی درگاہ سلطان بہلول لودی کے مقبرے کے قریب شاہجہاں آباد سے جنوب کی طرف چھ کوس کے فاصلے پر ہے۔ سلطان فیروز شاہ کو اُن سے بہت عقیدت تھی۔ اُن کی وفات سے قبل ہی اُس (سلطان فیروز شاہ) نے یہ عمارت تعمیر کر دی تھی۔ (ص ۹۰)

## کالی مسجد :

شاہجہاں بادشاہ کی تعمیر کردہ جامع مسجد کے قریب یہ عالی شان مسجد ترکمان دوانے کے قریب ہے۔

یہ کالی مسجد فیروز شاہ کے وزیر جو نانشہ المخاطب بہ خان جہاں نے ۷۸۹ھ (۱۳۸۶ء) میں تعمیر کی تھی۔ اس مسجد کے صحن میں جو نانشہ اور اس کے باپ خان جہاں کی قبریں آج تک

موجود ہیں۔ اُس کے دروازے کی پیشانی پر یہ کتبہ لکھا ہوا ہے :

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بفضل و عنایت آفریدگار و در عہد دولت بادشاہ دین دار الواثق بتائید الرحمن  
ابو المنظر فیروز شاہ السلطان خلد ملکہ این مسجد بنا کرده بندہ زادہ درگاہ جو نانشہ  
مقبول المتخاطب بخا نجاہاں خدا بریں بندہ رحمت کند ہر کہ دریں مسجد بیاید بدعاے  
خیر بادشاہ مسلمانان و این بندہ را بقائمہ و اخلاص یاد کند حق تعالیٰ این بندہ را  
بیا مزد بحرمتہ النبی و الہیہ مسجد مرتب شد بتاریخ دہم ماہ جمادی الآخر سنہ تسع  
و ثمانین سبعمائة ہجری ۶۷۸۹ (ص ۱۰۱)

## شیخ جمالی کا مزار :

سنہ ۹۲۲ھ (۱۵۳۶-۱۵۳۵ء) میں انتقال ہوا۔ پُرانی دلی میں اُن کا مزار  
ہے..... اُن کا مقبرہ بہت خوب صورت اور دل کش ہے۔ اُن کی غزلوں میں سے  
دو غزلیں اور کچھ اشعار چُونے سے (مقبرے کے اندر لکھے ہوئے ہیں۔ اس کا مطلع ہے :

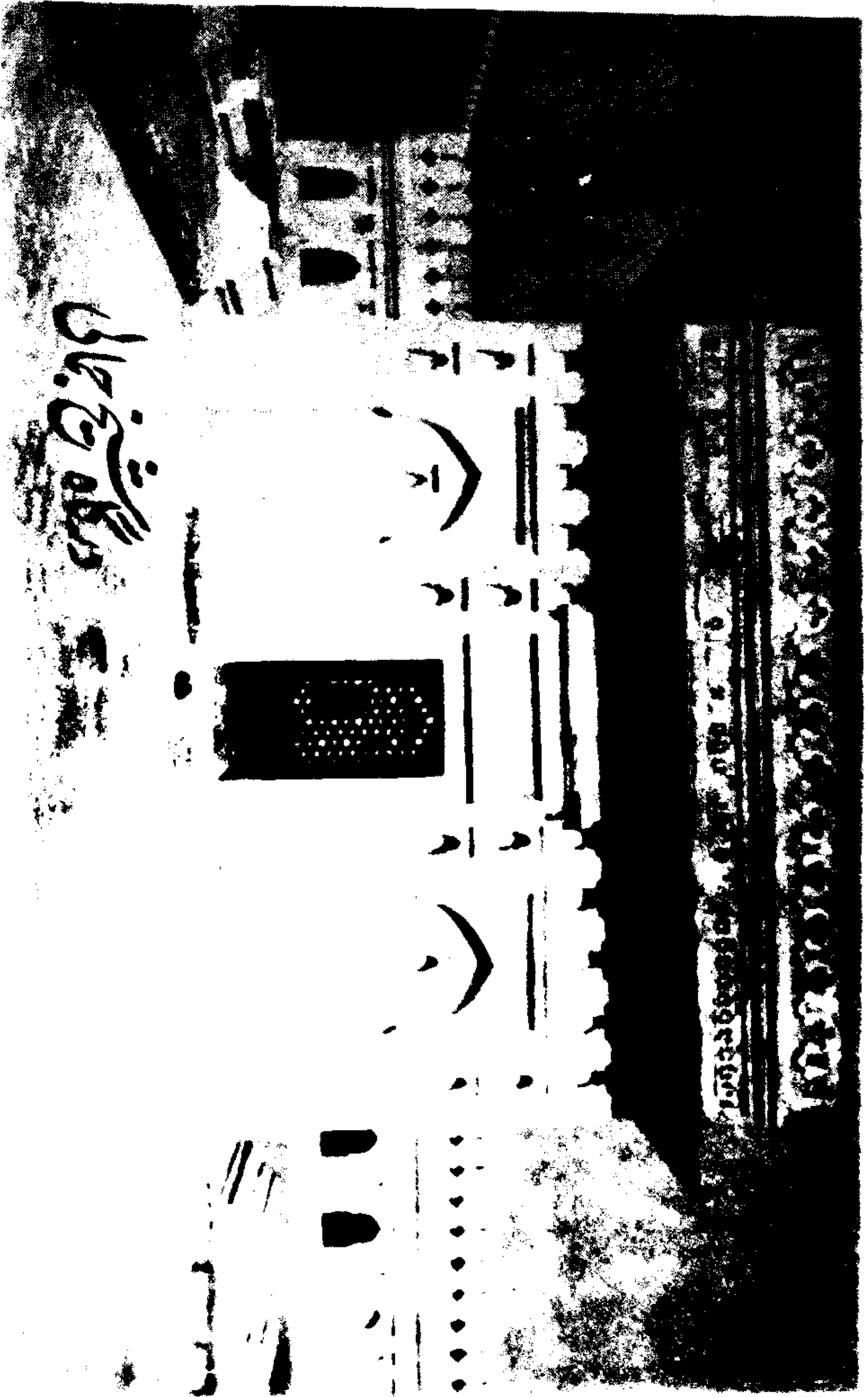
مَوْذَاتِ خِدا جَسَالِ بُوْد  
عاشق و مستِ لا اَبالی بُوْد

(ص ۱۵۰)

## کھاری باؤلی :

یہ باؤلی شاہ جہاں آباد میں جامع مسجد کے عقب میں لال کنواں کے پاس واقع  
ہے۔ خواجہ عبداللہ لاڈل قریشی نے شیر شاہ کے بیٹے اسلام شاہ یعنی سلیم شاہ کے پہلے  
سال جلوس میں اس کی بنیاد رکھی تھی اور ۹۵۸ھ (مطابق ۱۵۵۱ء) میں اس کی عمارت  
پایہ تکمیل کو پہنچی۔ ابھی تک اس کے آثار موجود ہیں اور عربی خط میں چند عبارتیں دروازے  
اور دیواروں پر کندہ ہیں۔ دیواروں اور دروازے پر یہ عبارت کندہ ہے :











بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
 در عہد وزیاں شاہ سلطان السلاطین والمظفر اسلام شاہ بن شیر شاہ سلطان خلد اللہ  
 ملکہ و سلطانہ نبا کردہ ایں چاہ بتوفیق اللہ و بروج رسول اللہ ملک عماد الملک  
 عرب خواجہ عبد اللہ لاذر قریشی بدار الملک حضرت دہلی فی سنہ اثنی و خمسين و  
 تسعات فقط۔

(ص ۱۵۴)

## مقبرہ ہمایوں اور شیر منڈل :

ہمایوں نے دہلی پر فتح حاصل کی۔ اُس کے سات بیٹے بعد کتب خانہ کی اوپر کی منزل  
 کے برآمدے میں تھے۔ جو لوگ جامع مسجد میں جمع تھے، انھیں سعادت کورنش سے مشرف کیا۔  
 کچھ لوگ حجاز کے سفر سے تازہ تازہ واپس ہوئے تھے، اُن سے حرمین شریف کے حالات  
 پوچھے۔ جب شام ہو گئی تو بادشاہ چاہتے تھے کہ نیچے اتر آئیں۔ ابھی وہ دوسری سیڑھی پر تھے  
 کہ موذن نے اذان دینی شروع کر دی۔ اذان کی تعظیم کے لیے وہیں بیٹھنے کا ارادہ کیا کہ ناگاہ  
 پوشتین کے دامن میں پاؤں اٹک گیا اور عَصَا پھسل گیا اور (حضرت) گر پڑے۔ اس حادثے  
 کے دو دن بعد گیارہ ربیع الاول ۹۶۳ھ (۱۵۵۶-۱۵۵۵ء) کو اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔  
 انھیں کیلو کھڑی میں کہ جسے دہلی میں دریا کے کنارے شہر سے دو کوس کے فاصلے پر  
 سلطان معز الدین کی قباد نے بنایا تھا، مدفون کر دیا۔ ہمایوں بادشاہ کی بیوی نواب حاجی بیگم  
 نے پندرہ لاکھ روپے کے خرچ سے مقبرہ اور شان دار عمارت تعمیر کی۔

(ص ۱۶۳ - ۱۶۵)

## مدرسہ و مسجد ماہم بیگم :

یہ مدرسہ اور مسجد دہلی کے قلعہ کہنہ میں جسے دین پناہ کہتے ہیں واقع ہے۔ انھیں  
 اکبر شاہ بادشاہ کے زمانے میں ۹۶۹ھ (۱۵۶۲-۱۵۶۱ء) ماہم بیگم نے بنایا تھا۔ اگرچہ



اب یہ دونوں عمارتیں بہت خستہ حالت میں ہیں لیکن وہ کتبہ جس سے تاریخ تعمیر کا پتا چلتا ہے ابھی تک باقی ہے اور وہ یہ ہے :

بدوران جلال الدین محمد  
 کہ باشد اکبر شاہان عادل  
 چو ماہم بیگم عصمت پناہی  
 بنا کرد این بنا بہر افاضل  
 ولی شد ساعی این بقعہ خیر  
 شہاب الدین احمد خان باذل  
 زہی خیریت این بقعہ خیر  
 کہ شد تاریخ او خیر المتازل

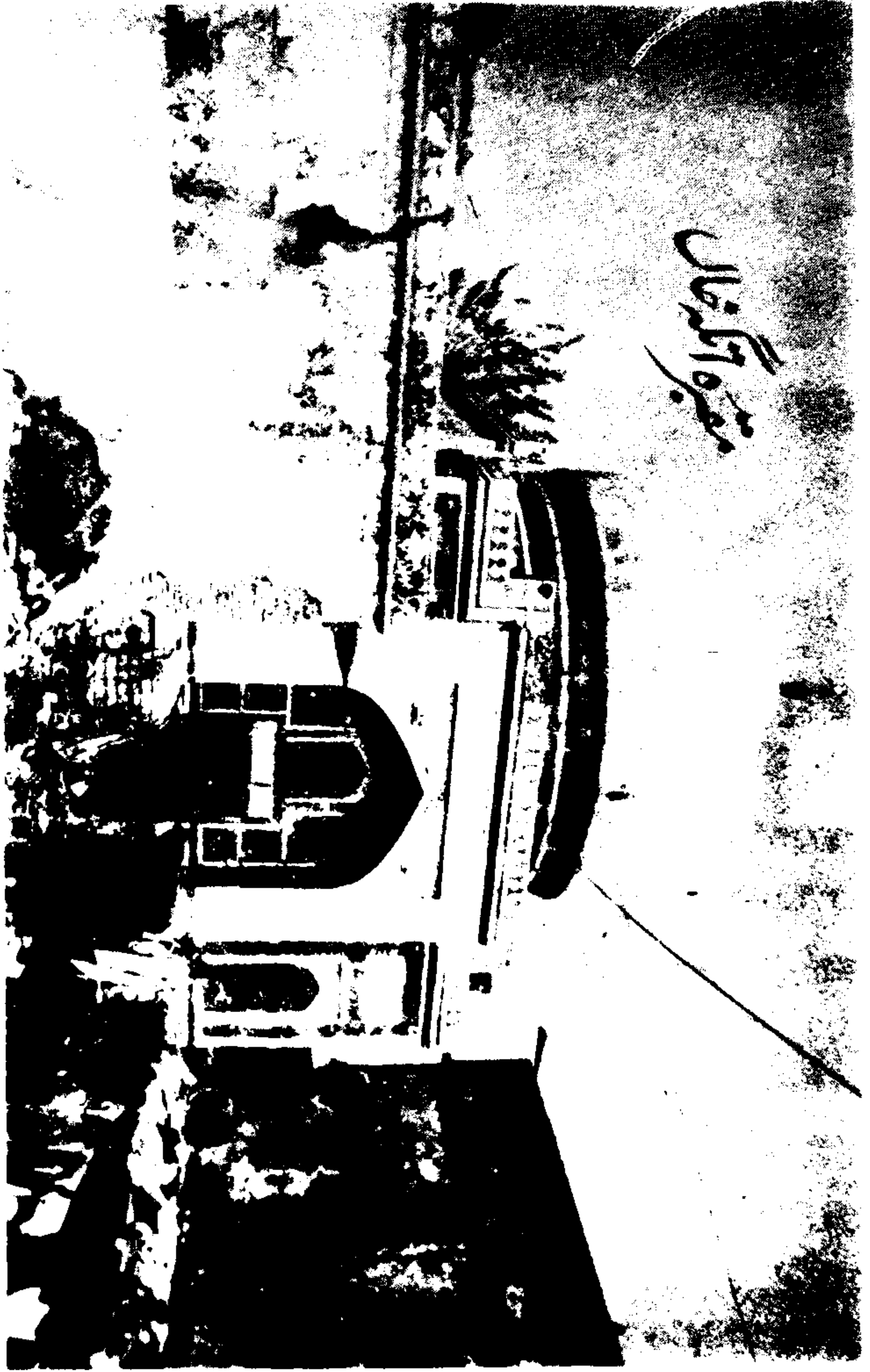
۹۶۹  
 (ص ۱۴۱-۱۴۲)

## مقبرہ اتگہ خاں :

اتگہ خاں کا لقب شمس الدین محمد خان تھا۔ غزنی کے رہنے والے تھے اور ہمایوں بادشاہ اور اکبر کے خوانین میں شامل تھے۔ جب ہمایوں بادشاہ جو ساقصے کے قریب شیرخان افغان سے شکست کھا کر میدان جنگ سے فرار ہوا اور دریائے گنگا میں پھلانگ لگا دی تو قریب تھا کہ دریا میں غرق ہو جائے کہ میر شمس الدین نے دستگیری کی اور خطرناک بھنور سے نکال کر کنارے پر سلامت لے آیا۔ بادشاہ نے اس خدمت کے بدلے میں (خان اعظم) کو مناصب بلند اور مراتب ارجمند عنایت کیے۔ اُس نے اکبر شاہ کے زمانے میں زبردست ترقی کی۔ (ص ۱۴۲)

## نیلی چھتری :

یہ نواب نوبت خاں کا مقبرہ ہے۔ یہ مقبرہ شاہ جہاں بادشاہ کی عمارت خاص محل سے متصل



منبرہ انکسالی



پُرانی دلی میں ہے۔ ۹۷۳ھ (۱۵۶۶-۱۵۶۵ء) میں تعمیر ہوا تھا۔ اب خستہ حالت میں ہے۔  
چوں کہ گنبد کے اوپر نیلی چھتری بنائی ہے، اس لیے (یہ عمارت) نیلی چھتری کے نام سے مشہور  
ہے۔ اس عمارت کے دروازے پر یہ تاریخ کندہ ہے:

بہ بین خوش منظرِ عالی متاعے  
دریں عالم ندیدہ چشمِ ایام  
پیئ ساریخِ اتماشِ نخبِ دار  
چو پُرسیدم بگفتا یافت اتمام

(ص ۱۶۴)

## درگاہِ خواجہ باقی باللہؒ

خواجہ باقی باللہ نقشبندی سلسلے کے اولیائے کبار میں سے تھے۔ ۲۵ جمادی الثانی  
۱۰۱۲ھ (۱۶۰۳ء) کو انتقال فرمایا۔ انتقال کے وقت عمر چالیس سال تھی۔ دلی میں قدم شریف سے  
متصل ان کی درگاہ ہے اور ان کے مقبرے کے جنوبی دروازے پر یہ تاریخ کندہ ہے۔ جس میں  
لفظ "نقشبندی" سے سال وفات نکلتا ہے۔

خواجہ باقی آن امام اولیا  
عارف باللہ اسرارِ نہفت  
نہتِ بستانِ سرایِ انبیا  
از نہالِ جعفری خوش گلِ شگفت  
چوں کہ بود شرب فنا اندر بقا  
موجِ حقِ گشتہ ز اسرارِ نہفت  
رخت بستہ زیں سرایِ بے بقا  
چوں ندایِ ارجی از حقِ شگفت

سالِ تاریخ وصالش خسرو سے  
فی البدیہہ نقشبندِ وقت گفت

مزار کے سرہانے کی دیوار پر ۱۵ بیت کا قصیدہ لکھا ہوا ہے جس سے سالِ وفات

پتلا ہے۔ (ص ۲۰۷)

### عرب سرے :

عرب سرے دہلی میں ہمایوں بادشاہ کے مقبرے کے متصل ہے۔ اسے حمیدہ بانو بیگم  
(ملقب بہ مریم مکانی، مشہور بہ حاجی بیگم) نے بنایا ہے۔ اسے عرب سرے اس لیے کہتے ہیں  
کہ جب بیگم حج پر گئیں تو تین سو عربوں کو اپنے ساتھ لائیں۔ (انہوں نے) یہ عمارت انہی کے  
لیے تعمیر کی تھی۔ (ص ۲۰۸)

### بارہ پلہ :

یہ پل شاہ جہاں آباد سے دو سو کوس کے فاصلے پر ہے اور بارہ پلے کے نام سے  
مشہور ہے۔ جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں ہریان آغانے (۱۶۱۳-۱۶۱۲ء) میں  
یہ پل بنایا تھا اور پل پر یہ تاریخ مرقوم ہے۔

### تاریخ

از جہانگیر شاہ بن اکبر شاہ  
آنکہ عدلش ضیاء است عالم کل  
دوستان را چو ہد ہد است افر  
دشمنان را بساں قاختہ نعل  
ہند را در زمان سلطنتش !  
عبدہ می نویسد استغنی

بوستانیت حضرت دہلی  
 بُوے از گل گرفته رنگ از میل  
 سال ہفتم ز عہد سلطنتش  
 کہ بنا لہ ز جور گل بیل  
 مخلصِ خاصِ مہربانِ آغا  
 خادمِ قصرِ شاہِ محرمِ گل  
 کرد تعمیر این پل از شفقت  
 کہ شود دستگیرش آلِ سرِ گل  
 سال تارِ بخش از فلکِ حتم  
 گشت رویش ز خرمی گل گل  
 گفت بردار خامہ و بنویس  
 بستہ از راہِ مہربانی پیل

(ص ۲۲۱ - ۲۲۲)

قلعہ سلیم گڑھ کا پیل:

پیل سلیم گڑھ (جو اب نور گڑھ کے نام سے مشہور ہے) کے قلعے اور قلعہ شاہجہاں آباد کے بیچ میں بنا ہوا ہے۔ جہانگیر بادشاہ نے ۱۰۳۱ھ (مطابق ۱۶۲۱ء) میں اسے تعمیر کیا تھا۔ پیل کے دونوں طرف یہ تاریخ منقوش ہے۔

کتبہ سمت مغرب

بحکم بادشاہ ہفت کشور  
 شہنشاہ بعدل و داد و تدبیر



جہانگیر، ابن شاہنشاہ اکبر  
 کہ شمشیرش جہاں را کرد تسخیر  
 چون این پل گشت در دہلی مرتب  
 کہ وصفش را نشاید کرد تحریر  
 پی تاریخ اتمامش خرد گفت  
 پل شاہنشاہ دہلی جہانگیر

### کتبہ سمت مشرق

شد بحکم شاہ نور الدین جہانگیر عظیم  
 سال و تاریخش مبارک آن صراط مستقیم

(ص ۲۲۹-۲۳۰)

### مقبرہ خانخانان؟

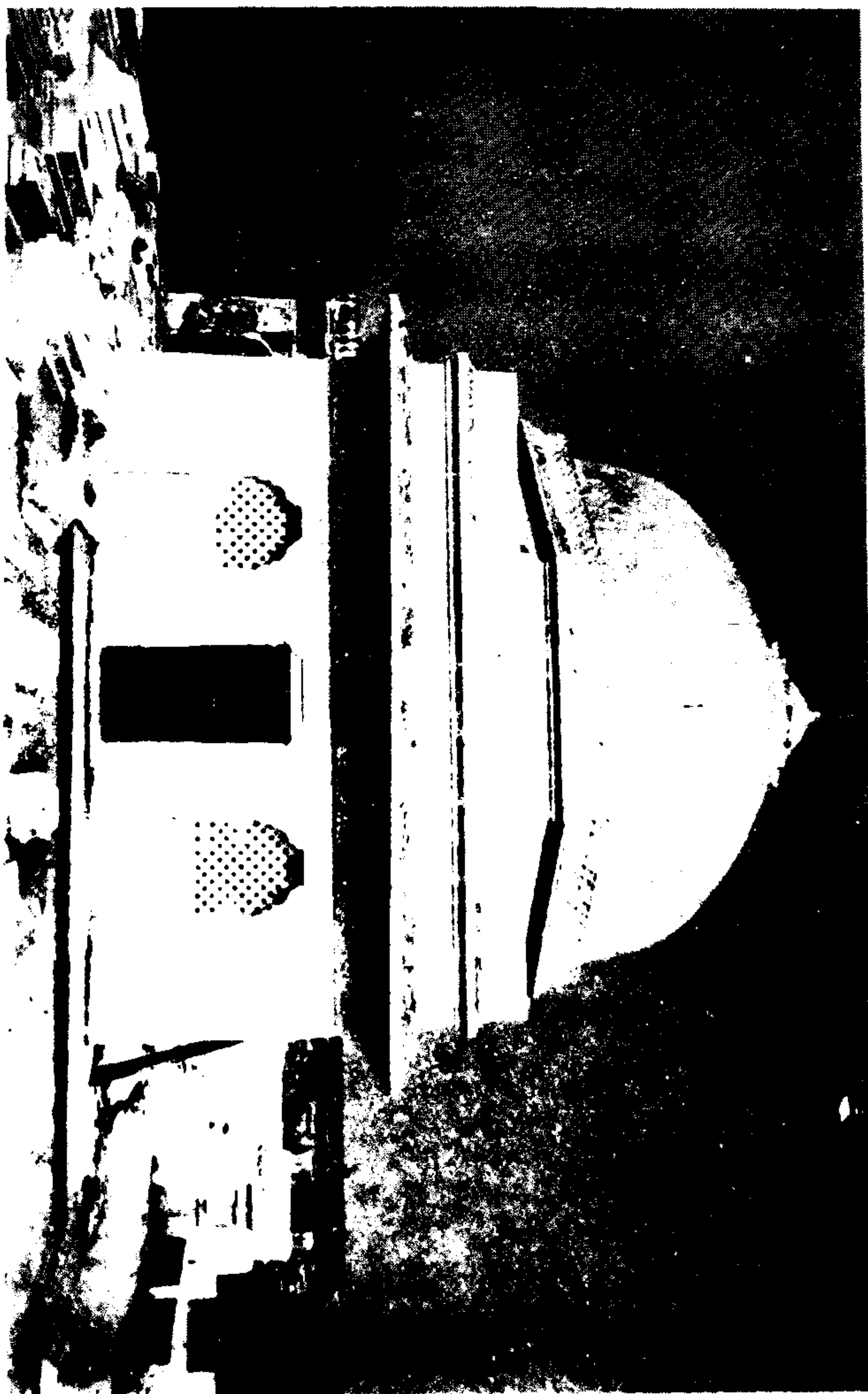
عبدالرحیم خانخانان، بیرم خاں خانخانان کا لڑکا تھا .....  
 ۱۴ صفر ۹۶۲ھ (۱۵۵۶ء) میں لاہور میں پیدا ہوا اور ۱۰۳۶ھ (۱۶۲۷-۱۶۲۶ء)  
 میں ۷۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اس کا مقبرہ دلی میں درگاہ نظام الدین اولیاء سے متصل  
 ہے اور آج تک موجود ہے لیکن بہت خستہ حالت میں ہے اور گر رہا ہے۔  
 (ص ۲۳۲)

### شاہ جہاں بادشاہ کا خاص محل:

پُرانی دلی میں شاہ جہاں بادشاہ کے عہد میں گللال باڑی کے قریب یہ عمارت  
 ۱۰۴۲ھ (۱۶۳۳-۱۶۳۲ء) میں تعمیر ہوئی تھی اور آج کل بہت خستہ حالت میں ہے،  
 مگر اس عمارت کے دروازے پر یہ کتبہ ابھی تک باقی ہے۔









## کتبہ تاریخ

بدور شاہ جہان صاحب قرآن ثانی  
 کہ در جہاں است جہان پرور و سپہر جناب  
 بنا نہاد جہین زمانہ خاص محل  
 دریں زمین بکرم بنت زینجان دریاب  
 ہمیشہ باد بزیر سپہر بو قلمون  
 (کذا) ہی ضمیر نیرش پی صلاح و صواب  
 اگر ز سال بنایش شود سوال ترا  
 حساب کن بسرای محل خاص جواب  
 (ص ۲۴۰) ۱۰۲۶ھ

## مقبرہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی:

ہندوستان کے اولیائے کبار میں سے تھے۔ محرم ۹۵۸ھ (۱۵۵۱ء) میں ولادت  
 پائی اور ۱۰۵۲ھ (۱۶۴۳-۱۶۴۲ء) میں انتقال فرمایا۔ ان کا مقبرہ دہلی میں حوض شمس کے  
 کنارے ہے۔ (ص ۲۴۶)

## مزار جہاں آرا بیگم:

شاہجہاں بادشاہ کی تیسری صاحبزادی تھیں۔ ان کی ولادت بدھ کے دن ۲۱ صفر ۱۰۲۳ھ  
 (۱۶۱۳ء) میں ہوئی۔ .....

۳ رمضان ۱۰۹۲ھ (۱۶۸۱ء) میں خدا کو پیاری ہو گئیں۔ نظام الدین اولیا کی درگاہ  
 میں دفن ہوئیں۔ ..... جہاں آرا بیگم نے زندگی ہی میں اپنا مہر تیر کر لیا تھا۔ ان کی  
 لوح مزار پر خط نسخ میں یہ شعر اور عبارت لکھی ہوئی ہے:

ہو الھی القیوم

بغیر سبزہ پوشد کے مزار مرا کہ قبر پوش غریبان ہمیں گیاہ بست



الفقیہ الغانیہ جہاں آرا مُرید خواجگانِ چشت بنتِ شاہِ جہاں بادشاہ  
غازی انار اللہ برہانہ ۱۰۹۲ھ -

(ص ۲۲۴ - ۲۲۸)

## مزار سید جلال بخاری:

سید جلال بخاری کا، شہر پناہ نو کے دلی دروازے کے باہر، مزار ہے۔

(ص ۲۵۱)

## قلعہ شاہِ جہاں آباد (لال قلعہ):

یہ شان دار قلعہ شہاب الدین محمد صاحب قرآن شاہِ جہاں بادشاہ کے مبارک عہد میں تعمیر ہوا۔  
جمعے کی رات ۱۲ یا ۲۵ ذی الحجہ ۱۰۴۸ھ (۱۶۳۹ء) میں ..... اس قلعے کی بنیاد رکھی۔  
یہ عظیم الشان قلعہ عزت خاں، اللہ وردی خاں اور مکرمت خاں کے اہتمام میں اور باقی تمام  
دوسری عمارتیں بھی؛ مثلاً امتیاز محل معروف بہ رنگ محل، شاہ محل معروف بہ دیوانِ خاص و دیوانِ  
عام، خواب گاہ، تسبیح خانہ، نقار خانہ، حمام اور باغِ حیات بخش وغیرہ ۹ سال اور ۳ مہینے کے  
عرصے میں لاکھوں روپے کے خرچ سے ۲۴ ربیع الاول ۲۱ دس سال جلوس موافق ۱۰۵۸ھ  
(۱۶۳۸ء) میں مکمل ہوا اور شاہِ جہاں آباد کے نام سے موسوم ہوا۔

## کتبہ بر محرابِ جنوبی:

سبحان اللہ ایں پہ منزلہا ست رنگین و نشیمن ہای دل نشین قطعہ بہشت بریں  
چون گویم کہ قدسیان بہمت بلند بہتاشائش آرزو مند اگر ساکنانِ اطراف و  
اکناف بسان بیت العتیق بطوافش آئند رواست و اگر نظار گیانِ انفس و آفاق  
مثل حجرِ اسود بہ قبل آستانِ ربیع الشائش شتابند سزا آغاز قلعہ والا کہ از  
کلخِ گردون برتر است و رشکِ سدا سکندر و این عمارت دلکش و باغِ حیات بخش

کہ در منازل پوی روح در بدن است و شمع در انجمن و نہر اطہر کہ آب مافش  
 بینا را آئینہ جهان نماست و دانارا از عالم غیب پرده کشا و آبشار ہا کہ ہر یک  
 گوی سینی صبح دم است بالوہ اسرار لوح و قلم و نوازہ ہا کہ ہر کد امش پنجہ  
 نور است۔

## بر محراب شملے:

بہ مصافحہ آسمانیان مائل بالالی متلانی است بالعام زمینیان نازل و حوض کہ ہمہ از  
 آب زندگانی پر بصفار شک نور و چشمہ خور۔ دوازدم ذی الحجہ سال جلوس دوازدم  
 اقدس مطابق ہزار و چہل و ہشت ہجری بعالمیان نوید کامرانی داد و انجامش کہ  
 بصرہ پنجاہ ک رو پیہ صورت پذیرفت بست و چہارم ربیع الاول سال بست  
 یکم جلوس ہمایوں موافق سنہ ہزار و پنجاہ و ہشت بفرقہ دوم مینت لزوم گیتی  
 خدیو گیہان خداوند بانی این مبانی آسمانی شہاب الدین محمد صاحب قرآن ثانی  
 شاہ جهان بادشاہ غازی در فیض بروے جہانیاں بکشاد۔

## ابیات کہ باب زر مرقوم اند

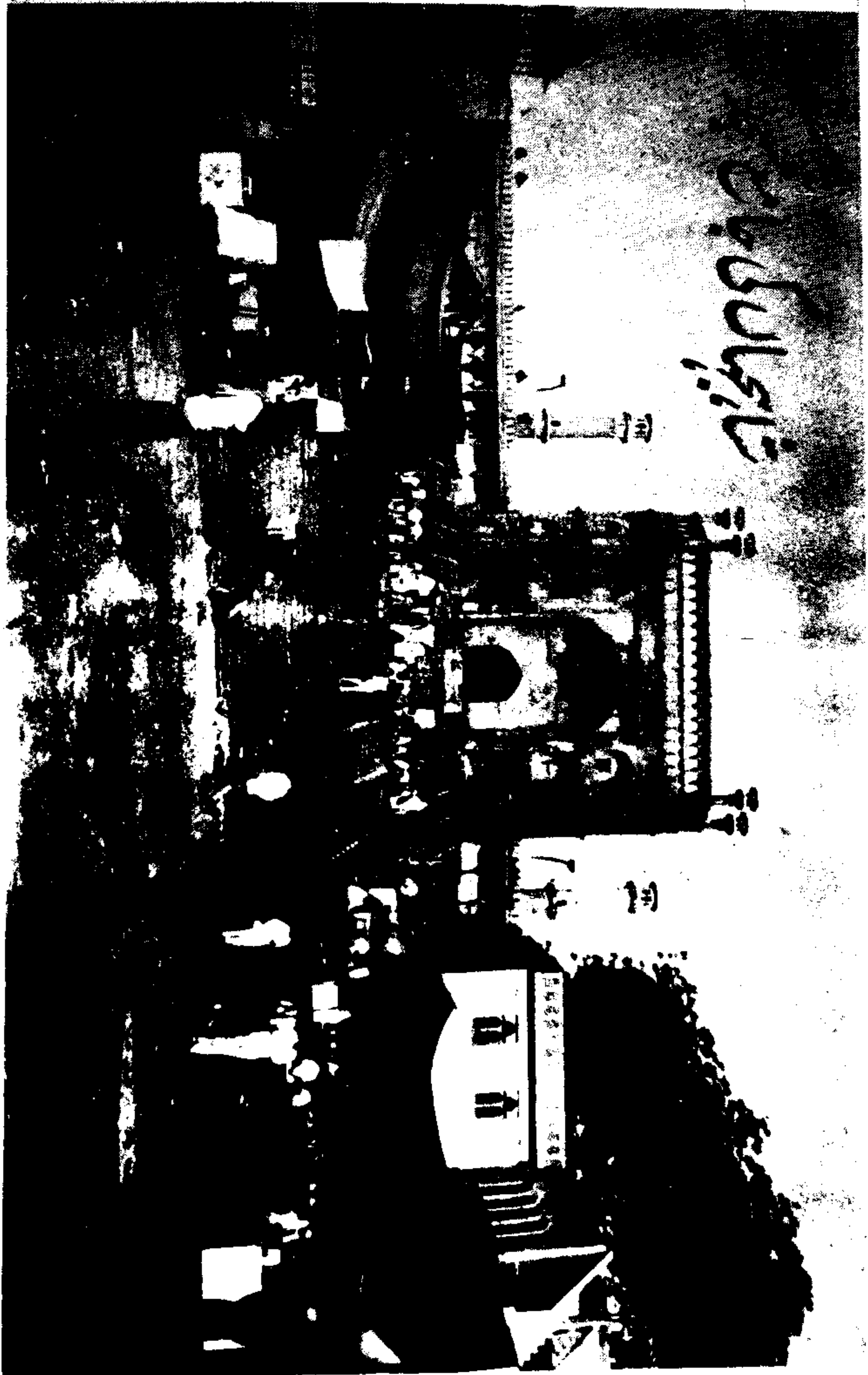
شہنشاہ آفاق شاہ جہان  
 باقبال ثانی صاحب قرآن  
 در ایوان شاہی بعد احتشام  
 چو خورشید بر چرخ باد امدام  
 اساس ست تا ناگزیر این بنا  
 بود قصر اقبال او عرش سا  
 زہی دل نشین قصر پیراستہ  
 بہشتی بعد خوبی آراستہ

شرافت یکی آید در شان او  
 سعادت در آغوش ایوان او  
 سجود در این سراسے سرور  
 کند سر نوشت بد از جیبہ دور  
 بپایش سر صدق ہر کس کہ سود  
 چو دریائے جون آبرویش فرود  
 زمانہ چو دیوار او بر فراشت  
 بہ پیش رخ مہر آئینہ داشت  
 ز بس روے دیوارش آراست است  
 ز نقاش چین رونما خواست است  
 چنان بر برش دست ایام کرد  
 کہ گردوں بلندی از و وام کرد  
 ز قوارہ و حوض دریا نشان  
 بآب زمین ششہ رو آسمان  
 چو جاے شہنشاہ عادل بود  
 ازان بادشاہ منازل بود  
 و اندرون دیوان خاص باب زراں کتبہ مرقوم است۔  
 اگر فردوس بر روے زمین است  
 ہمین است و ہمین است و ہمین است

(ص ۲۵۲-۲۵۳)

مسجد جامع مشہور بہ مسجد جہاں نما:

اس شان دار مسجد کا ثانی نہیں ہے۔ شاہ جہاں آباد کے قلعے سے ہزار گز بادشاہی





کے فاصلے پر مغرب کی طرف بہنی ہوئی ہے۔ اس عمارت کی خوبی اور لطافت تحریر و تقریر میں نہیں سما سکتی۔ شاہ جہاں بادشاہ کے حکم سے۔ ۱۰۶۰ھ (۱۶۵۰ء) مطابق ۲۳ ویں جولائی شاہ جہانی کو..... سعد الشدیون اعلیٰ اور فاضل خاں خانساماں کی موجودگی میں اس کی بنیاد رکھی گئی اور چھ سال کی مدت میں دس لاکھ روپے کے خرچ سے عمارت مکمل ہوئی اور یہ کہتے اس کے دروازوں پر منقوش ہیں :

### کتبہ بردروازہ اول از جانب شمال :

بفرمان شہنشاہ جہاں بادشاہ زمین و زمان گیہاں خدیو کشورستان گیتی خداوند  
گردون توان موسس قوانین عدل و سیاست مشیدارکان ملک و دولت بسیار دان  
عالی فطرت قضا فرمان قدر قدرت فرخندہ رانی عجب منظر فرج طالع بلند اختر  
آسمان حشمت انجم سپاہ خورشید عظمت فلک بارگاہ۔

### بردروازہ دوم

مظہر قدرت الہی مورد کرامت نامتناہی مظہر کلمۃ اللہ العلیا مروّج الملتہ الخنیفہ البینا  
ملجاء الملوک والسلاطین خلیفۃ اللہ فی الارضین الخاقان الاعذل الاعظم والعتا  
ان الاجل اکرم ابو المنظر شہاب الدین محمد صاحب قران ثانی شاہ جہاں بادشاہ  
غازی لازالت رایات دولۃ منصورۃ واعداء حضرتہ مقہورۃ کہ دیدہ بصیرت حق بینش  
از شمشاد الوار ہدایت انما یعمر مساجد اللہ۔

### بردروازہ سوم

من آمن باللہ وبالیوم الآخر مستنیر است و آئینہ ضمیر صدق گردنش از اشدہ مشکات  
روایت احب البلاد والی اللہ مساجد ہا فروغ پذیر این مسجد کوہ اساس گردون  
مماس کہ کریمہ مسجد اسس علی التقوی بیان بنیان پائدار اوست و بنیہ والحق



فی الارض روایسی آن تمیز یکم کتابہ الیوان استوار او وقتہ و قبہ فلک نشانی  
از طبقات آسمان گزشتہ و شرف طاق سپہر نشانی باوج کیوان پیوستہ۔

### بر دروازه چہارم

گر ز طاق و قبہ مقصورہ اشس جوئی نشان  
میچ نتوان گفت غیر از کہکشاں و آسمان  
فرد بودی قبہ گر گردون نبودی ثانیثس  
طاق بودی طاق گر جفتش نبودی کہکشاں  
فروغ شمر پیش طاق جہاں تماش روشنی بخش مصابح سموات پر تو کلس گنبد عالم آرایش  
نور افزای قنادیل جنات منبر سگ مر مرش چون منجر مسجد اقصی مرقات۔

### بر دروازه پنجم

مقام قاب قوسین او ادنی محراب فیض گسترش مانند صبح صادق کشادہ پیشانی بشارت  
رسان و لقد جاء ہم من ربہم الہدی الی ابواب رحمت آمایش صلاے و اللہ یدعوا الی  
دار السلام بمسابع خاص و عام رسانیدہ منار سپہر مدارش ندای و بحوری الدین آشنوا  
با حسنی از بہ رواق گنبد فیروزہ قام گذرانیدہ سیقت رفیع باصفایش تماشا گاہ  
روحانیان کرہ افلاک بر دروازه میانہ کتبہ یا ہادی بخط طغر نوشتہ است۔

### بر دروازه ہفتم

صحن وسیع دلکشایش سجده گاہ پاک نژادان معمورہ خاک روح فنای فیض انما و  
طیب ہواے روح افزایش از روضہ رضوان حکایت کردہ و عذوبت بار معین  
روض دل نشین لطافت آمایش از چشمہ سلسبیل خبر دادہ در روز جمعہ دہم شہر شوال  
سال ہزار و شصت ہجری موافق سال چہارم از دو رسیوم جلوس میمنت مانوس

بساعتِ نخبته۔

### بر دروازه ہشتم:

وطالعِ شایسته سرمایہ ابتدا و پیرایہ تاسیس یافت و در عرضِ مدتِ شش سال بحسنِ سعی کار پردازانِ کاروانِ کار گزار و فرطِ اعتنا و اہتمام کار فرمایانِ صاحبِ اقتدار و بذلِ جد و جهد استادانِ ماہر و دانشور و وفورِ کوششِ پیشہ کارانِ چابک دست صاحبِ ہنر و انفاقِ مبلغِ دہ لکھ روپیہ صورتِ انجام و طرازِ اختتام پذیریت و مقارنِ اتمام در روزِ عیدِ فطر۔

### بر دروازه نہم:

بقرقُدومِ اقدس بادشاہِ ظلِّ اللہ صانی نیتِ خدا آگاہِ زیبِ دزینت گرفت و باقامتِ نمازِ عید و ادایِ وظائفِ اسلام چون مسجدِ الحرم در روزِ عیدِ الضحیٰ مرجعِ طوائفِ انام گردید و مبانیِ اسلام و ایمانِ رامتانت و رضانتِ کرامت نسوود و سیاخانِ ربیعِ مسکون و مسالکِ نوردانِ کوه و ہامون را آراستہ عمارتی باین رفعت و حصانت در آئینہ بصر۔

### بر دروازه دہم:

و ہر اے خیالِ مرسمِ نگشتہ و حقایقِ گذرانِ وقایعِ دہر و فکرِ پردازانِ نظم و نثر لاکہ سوانحِ نگارانِ بدایعِ اربابِ ملک و دولت و صنایعِ شناسانِ اصحابِ مہکت و قدرتِ اندہ، افزائتہ بنامی بایں شکوہ و عظمتِ بر زبانِ قلم و قلمِ زبانِ نگزشتہ فرازندہ کاغِ ہستی و طرازندہ بلندی و پستی این بنیانِ رفیع را کہ قرۃ العینِ بنیش و زینتِ بخشِ کارخانہ آفرینش است۔

## بر دروازہ یازدہم:

پایدار داشتہ صدایے تسبیح سبحانیش را ہنگامہ آرای ذاکران مجامعِ ملکوت و  
 زمزمہ تہلیلِ مہللائش را نشاط افزای بر معتکفانِ جوامعِ جبروت دارا و در عین منابر  
 معمورہٴ جہان را بخطبہٴ دولت جاوید طراز این پادشاہِ دادگر دین پرور کہ بمیانِ  
 ذاتِ مقدس مبارکش ابوابِ امن و امان بر روی روزگار کشادہ است آراستہ دارا  
 بحق الحق و اہلہ کتبہ نور اللہ احمدہ قطعہ تاریخ این مسجدِ حنین یافتہ اند۔

## تاریخ

من گویم کعبہ لیکن این قدر گویم کہ ہست  
 جہتہ او تا د عاشقِ سجدہٴ این آستان  
 پر تو انوارِ او چوں عالمِ افروزی کند  
 صبح را گرد نفسِ انگشتِ حیرت در دہان  
 مسجد ازین است می زبید اماش جبرئیل  
 خلوتِ روحانیان را شمع باید بے دھان  
 دست استادِ قضا تا از رخامش ساختہ  
 رو سفیدے آمدہ آمادہ گشت از بہرکان  
 نیست دروے حاصلِ اوقاتِ اہل طاعتش  
 جز دعائے ثانی صاحبِ قرآن شاہِ جہان  
 در بنائے غیر این سعی کہ دارد ہمتش  
 حاصلِ کالِ جملہ خواهد گشت آخر حرفِ کان  
 تا ہمیشہ قبلہٴ اسلام سمت کعبہ است  
 قبلہ گاہِ آرزو باد اجنابش جاودان

مسجد کاں کعبہ ثانی است تاریخش بود  
قبلہ حاجات آمد مسجد شاہ جہان

ابجد کے حساب کی رو سے مادہ تاریخ کے عدد ۱۰۶۷ھ (۱۶۵۷-۱۶۵۶ء) ہیں جبکہ اس کی تکمیل ۱۰۶۶ھ (۱۶۵۶-۱۶۵۵ء) میں ہوئی، لیکن چونکہ حکاک کی اور جلا کا تھوڑا سا کام باقی تھا، اس لیے بادشاہ کے حکم سے تاریخ ۱۰۶۷ھ (۱۶۵۷-۱۶۵۶ء) اس سال کی کہی گئی۔ (ص ص ۲۶۱-۲۶۳)

دارالشفاء اور دارالبقا:

مسجد کے باہر جنوبی اور شمالی حصوں میں دارالشفاء اور مدرسہ بہت خوبی سے بنایا گیا ہے۔

(ص ص ۲۶۳)

## موتی مسجد لال قلعہ

یہ پوری مسجد سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے۔ عالمگیر بادشاہ کے حکم سے سنہ ۲ جلوس میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپے کے خرچ سے تعمیر کی گئی۔ (ص ۲۶۸)

## پہل سلیم گڑھ

۱۰۷۳ھ (مطابق ۱۶۶۲-۱۶۶۳ء) میں عہدِ خلافتِ عالمگیر بادشاہ میں نور گڑھ جو سلیم گڑھ کے نام سے مشہور ہے، پہل تعمیر کیا گیا۔ (ص ۲۷۰)

## بائی کوکلی کا مزار

دہلی میں شیخ نظام الدین اولیا کی باؤلی کے متصل ایک سنگ مرمر کا برج ہے۔ اس برج میں اسی پتھر کی ایک قبر ہے کہ جس پر قرآن کی آیتیں اور خدا کے ننانوے نام بہت خوب صورت خط میں لکھے ہوئے ہیں۔ اس تاریخ اور عبارت سے ایک ہزار اسی برآمد ہوتے ہیں۔ تاریخ یہ ہے:

## تاریخ

سال تاریخ فوت او حستم  
از دل صاف نیز پاک سرشت  
آہ سردے کشید و گفت بگو  
بادہدم بخوریان بہشت

۱۰۸۰

بائی کوکلی بنتِ سلیم خاں ۱۰۸۰ھ

(ص ۲۷۲)

## زینت المساجد

عالمگیر بادشاہ کی پانچ لڑکیاں تھیں۔ پہلی زینب النسا بیگم، دوسری زینت النسا بیگم، تیسری زبدۃ النسا بیگم، چوتھی بدر النسا بیگم اور پانچویں مہر النسا بیگم۔ زینت النسا بیگم نے اپنی زندگی ہی میں ایک مسجد تعمیر کی تھی جو زینت المساجد کے نام سے مشہور ہے۔ یہ شاندار مسجد سرخ پتھر کی بنی ہوئی ہے اور موضع دریا گنج میں واقع ہے۔ بیگم نے اپنے بھائی بہادر شاہ (اول) کے عہد میں ۱۱۲۲ ہجری مطابق (۱۷۱۰-۱۷۱۱ء) میں انتقال کیا اور اسی مسجد کے صحن میں دفن ہوئیں۔ قبر کے سرہانے آیت قل یا عبادی الذین اور یہ شعر اور عبارت مرقوم ہے :

## کتب

مونس مادر لحد فضل خدا، تنہا بس است  
سایہ از ابر رحمت قبر پوش ما بس است  
امید وار حسن فاتحہ خانم زینت النسا بیگم بنت بادشاہ محی الدین محمد عالمگیر غازی آثار اللہ  
جرخانہ ۱۱۲۲ ھ (ص ۲۹۷)

## بہادر شاہ اول کا مزار

بہادر شاہ کا پورا مہجر سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ شاہ جہاں آباد میں موتی مسجد سے متصل خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مزار کے قریب واقع ہے۔ یہ مسجد بھی سر تا پا سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے اور اسی بادشاہ (بہادر شاہ اول) نے تعمیر کرائی تھی۔ اور یہ شعر ان کے مزار کے سرہانے کندہ ہے۔ اس کے دوسرے مصرعے سے تاریخ وفات نکلتی ہے :

## تاریخ

در نور نیت بامر مصطفیٰ

شاہ عالم را بود جنت جزا



ان کے مگر سے متصل عالی گہر شاہ عالم بادشاہ کی بھی قبر ہے۔

(ص ۲۹۸)

## مسجد قطب الاقطاب

یہ مسجد خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی درگاہ سے متصل ہے اور تین منزلہ ہے۔ پہلی منزل، جو کچی ہے، خواجہ موصوف نے اپنی زندگی میں تعمیر کی تھی۔ دوسری منزل، اسلام شاہ (شیر شاہ سوری کا لڑکا) نے بنائی تھی؛ اور تیسری منزل، فرخ سیر بادشاہ نے ایک ہزار ایک سو تیس ہجری میں تعمیر کی۔ اس پر یہ تاریخ کندہ ہے:

## تاریخ

موردِ لطف و عنایا سے شہر والا جناب  
خسر و فرخ سیر شاہنشاہ مالک رقاب  
ساخت از روی ارادت و زرشوخِ اعتقاد  
مسجدے زیبا بنا و سجدہ گاہی شیخ و شاب  
ما سرودش غیب ہائے گفت در گوشش خرد  
سالِ تاریخ بنایش بیت ربی مستجاب

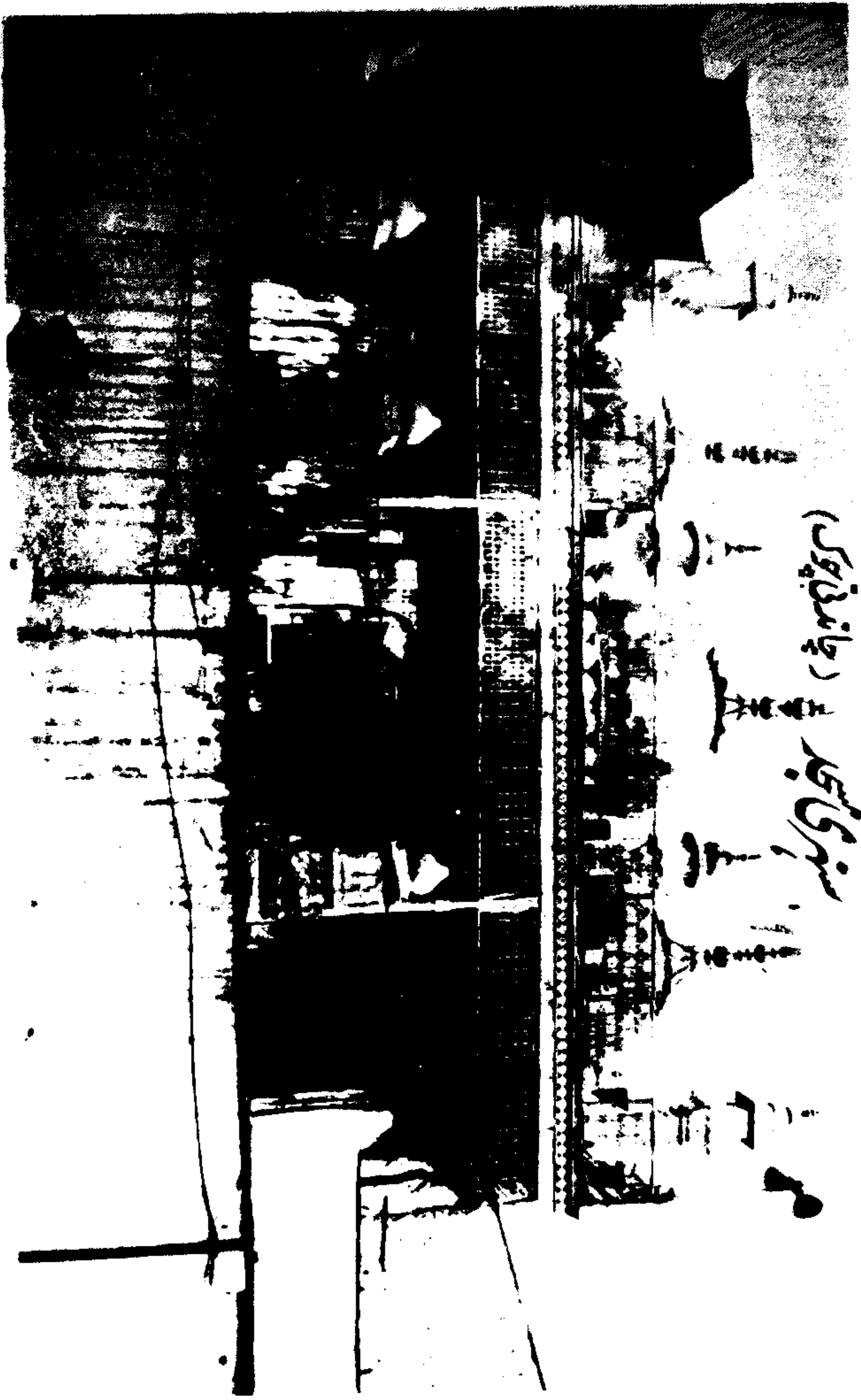
۱۱۳۰

(ص ۳۰۳)

## رفیع الدرجات کی قبر

تخت نشینی کے تین مہینے گیارہ دن بعد ۱۹ رجب ۱۱۳۱ھ مطابق (۱۷۱۹ء) کو اس کا انتقال ہوا اور خواجہ قطب الدینؒ کی درگاہ میں اسے دفن کر دیا گیا۔ اس کی ماں کا نام نور النساء تھا۔

(ص ۳۰۴)



سنہری مسجد (چاندنی پورک)



شمس الدین رفیع الدولہ محمد شاہ جہاں ثانی (رفیع الدرجات کے بڑے بھائی) کا مزار  
سات ذیقعدہ ایک ہزار ایک سو اکتیس ہجری (مطابق ۱۷۱۹ء) کو اکبر آباد میں انتقال ہوا۔  
..... اس کی لاش کو دہلی لایا گیا اور درگاہ قطب الدین (بمختیار کاٹی) میں اس کے بھائی کی قبر  
کے پاس دفن کر دیا گیا۔

(ص ۳۰۵)

## سنہری مسجد

یہ مسجد اینٹوں کی بنی ہوئی ہے۔ اسے نواب روشن الدولہ محمد شاہی نے ۱۱۳۴ ہجری، مطابق  
(۱۷۲۱-۱۷۲۲ء) میں شاہ جہاں آباد میں تعمیر کیا۔ اس عمارت کے بروج طلائی ہیں، اس لیے سنہری مسجد  
کے نام سے مشہور ہو گئی ہے۔ کوٹوالی چوترے کے قریب واقع ہے اور اس کی پیشانی پر یہ  
تاریخ مرقوم ہے :

## تاریخ

بعہد بادشاہ ہفت کشور  
سلیمان فرما محمد شاہ داور  
بہ نذر شاہ بہیکہ آن قطب آفاق  
شد این مسجد بزینت در جہاں طاق  
خدا بانیت لیک از روی احسان<sup>(۱)</sup>  
بنام روشن الدولہ ظفر خان  
بتاریخ زہرت تا شمار است  
ہزار و یکصد و سی و چہار است

۱۱۳۴

(ص ۳۰۸)

## شرف الدولہ کی مسجد

یہ مسجد اینٹوں کی بنی ہوئی ہے۔ لیکن اس کے بروج پتھر کے بنائے گئے ہیں۔ اس مسجد کے پاس مدرسہ ہے اور یہ مسجد اور مدرسہ نواب شرف الدولہ نے ۱۱۳۵ ہجری (مطابق ۱۷۲۲-۱۷۲۳) میں عہد محمد شاہ میں بنایا تھا۔ یہ مسجد شاہ جہاں آباد کے بازار دریبے میں واقع ہے۔ مسجد کی پیشانی پر تاریخ کے یہ اشعار منقوش ہیں۔

### تاریخ

در زمان شہ خورشید سریر  
 ظل حق ماہ زمیں شاہ زمان  
 ناصر الدین کہ محمد شاہ است  
 تیغ او کفر شکن در دوران  
 شرف الدولہ بیت فرمودہ  
 مسجد و مدرسہ عالی شان  
 این دو بیت الشرف علم و عمل  
 ہچو سعدین فلک کردہ قرآن  
 سال تاریخ بنا، گفت خرد  
 قبلہ حج ارادت کیشان

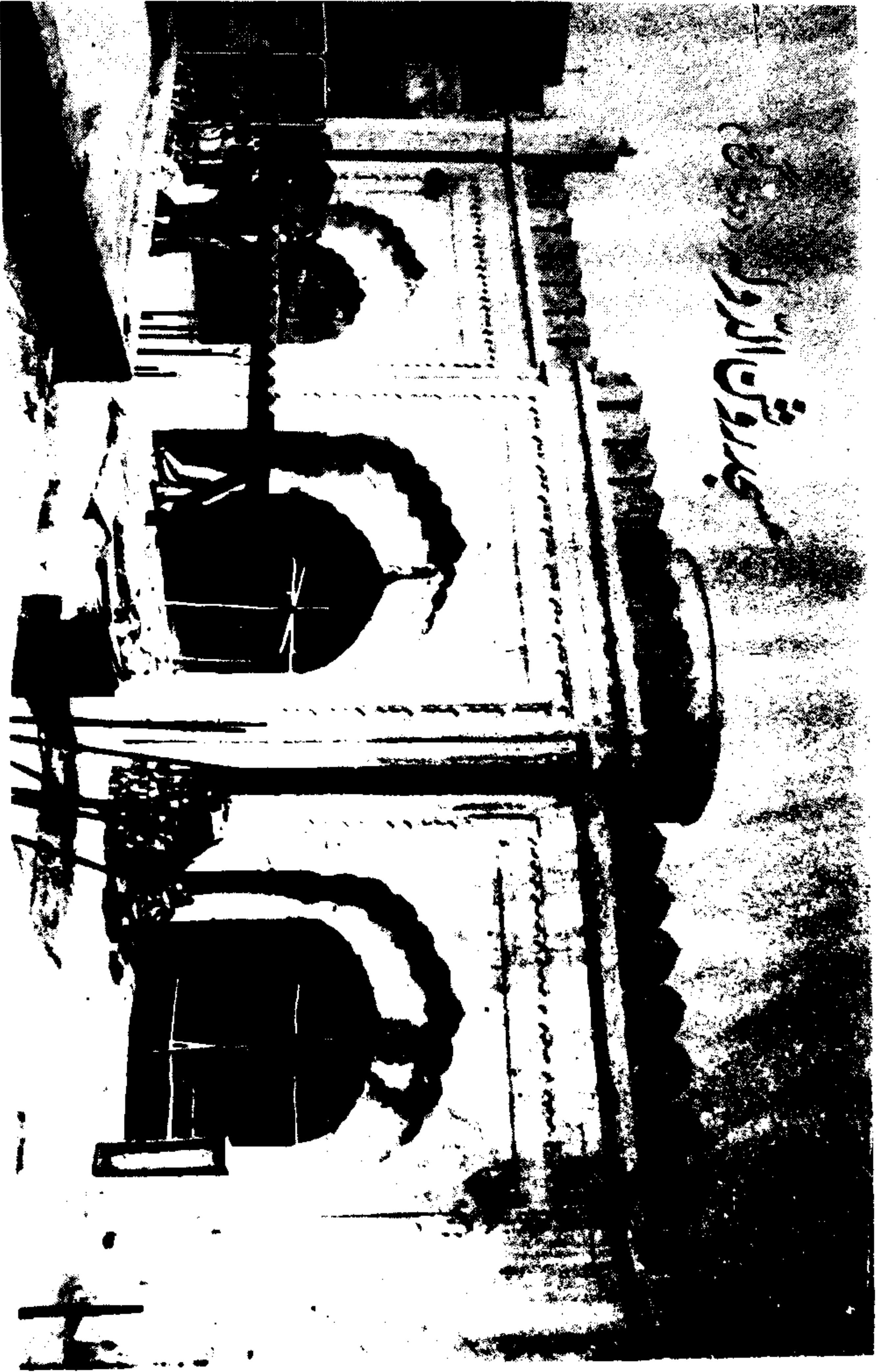
۱۱۳۵

(ص ۳۰۸)

## مسجد روشن الدولہ

یہ مسجد بہت نفیس و لطیف ہے۔ سر اپا طلائی تھی۔ نواب روشن الدولہ نے عہد محمد شاہ

# سجدہ روضۃ اللہ مولانا درویش







بادشاہ میں ۱۱۳۷ ہجری (مطابق ۱۷۲۲-۱۷۲۵ء) میں تعمیر کی۔ شاہ جہاں آباد کے موضع قاضی ولڑیے کے قریب واقع ہے۔ یہ وہی مسجد ہے کہ جس میں بیٹھ کر نادر شاہ نے قتل عام کا حکم دیا تھا۔ یہ چند شعر اس کی پیشانی پر بطور تاریخ مرقوم ہیں :

## تاریخ

شکر حق، کریم فیض سید عرفان پناہ  
 شاہ بہیکہ آن مرشد کامل ولایت دستگاہ  
 ورزمان شاہ اسکندر نشان جمشید قدر  
 معدلت گتر محمد شاہ غازی بادشاہ  
 روشن الدولہ ظفر خاں صاحب جو دو کرم  
 کرد تعمیر طلائی مسجد عرش اشتباہ  
 مسجدے کاندہ فضاء صحن قدرش آسمان  
 کردہ از تاریخ شعاع مہر جاروب نگاہ  
 حوض صاف او نشان از چشمہ کوثر دہد  
 ہر کہ از آبش وضو سازد شود پاک از گناہ  
 سال تاریخش رساے یافت از اہام غیب  
 مسجدے چوں بیت اقصیٰ مہبط نور اللہ

(ص ۳۰۹)

## شاہ مرداں

دہلی میں ایک عمارت ہے کہ جہاں ایک پتھر پر قدم کا نشان بنا دیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب کے قدم کا نشان ہے اور اس نقش پاک کو سنگ مرمر کے حوض

میں نصب کیا ہے۔ اس کے گرد خواجہ حافظ کا یہ شعر منقوش کر دیا ہے :

### بیت

برزئیمنے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود  
ساہا سجدہ صاحب نظرانِ خواہد بود

۱۱۳۷

ہر مہینے کی بیس تاریخ (چاند کی) کو مسلمان زیارت کے لیے جاتے ہیں اور وہاں عورتوں اور مردوں کی بھٹرا ہوتی ہے۔ اس عمارت کا احاطہ پختہ ہے اور اس کے شمالی دروازے پر جو گیارہ سو باسٹھ ہجری میں تعمیر ہوا تھا، یہ تاریخ لکھی ہوئی ہے۔

قال محمد حبیب اللہ انامدنیۃ العلم وعلیٰ بابہا ۱۱۶۲ھ در عہد مبارک احمد شاہ بہادر بادشاہ  
غازی بہ موجب ارشاد نواب قدسیہ حضرت صاحبہ زمانیہ باہتمام نواب بہادر جاوید خاں  
صاحب بسر بر اے خاکسار لطف علی خاں تعمیر قلعہ و مجلس خانہ و مسجد و حوض در یک سال  
مرتب شد۔

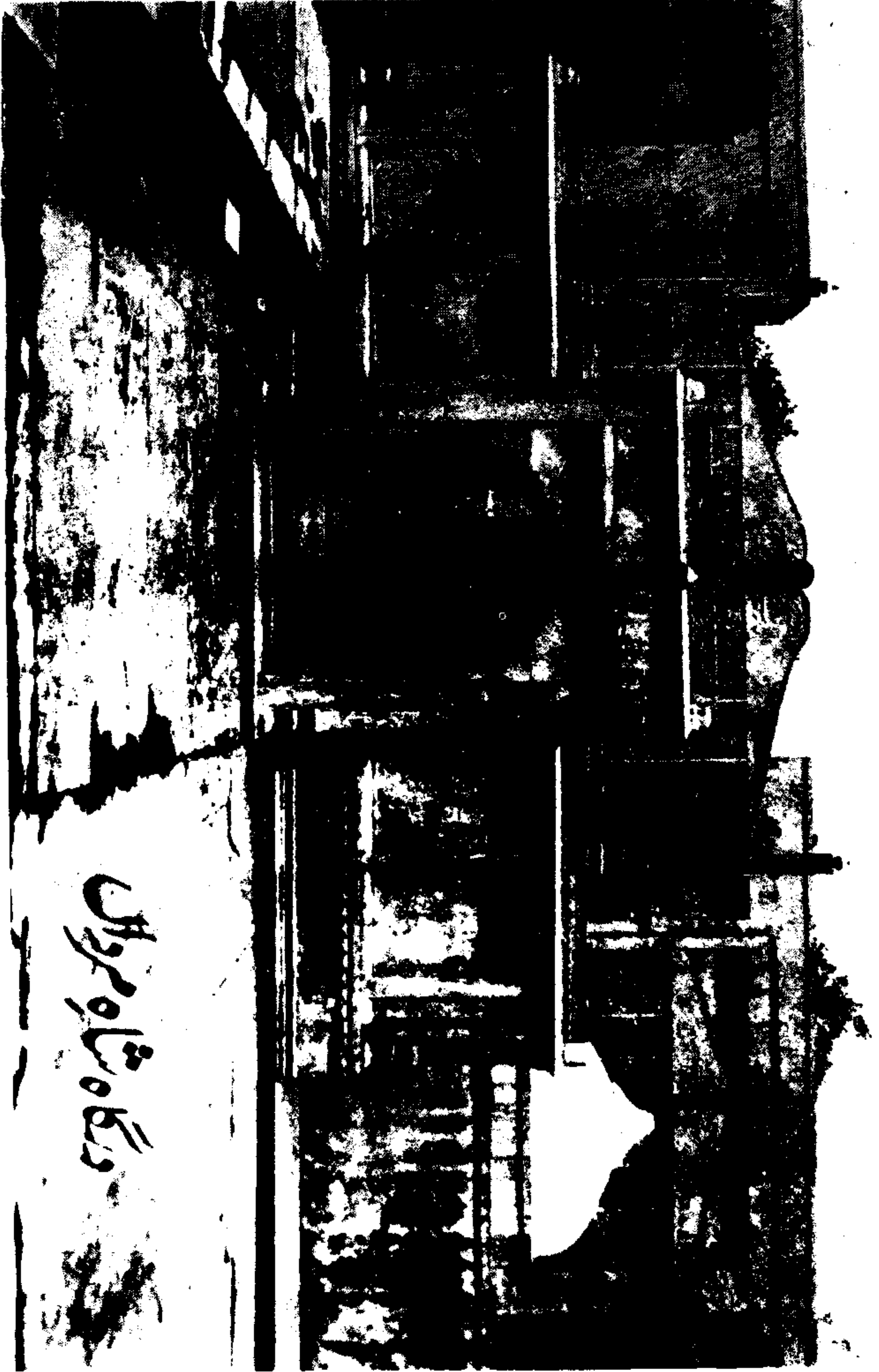
(ص ص ۳۰۹ - ۳۱۰)

### باغ ناظر روز افزوں

یہ باغ عہد محمد شاہ میں غالباً ۱۱۳۹ ہجری (مطابق ۱۷۲۶-۱۷۲۷ء) میں تعمیر ہوا تھا۔  
باغ مذکور شاہ جہاں آباد میں روضہ قطب (درگاہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکئی) میں  
واقع ہے۔ اس کے چاروں طرف چہار دیواری بنائی ہے اور اس میں بہت خوب صورت  
مکان بنائے ہیں۔ باغ کے دروازے پر یہ تاریخ کندہ ہے :

### تاریخ

بفرمانِ محمد شاہ عادل  
کہ بر فرمش بود تاج تبارک



دنگہ شاہ مرواں





Raja

KUNIC +  
AGRAWAL



بنائے گلشن در قطب گر دید  
 کہ گہائش زند رضوان تبارک  
 بود سر سبز دایم روز انسزول  
 بہ حق سورہ صاد و تبارک  
 پئے تاریخ سانش، گفت ہاتف  
 خدا یاسے بود بالقر مبارک

(ص ۳۱۲)

## فخر المساجد

اس خوب صورت مسجد کو نواب شجاعت خاں کی بیوہ فخر النساء بیگم نے شوہر کی وفات کے بعد ایک ہزار ایک سو اکتالیس ہجری مطابق ۱۷۲۸-۱۷۲۹ء میں بنایا تھا۔ شاہ جہاں آباد میں کشمیری بازار کے قریب واقع ہے۔ مسجد کے باہر کے دروازے پر فخر المساجد کندہ ہے اور مسجد کی پیشانی پر یہ شعر لکھے ہوئے ہیں:

خان دین پرور شجاعت خاں بہ جنت یافت جا  
 بارضائے حق تعالیٰ از طفیل مرتضیٰ  
 صدر خالونان کنیز و ناطقہ فخر جہاں  
 یادگار شس ساخت این مسجد بہ فضل مصطفیٰ

(ص ۳۱۲)

## محمد شاہ کی قبر

محمد شاہ (محمد شاہ بادشاہ) کا مگر جسے نہایت لطیف اور نفیس بنایا ہے۔ ان کی والدہ کی قبر کے برابر نظام الدین اویا کے مزار کے پائوں میں احاطے کے اندر ہی واقع ہے۔

(ص ۳۲۷)



## مقبرہ صفدر جنگ

صفدر جنگ دہلی سے صوبہ اودھ کی طرف جا رہے تھے۔ ابھی وہ پا پڑ گھاٹ میں تھے اور ابھی صوبہ اودھ سے تین منزل کے فاصلے پر تھے کہ ان کے پھوڑے میں شدید درد ہوا۔ برہان الملک کے بھی ایسا ہی پھوڑا نکلا تھا۔ ۱۷ ذی الحجہ ۱۱۶۷ ہجری (مطابق ۱۷۵۳ء) میں ان کا انتقال ہو گیا۔ کچھ دن کے لیے ان کی لاش فیض آباد کے گلاب باڑی میں بطور امانت دفن کی گئی۔ اس کے بعد شاہجہاں آباد لائی گئی۔ ان کا مقبرہ درگاہ شاہ مرداں کے متصل ایک شاندار عمارت میں ہے جس میں رنگین پھولوں سے بھرے ہوئے باغ ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس مقبرے کی تعمیر میں تین لاکھ روپیہ خرچ ہوا تھا۔ مقبرے میں یہ تاریخ کندہ ہے :

### تاریخ

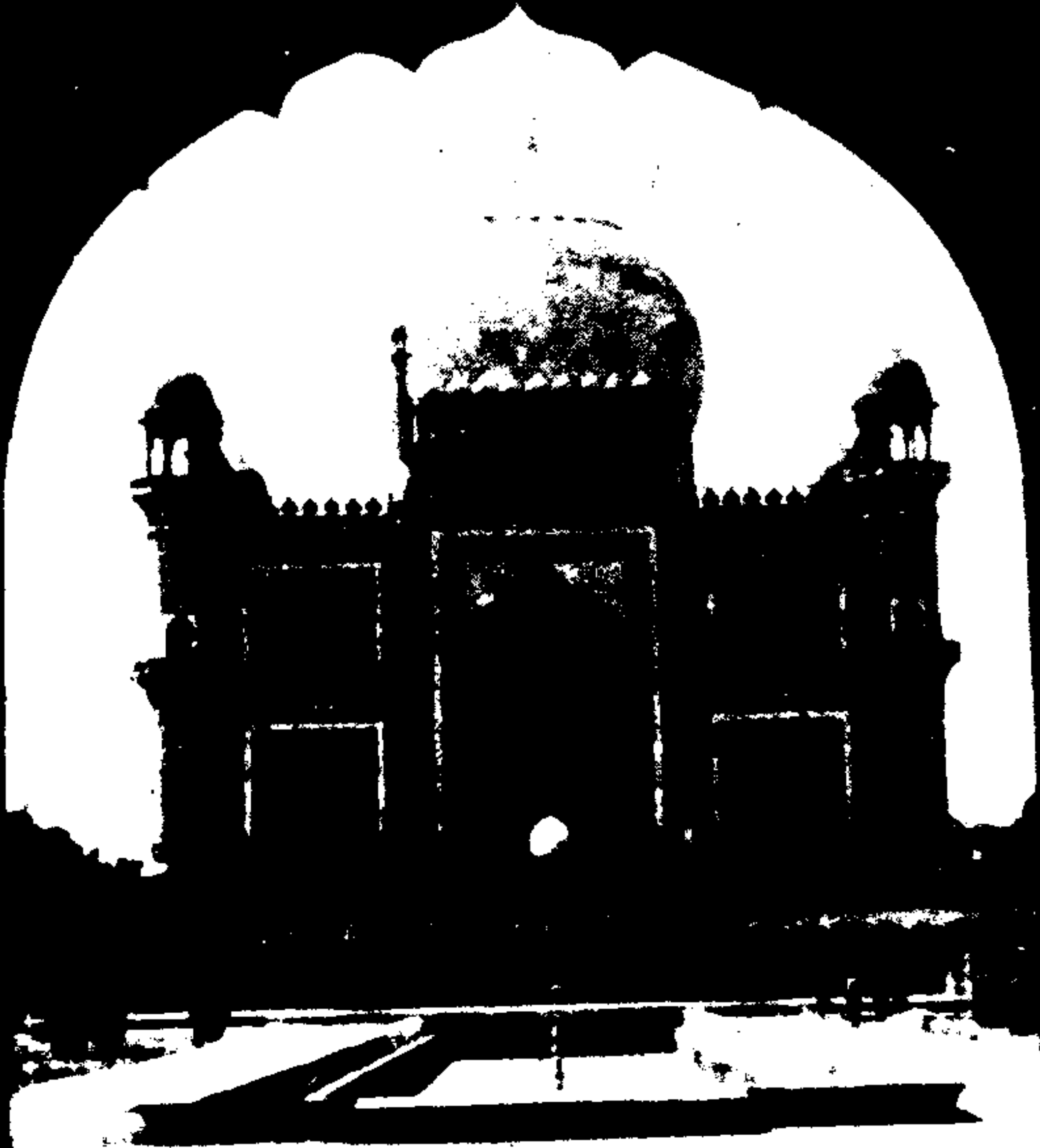
چوآن صفدر عرصہ مدھی  
زوار فنا گشت رحلت گزیں  
چنین سال تاریخ اوشد رستم  
کہ بادا مقیم بہشت بریں

(ص ۳۳۵)

## عزیز الدین محمد عالمگیر ثانی بادشاہ غازی کامزار

۱۸ ربیع الثانی ۱۱۷۳ ہجری (مطابق ۱۷۵۹ء) کو انھیں قتل کیا گیا اور ان کی لاش اوپر سے دریا کی طرف جھنکا کی۔ ریتی میں پھینک دی گئی۔ چھ گھڑی بعد ان کی لاش ایک کسان کو ملی۔ ہمایوں کے مقبرے میں انھیں دفن کیا گیا۔

(ص ۳۴۱)



صفدر جنگ کا مقبرہ



تہذیب و منزلت کا نکتہ



## مرزا مظہر جان جاناں کا مزار

ان کا مزار شاہ جہاں آباد میں شاہ غلام علی کی خانقاہ میں ہے۔ ۱۱۹۴ ہجری یا ۱۱۹۵ ہجری (مطابق ۱۷۸۰-۱۷۸۱ء) کے ماہ محرم میں انھیں قتل کیا گیا۔

(ص ۳۵۸)

## مرزا نجف خاں کا مزار

۸ جمادی الآخر ۱۱۹۶ ہجری مطابق ۲۲ اپریل ۱۷۸۲ء میں انچاس سال کی عمر میں شاہ جہاں آباد میں انتقال ہوا۔ انھوں نے شاہ مرداں کے قریب زمین خریدی تھی، وہیں مدفون ہوئے۔

(ص ۳۵۹)

## مولانا فخر الدین کا مزار

ان کا مزار سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی درگاہ کے دروازے کے قریب مسجد کے عقب میں ہے۔ ان کے مزار پر جو تاریخ مرقوم ہے اس سے پتا چلتا ہے کہ ان کا ۱۱۹۹ ہجری (مطابق ۱۷۸۲-۱۷۸۵ء) میں انتقال ہوا۔ تاریخ یہ ہے :

## تاریخ

بگذاشت فخر دین جون ہمان سرے فانی  
بر آستانہ جاداد آن قطب جادوانی  
سال وصال آن ماہ ازغیب جون بحسب  
تاریخ گفت ہاتف نورشید دو جہانی

۱۱۹۹ھ

(ص ۳۶۰)

## شاہ عالم بادشاہ کا مزار

ان کا مزار شاہ عالم بہادر شاہ کے مہجر کے متصل دہلی میں ہے اور ان کے سر ہانے تاریخ وفات کے یہ اشعار کندہ ہیں :

شد مہرِ اوجِ تاجوری در ترضیعِ خاک  
 دردا کہ از غبارِ کسوتِ اجل نہاں  
 یعنی کہ شاہ عالم عالم پناہ کرد  
 زیں عالم انتقال بہ نرہبت کہ جناں  
 سید نوشت خامنہ معجز طراز من  
 بیستی کہ سال آنست زہرِ مصرعی عیاں  
 ولے آفتاب روے زمین بودہ پیش ازین  
 شد آفتاب زیر زمین آہ و اہمال

۱۲۲۱ھ

(ص ۳۷۵)

## مجلسِ خسانہ

دہلی میں درگاہ شاہ مردان کے قریب یہ عمارت ہے۔ اسے محمد اکبر شاہ ثانی کے حکم پر عشرت علی خاں ناظر نے ۱۲۲۳ ہجری (مطابق ۱۸۰۸-۱۸۰۹ء) میں تعمیر کیا تھا۔ ہر سال محرم میں مسلمان یہاں اکٹھا ہوتے ہیں اور مرثیہ پڑھتے ہیں۔ اس وجہ سے اس عمارت کو مجلس خانہ کہا جاتا ہے۔ اس عمارت کی درج ذیل تاریخ تعمیر وہاں نصب ہے :

تاریخ

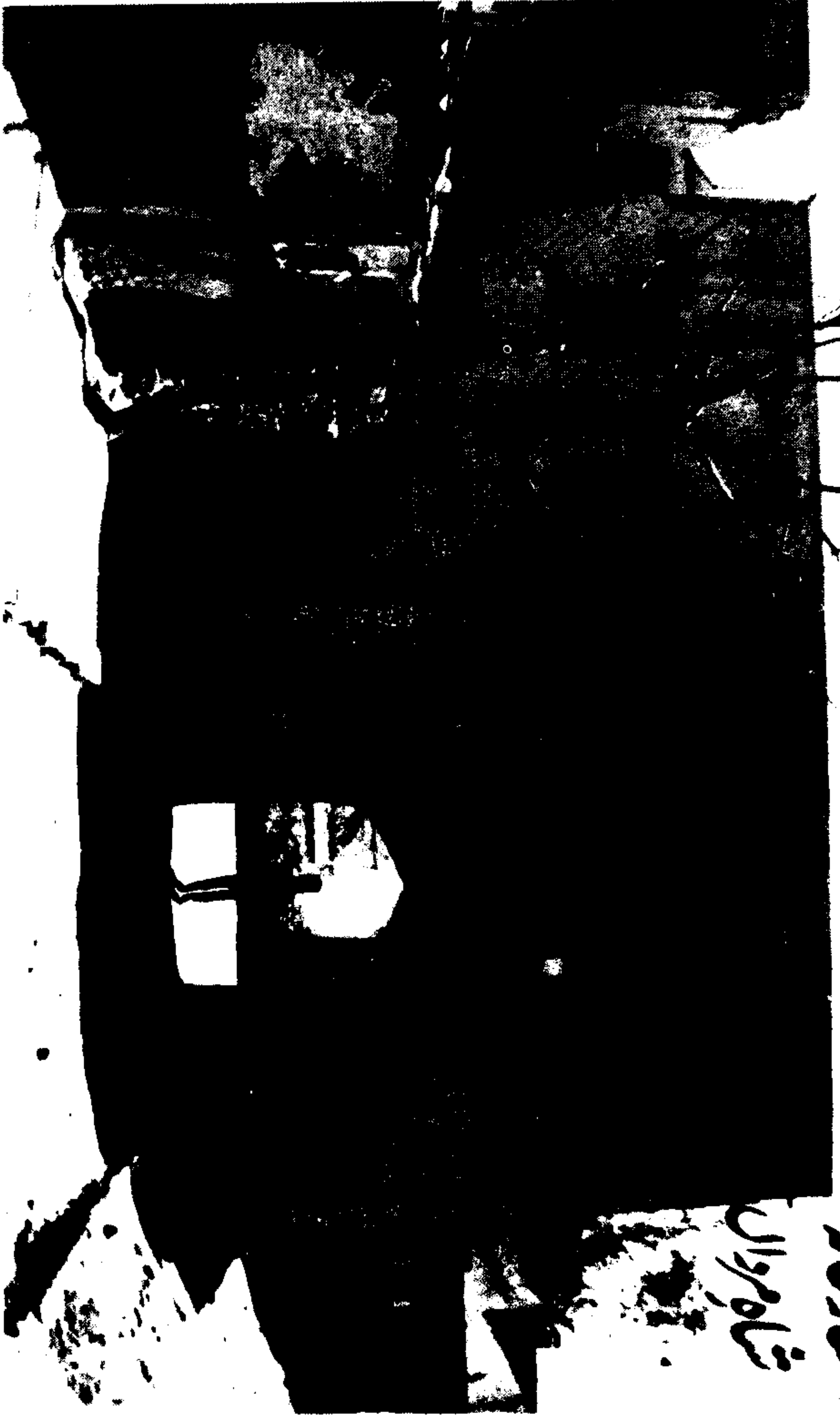
بہ درگاہ شاہ سنہ ۱۲۲۳ ہجری  
 علی شاہ مردان ولی خدا سے





مجلس خاندانہ عیثیت علی نقال





تعارف خانہ

شاہ مہر وال



پہ حکیم شہر اکبر نام ور  
پو عشرت علی خاں بیاراست جلے  
زید شدم سائل سال آں  
ہمیں زردرقم داد ناظر بناے

(ص ۳۷۶)

۱۲۲۳ھ

## نقار خانہ

ہیں عمارت (مجلس خانہ) کے سامنے نقار خانے کا دروازہ ہے جسے صادق علی خاں نے

۱۲۳۷ ہجری میں تعمیر کیا تھا

(ص ۳۸۰)

## شہزادہ مرزا جہانگیر کا مزار

۱۲۳۶ ہجری مطابق ۱۸۲۱ء میں الہ آباد میں انتقال ہوا۔ ان کی لاش دہلی لائی گئی۔ ان کا  
مزار مسجد نظام الدین اولیا کے صحن میں مگر محمد شاہ بادشاہ کے متصل ہے۔ ان کا اور محمد شاہ بادشاہ  
دونوں کے مگر سنگ مرمر کے اور ایک ہی انداز کے ہیں۔

(ص ۳۷۹)

## شاہ محمد آفاق کا مزار

یہ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کی اولاد میں اور شیخ ضیا الدین کے خلیفہ تھے۔  
۷ محرم ۱۲۵۱ ہجری (مطابق ۱۸۳۵ء) کو ان کا انتقال ہوا۔ شاہ جہاں آباد کے مضافات  
میں منل پورہ میں مدفون ہوئے۔

(ص ۳۹۱)

## اکبرشاہ ثانی کا مزار

ان کا اور ان کے باپ کا مزار شاہ عالم بہادر شاہ کے محجر کے قریب دہلی میں ہیں۔

(ص ۳۹۴)

# خلاصۃ التواریخ

مولفہ

منشی سجان رائے بھنڈاری

صوبہ دار الخلافت شاہجہاں آباد:

ہندی (غالباً سنسکرت سے مُراد ہے) اور فارسی تارہ نچوں کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ پُرانے زمانے میں ہندوستان کے فرمانرواؤں کی تخت گاہ ہستنا پور تھی۔ (یہ شہر) دریائے گنگا کے کنارے تھا۔ اس زمانے میں یہ شہر بہت وسیع اور کشادہ تھا۔ اگرچہ اب تک آباد ہے لیکن زیادہ آبادی نہیں ہے۔ (ص ۲۸)

شہر اندر پت:

پانڈوں اور کورؤں کی فرمانروائی کے زمانے میں ان دونوں فریقوں میں اختلاف اور تنازع پیدا ہو گیا۔ پانڈو ہستنا پور سے دریائے گنگا کے کنارے اندر پت شہر میں آگئے اور (اس شہر کو) اپنا دارالسلطنت بنالیا۔ (ص ۲۸)

شہر دلی:

عرصہ دراز کے بعد ۳۴۰ بکرماجیت میں راجا انگ پال نے اندر پت کے قریب شہر دلی



آباد کیا۔ (ص ۲۸)

### قلعہ رائے پتھورا:

اس کے بعد سنہ ایک ہزار دو سو اور کچھ بکرہ ماجیت میں اپنے نام سے قلعہ اور شہر بنایا۔  
سلطان قطب الدین ایبک اور سلطان شمس الدین التمش قلعہ رائے پتھورا میں رہے۔

(ص ۲۸)

### مرزغن:

(اس کے لغوی معنی دوزخ اور قبرستان کے ہیں)

سلطان غیاث الدین بلبن نے ۶۶۶ھ (۱۲۶۸-۱۲۶۷ء) میں ایک اور قلعے کی بنیاد رکھی۔  
اور اسے مرزغن کے نام سے موسوم کیا۔ (ص ۲۸)

### شہر کیلو کھڑی:

۶۸۶ھ (۱۲۸۸-۱۲۸۷ء) میں معز الدین کیتباد نے دریا سے جمنہ کے کنارے ایک اور  
شہر آباد کیا جو دل کشا عمارتوں پر مشتمل تھا اور کیلو کھڑی اس کا نام رکھا۔ چنانچہ کتاب قران السعدین  
(معز الدین کیتباد کی فرمائش پر امیر خسرو نے یہ مثنوی لکھی تھی جس میں کیتباد اور کیلو کھڑی کی مختلف  
عمارتوں کی تعریف ہے) میں امیر خسرو اس کی تعریف کرتے ہیں۔ (ص ۲۸)

### کوشک لعل اور کوشک سیری:

سلطان جلال الدین خلجی نے شہر کوشک لعل اور سلطان علاء الدین نے کوشک سیری نام سے  
شہر آباد کیا اور ان کو دارالسلطنت بنایا۔ (ص ۲۸)

### تعلق آباد:

۷۲۵ھ (۱۳۲۵-۱۳۲۴ء) میں سلطان غیاث الدین تغلق شاہ نے تعلق آباد نام سے

حضرت نبالہ



شہر بنایا۔ (ص ۲۸)

## قصر ہزار ستون :

(غیاث الدین تغلق) کے بیٹے سلطان محمد فخر الدین جو تانے (محمد شاہ تغلق) ایک اور شہر کی بنیاد رکھی اور ہزار ستون نام سے ایک بہت بلند قصر تعمیر کیا اور سنگِ رخام (سنگِ مرمر کے انداز کا سفید پتھر۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ سنگِ مرمر ہی ہوتا ہے) سے اسے بنایا۔ (ص ۲۸)

## فیروز آباد :-

۷۵۵ھ (۱۳۵۴ء) میں فیروز شاہ تغلق نے فیروز آباد نام سے ایک بڑا شہر آباد کیا اور جینا کو کاٹ کر قریب لے آیا۔ فیروز آباد میں ایک کوشک تعمیر کیا اور اس میں مینارہ جہاں نما بنایا۔ (ص ۲۸) اب تک ایک چھوٹی سی پہاڑی پر قائم ہے۔ عوام اس کو فیروز شاہ کی لاٹھ کہتے ہیں۔

## مبارک آباد :

سلطان مبارک شاہ نے مبارک آباد (نام کا شہر) آباد کیا۔

(ص ۲۸ - ۲۹)

## دین پناہ :

حضرت نصیر الدین محمد ہالیوں بادشاہ نے ۹۳۸ھ (۱۵۳۲ - ۱۵۳۱ء) میں اندرپت کے قلعے کی مرمت کی اور اس میں کچھ نئی تعمیرات کیں۔ دین پناہ نام رکھا اور اسے دارالخلافت مقرر کیا۔

(ص ۲۹)

## شیر شاہ کا شہر :

شیر شاہ افغان نے شہر ملائی کو کہ کوشک سیری کے نام سے مشہور تھا، ویران کر کے

ایک اور شہر کی بنیاد رکھی۔ (ص ۲۹)

## قلعہ سلیم گڑھ:

۱۵۲۷ء (۱۵۲۶-۱۵۲۷ء) میں اس (شیر شاہ سوری) کے بیٹے سلیم شاہ نے قلعہ سلیم گڑھ تعمیر کیا کہ جو آج تک دریاے جتنا کے بیچ میں شاہ جہاں آباد کے قلعے کے سامنے موجود ہے۔ اگرچہ ان فرمانرواؤں نے "جو شہر بھی آباد کیا" اسے دارالسلطنت بنایا لیکن دوسرے دارالخلافوں (ملکوں) میں ہندوستان کے حکمرانوں کا دارالسلطنت دہلی ہی مشہور تھا۔

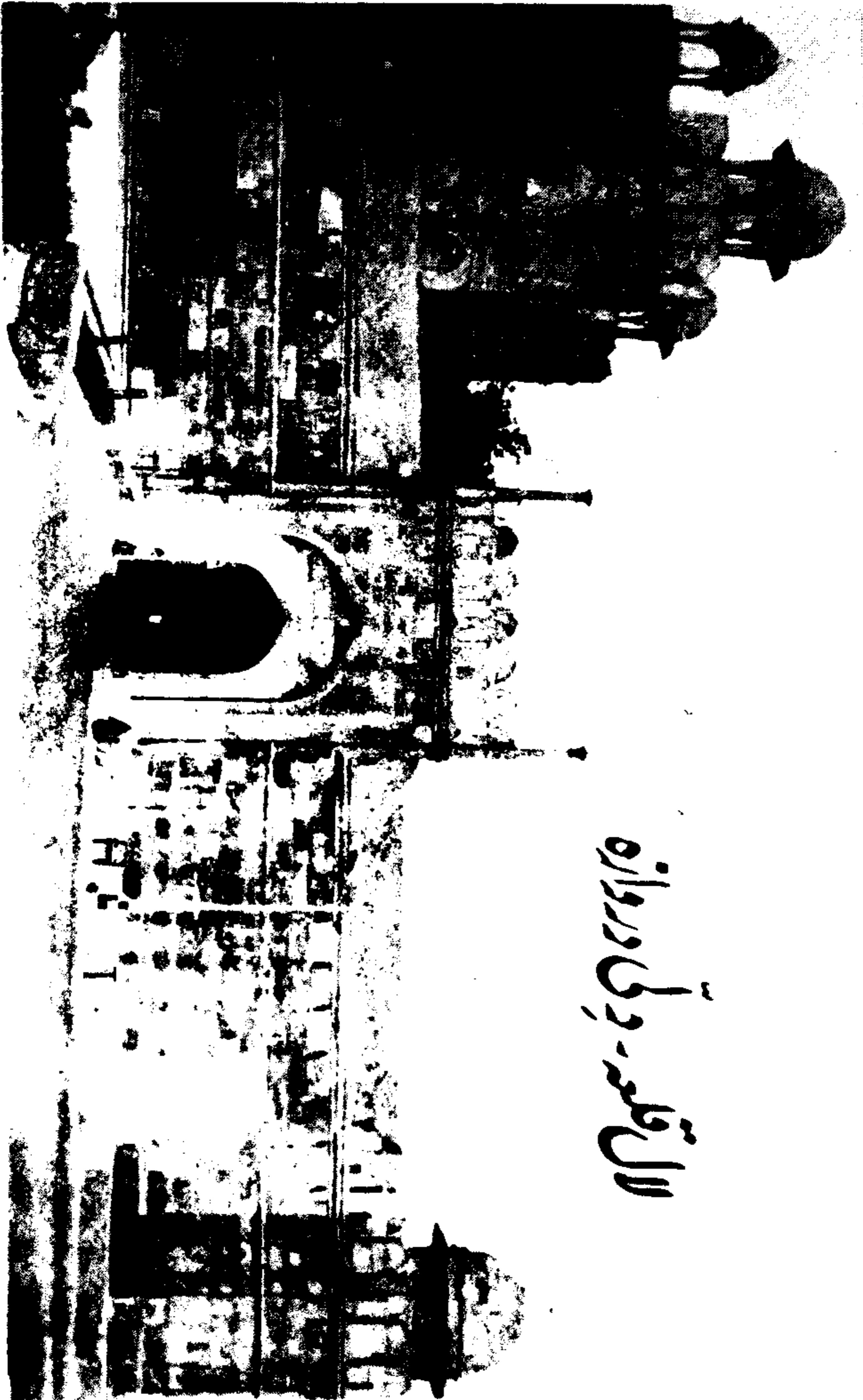
(ص ۲۹)

## شاہ جہاں آباد:

حضرت شہاب الدین محمد شاہ جہاں بادشاہ فازی صاحب قرآن ثانی نے اپنے بارہویں سال جلوس مطابق ۱۰۴۸ھ میں دہلی کے قریب ایک شہر آباد کیا اور شاہ جہاں آباد اس کا نام رکھا۔ اس شہر کے آباد ہونے سے قدیم بادشاہوں کے بنائے ہوئے تمام شہروں کی رونق ماند پڑ گئی اور (تمام شہر اس میں شامل ہو گئے) شاہ جہاں آباد نام سے مشہور ہو گئے۔ جس طرح کہ دریاے گنگا میں جب دوسرے دریا گرتے ہیں تو ان کا نام بھی دریاے گنگا ہو جاتا ہے۔ (ص ۲۹)

## لال قلعہ:

(اس شہر کا) قلعہ سنگ مرخ سے بہت مضبوط بنایا گیا۔ اور اس قلعے کی پاکیزہ اور طرح طرح کی فرحت بخش عمارتیں اور نشیمن اور عظیم الشان ایوان، بہتی ہوئی نہریں، بڑے بڑے تالاب و بیخ تو من، اونچے اونچے فوارے، سدا بہار باغ، پھلوں سے لدے درخت — ہر چیز جنت کی یاد دلاتی ہے اور ہر قطعہ فردوس معلوم ہوتا ہے۔ ہر قصر، قصر قیصری سے زیادہ خوبصورت لگتا ہے اور اس کا ہر ایوان، ایوان کسریٰ کی طرح دل کو لہجاتا ہے۔



سال قلم - جی دروازہ





چو جنت بر زمینش ہر مکانی  
 بود در ہر مکانی ، بوستانی  
 خیابانش چنان عشرت سرشت است  
 کہ گویا گوچہا، راہ بہشت است  
 ہوایش دل کشاؤ دل نشین است  
 طراوت خانہ زاد این زمین است

(قلعے کے گرد) ایک چوڑی خندق ہے جو اتنے صاف و شفاف پانی سے بھری ہوئی ہے کہ  
 اندھیری رات میں ریت کا ایک ایک ذرہ نظر آتا ہے (خندق کی) گہرائی کا یہ حال ہے کہ پھلیاں  
 ماہی زمین سے باتیں کرتی ہیں۔

در تہہ آبش ز صفا ریگ خورد  
 کور تواند بدل شب شمرد  
 عمق درو کار بجای رسید  
 کز تہہ آن گشت زمین نا پدید

مشرق کی طرف جتنا قلعے کی پابوسی کا شرف و افتخار حاصل کرتی ہے اور ہزار ہا آب و تاب  
 کے ساتھ بہتی ہے۔ کوہ سر مور کے پاس سے جتنا سے ایک نہر کاٹ کر لائی گئی ہے اور وہ  
 کوچوں اور باناروں سے گزر کر شہر کی رونق بڑھاتی ہے اور اہل شہر کو فیض پہنچاتی ہے۔  
 شاہی محل (لال قلعہ) میں داخل ہو کر یہ نہر تالابوں اور حوضوں کو بھرتی ہے اور باغوں کو  
 شاداب کرتی ہے۔ یہ نہر فواروں کے راستے باہر نکل کر عجیب و غریب منظر پیش کرتی ہے۔

(ص ۲۹)

## حصار شہر نیاہ:

شہر کی فصیل اینٹ اور پتھر سے بنائی گئی ہے۔ جس کا گھیر اتنا بڑا ہے کہ قیاس میں  
 بھی نہیں آسکتا۔ اس فصیل کے باہر اور اندر کی آبادی اتنی زیادہ ہے کہ بیان سے باہر ہے

روم و زنگ، شام و فرنگ، انگلستان (سجان رائے نے یہاں انگریز لکھا ہے) ولندیز، یمن و عربستان، خراسان و خوارزم، ترکستان و کابل، زابلستان، خطا و خستن، چین، کاشغر، قلمستان، تبت و کشمیر اور ہندوستان کے کونے کونے سے لوگ یہاں آکر آباد ہو گئے ہیں۔ ان سب لوگوں نے یہاں کی وہ زبان سیکھ لی ہے جو ہندوستان کی اصل زبان ہے اور اپنے پیشوں میں مصروف رہتے ہیں (غالباً سجان رائے کی مراد یہ ہے کہ یہاں کی زبان سیکھ کر اپنے کاروبار میں استعمال کرتے ہیں) یہاں آبادی کی ترتیب نثر کے ان فنون کی طرح ہے جو باہم مربوط ہوتے ہیں اور آبادی کا طریقہ نظم کے شعروں کی طرح ہے جو ایک دوسرے سے پیوست ہوتے ہیں۔ اس کی دلکش عمارتیں بہت خوب صورت اور تعمیرات فرح بخش جاں فزا ہیں۔

(ص ۳۰)

## دلی کے گلی کوچے:

اس کے کوچے خیابان گلشن کی طرح سجے ہوئے اور ہر محلے کے چوک باغ کی طرح خوب صورت اور دل فریب نظر آتے ہیں۔ ہر گھر میں سدا بہار باغ لگے ہوئے ہیں اور ہر کوچے میں پانی سے لبریز نہریں ہیں۔ اس کے بازار کی سڑکیں کہکشاں کی طرح دل آویز اور خوب صورت اور اس کی دکانیں دبروں کی ابروؤں کی طرح طربناک ہیں۔ (ص ۳۰)

## دلی کے بازار:

بازاروں میں ہر ملک کی نادر اور بہترین چیزیں اور ہر بندرگاہ کا سامان اور دنیا کی عجیب و غریب چیزیں موجود ہیں۔ بدنخشاں کے لعل، یاقوت، مروارید، مرجان، بہترین موتی اور چمکتے ہوئے قیمتی پتھر کی خرید و فروخت ہوتی ہے، اور طرح طرح کے ہتھیار، کھانے پینے کا سامان، قسم قسم کی دوائیں، عطریات اور آلات کی خرید و فروخت ہوتی ہے اور ہر ملک کے طرح طرح کے خشک و تر میوے، کھانے پینے کا شوق رکھنے والے لوگوں کے ذوق کی آسودگی ہوتی ہے عجیب و غریب ہاتھی بادرفنار گھوڑے، باربردار اور تیز رفتار ساڈنیاں ہزاروں کی تعداد میں فروخت ہوتی ہیں اور روز خرید و فروخت

کا ہنگامہ گرم رہتا ہے۔ گاہکوں اور دکان داروں کی غیر معمولی بھیر ہوتی ہے اور تجملاتِ بادشاہی کا سامان اور سلطنت کے کارخانہ جات کی ضروریات ایک ہی دن میں خریدی جاسکتی ہیں۔ ہزاروں سال کا ساز و سامان ذرا سی دیر میں خریدا جاسکتا ہے۔ (یہاں چار فارسی شعر دیے گئے ہیں)

ن ترک کیا جاتا ہے (ص ۳۰)

## جامع مسجد:

اگرچہ ہر کوچہ و بازار میں مسجدیں عبادت گاہیں، خالقا ہیں اور مدرسے تعمیر کیے گئے ہیں، جہاں لوگ دنیا و عقبیٰ کا سامان حاصل کرتے ہیں، لیکن ۱۰۶۰ھ مطابق ۲۳ سال جلوس شاہجہانی میں شہر کے بچوں بیچ ٹرخ پتھر سے ایک بڑی مستحکم جامع مسجد بنائی گئی ہے۔ (یہ مسجد اتنی بلند اور رفیع ہے کہ مؤذن کی آواز فرشتوں کے کانوں تک پہنچتی ہے اور اتنی وسیع ہے کہ اس میں ایک دنیا سما جائے۔ اس کے منبر کی بلندی سے شریعت کو عروج حاصل ہے، اس کی محراب سجدہ گاہِ اہل بیت ہے، اس کے گنبد، گنبدِ آسمان کی طرح بلند، اس کے مینار آسمان کی بلندیوں کو چھوتے ہیں۔ اس کے در اہل ہمت کے دروازوں کی طرح کشادہ، اس کے حجرے اربابِ ریاضت کی عبادت گاہ، اس کے برج اور نشیمن طالب علموں کی درس گاہ، اس کا صحن کدورت سے پاک صاف لوگوں کے دل کی طرح اور اس کا حوض حوصلہ مند لوگوں کی طرح فیض پہنچانے والا (یہاں فارسی کے تین شعر ہیں جنہیں چھوڑا جاتا ہے) (ص ۳۱)

## بادشاہی حمام:

سجان رائے نے حمام کی صرف شاعرانہ تعریف کی ہے اور کوئی کام کی بات نہیں بتانی اس لیے وہ عبارت ترک کی جاتی ہے۔ (خلیق) (ص ۳۱)

## شاہ جہاں آباد کی تعریف میں:

القصد یہ ایک شہر ہے جو بہت وسیع ہے اور دائر الخلافہ ہے اور بہت اقلیم کے سیاحوں کا

مرکز ہے۔ دنیا کی سیر کرنے والوں نے اتنا بڑا اور اتنی زیادہ آبادی والا شہر روئے زمین پر نہیں دیکھا۔ روم کا دار السلطنت استنبول اپنی وسعت کی وجہ سے مشہور ہے لیکن (شاہ جہاں آباد) کا عشر عشیر بھی نہیں ہے۔ قزوین اور اصفہان جیسے شہر جو والی ایران کے دار الخلافہ ہیں، لطافت و خوبی میں ان کی بہت شہرت ہے۔ اس کے ایک محلے کے برابر بھی نہیں ہے۔ یہاں کے شعرا و مظهر بلاغت و کمال اور فصحاء و بابہاں حال و حال نے اس شہر کی خوبیوں میں بے مثال نظم و نثر لکھی ہیں (عاشی سبحان راے نے یہاں دس فارسی شعر نقل کیے ہیں جنہیں ہم نے ترک کر دیا ہے)۔

(ص ۳۲)

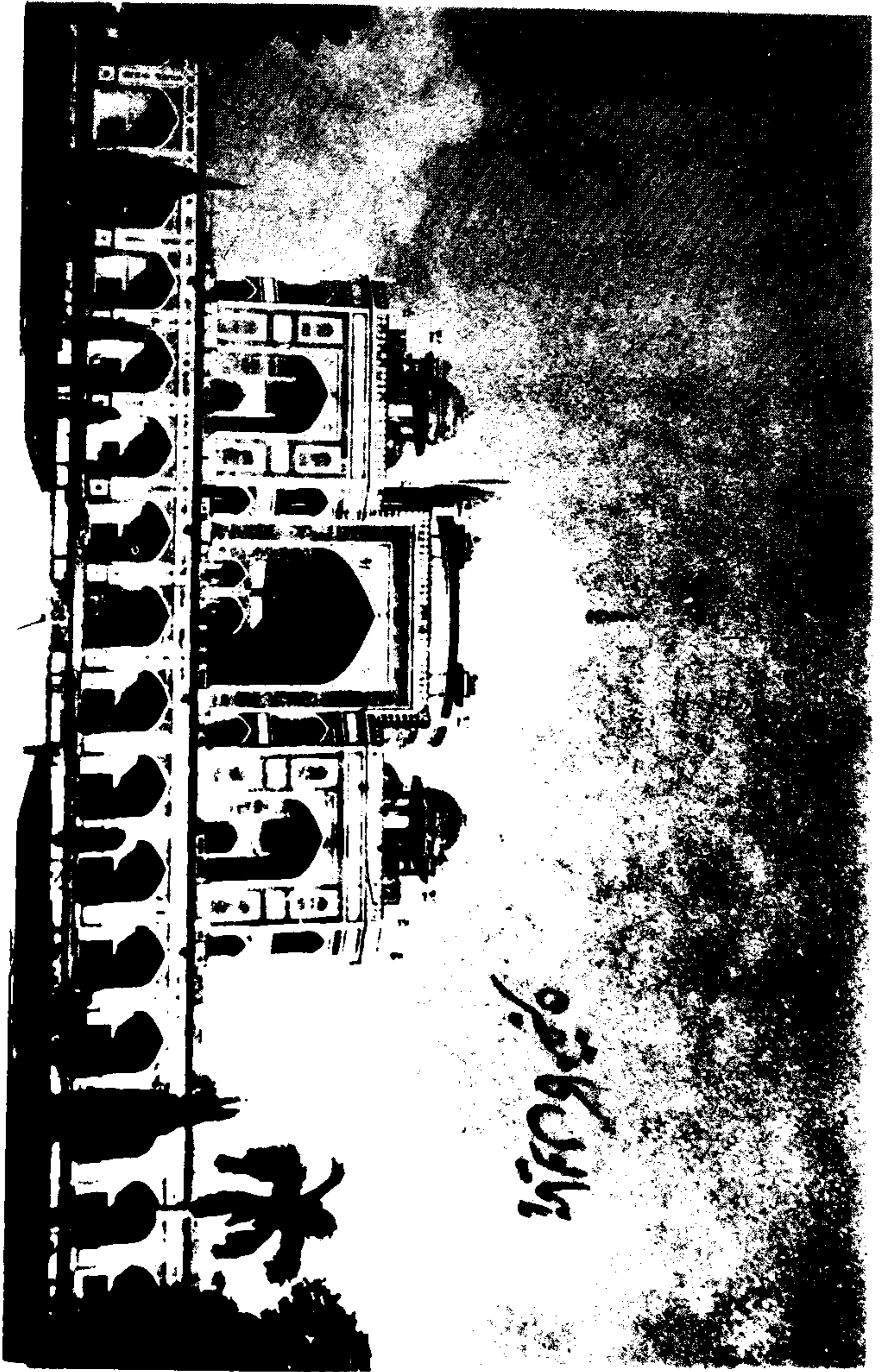
## مقبرہ ہمایوں:

اس بڑے شہر کے اطراف میں پرانے بادشاہوں کے بہت سے مقبرے ہیں لیکن سب سے زیادہ مشہور مقبرہ حضرت نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ کا ہے جو کیلو کھڑی کی قباد میں جمنائے کنا سے واقع ہے۔ (ص ۳۳)

## درگاہ حضرت خواجہ قطب الدین محمد بختیار کاکلی:

اپنے زمانے کے مشہور و معروف امرا، وزرا، علما اور فضلا کے مقبرے جن کے ساتھ باغ ہیں اور اتنی بڑی تعداد میں ہیں کہ ان کی گنتی نہیں کی جاسکتی۔ غرض گزرے ہوئے لوگوں کے خواب گاہوں کی ایک جداگانہ بستی ہے اور اسی طرح بہت سے اولیا کے متبرک مزارت اتنی زیادہ تعداد میں ہیں کہ انہیں ضبط تحریر میں نہیں لایا جاسکتا۔ انہی میں سے شہر سے دو تین کوس کے فاصلے پر خواجہ قطب الدین محمد بختیار کاکلی، بن خواجہ کمال احمد موسیٰ کی درگاہ ہے۔ کہتے ہیں کہ ان کا اصلی وطن فرغانہ ہے، لڑکپن ہی میں جذبہ الہی سے سرشار ہو گئے تھے۔ حضرت خضر سے ملاقات کا موقع ملا، جس کی وجہ سے دل کے آئینہ پر صیقل ہو گیا۔ اٹھارہ سال کی عمر تھی کہ خواجہ معین الدین چشتی نے خواب میں انہیں اپنی خلافت کا رتبہ عطا کیا۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکلی نے مسافرت اختیار کر لی۔ بغداد پہنچے اور شہر کے بہت سے





پاکستان



اولیاء سے فیض پایا اور پھر ملتان آگئے۔ یہاں شیخ بہاء الدین زکریا سے ملاقات ہوئی۔ سلطان شمس الدین التمش کے زمانے میں اپنے مرشد حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے دیدار کی آرزو پیدا ہوئی اور دہلی آگئے۔ مرشد حقیقی کو بھی الہام ربانی ہوا اور وہ ملاقات کے لیے اجیر سے دہلی تشریف لے آئے۔ درگاہ الہی میں بار پانے والے ایک دوسرے سے مل کر خوش ہوئے اور کچھ دن تک ساتھ رہے اور پھر خواجہ معین الدین اجیر چلے گئے اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے دہلی ہی میں سکونت اختیار کر لی اور لوگوں کو فیض پہنچایا۔ ایک مدت بعد ۱۲۴۳ ربيع الاول کی صبح ۶۳۳ھ میں اس دنیا کو خیر باد کہا۔ (ص ۳۳)

## مزار حضرت شیخ نظام الدین اولیا:

اس کے نزدیک ہی شیخ نظام الدین اولیا عرف محمد پور احمد دانیال (شیخ محمد احمد بن دانیال المعروف بہ حضرت شیخ نظام الدین اولیا) کا مزار مظہر انوار ہے۔ آپ کی غزنین میں ۶۳۳ھ (۱۲۳۵-۳۶) میں ولادت ہوئی۔ جب آپ سن رشد کو پہنچے تو بعض اتفاقات کی وجہ سے بدایوں آگئے۔ یہاں علوم ربی حاصل کیے۔ چوں کہ بحث و مباحثے میں وہ غالب رہتے تھے اس لیے نظام محفل مسکن کے نام سے مشہور ہو گئے اور بیس سال کی عمر میں قصبہ اجودھن (پاک پٹن) پہنچے۔ شیخ فرید الدین گنج شکر کے مرید ہو گئے۔ اس طرح گویا گنجینہ معنوی کی چابی ہاتھ آگئی۔ لوگوں کی رہنمائی کے لیے دہلی جانے کی اجازت حاصل کر لی۔ بہت سے طالبوں نے ان سے فیض پا کر اعلیٰ مرتبہ حاصل کیا۔ چنانچہ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی، دہلی میں امیر خسرو، بنگالہ میں شیخ علاء الحق اخی سراج، چندیری میں شیخ یعقوب، مالوہ میں شیخ کمال، دھارم میں مولانا غیاث الدین، اُتھن میں مولانا مغیث، گجرات میں شیخ حسام الدین اور دکن میں شیخ برہان الدین اور خواجہ حسن اور دیگر مقامات پر ان کے بہت سے دوسرے خلیفہ مشہور ہیں۔ ابھی تک ان میں سے ہر ایک کے خلیفہ اور اولاد ان علاقوں میں عوام کی رہنمائی میں مصروف ہیں۔ مختصر یہ کہ بدھ کے دن ۱۸ ربيع الثانی ۷۲۵ھ (۱۳۲۵ء) کی صبح دن پڑھے آپ انتقال فرما گئے۔ (ص ۳۳)



# توزکِ جہانگیری

مولفہ

مرزا محمد ہادی

سلیم گڑھ:

۱۸ تاریخ کو جمعرات کے دن ہم دلی پہنچے۔ سلیم خاں افغان نے اپنے عہدِ حکومت میں دریائے جمنائے کے بیچ میں ایک عمارت تعمیر کی تھی اور سلیم گڑھ اس کا نام رکھا تھا۔ ہم نے اس میں قیام کیا۔ ہمارے والد بزرگوار نے وہ 'مرتنی خاں کہ جن کا وطن اصلی دلی تھا' کو یہ عمارت دے دی تھی حضرت جنتِ آشیانی (ہمایوں بادشاہ) کے حکم سے خان مذکور نے دریا کے پاس پتھر کی ایک عمارت تعمیر کی جو بہت لطیف خوبصورت اور خوشنما ہے۔ اس عمارت کے نچلے حصے میں پانی سے متصل ایک مربع چوکھنڈی بنائی گئی ہے، جس پر کاشی کاری کا کام ہے۔ ایسی ہوا دار جگہیں بہت کم ہیں۔ جن دنوں حضرت جنتِ آشیانی دہلی میں تشریف رکھتے تھے تو اکثر اوقات اپنے مصاحبوں اور ہم نشینوں کے ساتھ وہاں بیٹھتے۔ میں چار دن اس عمارت میں رہا اور اپنے مقربوں اور دوستوں کے ساتھ شراب کی محفلیں سجائیں اور دادِ عیش و کامرانی دی۔

دہلی کے حاکم معظم خاں نے نذریں پیش کیں۔ دوسرے جاگیرداروں اور دوسرے لوگوں نے اپنی حیثیت کے مطابق نذریں پیش کیں۔

ہم چاہتے تھے کہ بلدہ مذکور کے مضافات پر گنہ پالم میں، جو شکار کے لیے مقرر ہے، ہاتھ ڈال کر شکار کریں اور کچھ دن اس شکار میں مشغول رہیں۔ ہمیں بتایا گیا کہ اگرے پہنچنے کی





گھڑی (جیوتیش کے حساب سے) بہت قریب آگئی ہے اور پھر قریبی زمانے میں وہ گھڑی نہیں آئے گی۔ ہم نے (شکار کا) ملتوی کر دیا اور کشتی میں بیٹھ کر دریا کے ذریعے (اگرے کے لیے) روانہ ہو گئے۔

(ص ۶۵)

# عمل صالح

## الموسوم بہ

### شاہ جہاں نامہ

(جلد سوم)

تصنیف : محمد صالح کنیو

ترتیب و تحشیہ : ڈاکٹر غلام یزدانی  
 ترمیم و تصحیح : ڈاکٹر وحید قریشی  
 اردو ترجمہ : ڈاکٹر ناظر حسن زیدی

## دلی کی نہر

سلطان فیروز شاہ (تغلق) نے اپنے عہد حکومت میں پرگنہ خضر آباد سے سفیدوں جو اس کی ٹکانگاہ  
 تھی، تک ایک نہر بنائی تھی۔ یہ نہر تیس کوس لمبی تھی۔ فیروز شاہ کی وفات کے بعد وقت گزرتا گیا۔ زوبت  
 یہاں تک پہنچی کہ نہر مٹی سے اٹ گئی، اور بند ہو گئی۔ حضرت عرش آشیانی (اکبر بادشاہ) کے عہد میں  
 دہلی کے صوبے دار شہاب الدین خاں نے نہر مذکور کی مرمت کرا کے اسے جاری کیا۔ اس کے

انتقال کے بعد کسی اور نے (نہر کی) تعمیر اور ترمیم کی طرف توجہ نہیں کی (بادشاہ) کے حکم کے مطابق منج سے لے کر شاہجہاں آباد تک نہر کے راستے میں اونچی نیچی زمین کو ہموار کیا اور اس کے کناروں کو سفیدوں تک کہ تیس کوس کا قدیمی فاصلہ ہے لائے اور وہاں سفیدوں) نہی نہر کھود کر (شاہجہاں آباد کی) عمارتوں تک پہنچا دیا۔

(ص ۲۱-۲۲)

## شاہجہاں آباد کی عمارتیں

بنیاد رکھنے کی تاریخ سے لے کر پندرہ جمادی الاول سال مذکور ۱۰۴۹ ہجری (مطابق ۱۶۳۹ء) میں چار مہینے دوروز تک غیرت خاں نے بڑی محنت اور تاکید سے کام کروایا۔ مسالہ اکٹھا کیا گیا اور بعض جگہوں پر بنیادیں اٹھائی گئیں۔ جب ٹھٹھے کی صوبے داری پر اس کا تقرر ہوا تو اللہ وردی خاں دلی کا صوبے دار مقرر ہوا۔ اس کے زمانے میں دریاے جمنا کی طرف قلعے کی دیوار بارہ ذراع (گز) اٹھادی گئی اور اس کے بعد محکومت خاں کی صوبے داری کا زمانہ آیا۔ اس نے اپنے زمانے میں بڑی کوششوں سے جلوس کے بیسویں سال میں اس مبارک کام (عمارتوں کی تعمیر) کو مکمل کر دیا۔ اس وقت شاہجہاں بادشاہ کابل میں تھے، انھیں عمارتوں کی تکمیل کی اطلاع دی گئی، انھوں نے حکم دیا کہ نجومیوں سے کوئی مبارک ساعت نکلا کر عرض کریں تاکہ بادشاہ اس گھڑی دلی کے قلعے میں داخل ہوں۔ . . . . . ماہر اختر شناسوں نے بہت غور و فکر کے بعد چوبیس ربیع الاول مطابق ۲۰ فروری ۱۰۵۸ ہجری (مطابق ۱۶۴۸ء) تجویز کی۔ چوں کہ تجویز کردہ تاریخ میں ابھی دن تھے اس لیے بادشاہ کابل سے دلی آئے۔

(ص ۲۲)

## شاہجہاں آباد

(ایک دن شاہجہاں نے سوچا کہ دو بڑے شہر آگرہ اور لاہور ہیں۔ ان میں رومۃ الکبریٰ کی عظمت اور قسطنطنیہ کی شوکت ہے لیکن ان دونوں شہروں میں کچھ نقص ہیں۔ جمنا کے کنارے آباد ہونے





..... بادشاہ نے بڑے سلیقے سے عالی شان اور اونچی اونچی عمارتیں، محل اور عجیب و غریب نشیمن اور خوب صورت باغ بنائے، وہاں نہریں جاری کیں اور درخت لگائے..... اس قلعے کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ جب اس کی بنیاد رکھی گئی تھی، اس وقت سے لے کر آٹھ سال تک بڑی جدوجہد کے بعد یہ مکمل ہوا۔ اب تک اس کی تعمیر پر پچاس لاکھ روپے اور اتنی ہی رقم قلعہ مبارک کی دوسری عمارتوں پر خرچ ہوا ہے۔ اس قلعے کے چار دروازے، دو کھڑکیاں اور اکیس برج ہیں۔ ان برجوں میں سے سات گول اور چودہ ہشت پہلو ہیں۔ فصیل کا انداز بغدادی مٹمن کا ہے۔ ہزار گز لمبی، چھ سو گز چوڑی اور پچیس گز زمین سے اونچی ہے۔ اس کی وسعت چھ لاکھ گز اور اس کا محیط چھ ہزار تین سو گز ہے۔ فصیل، آسمان سے باتیں کرتے ہوئے، برج، کنگرے اوپر سے نیچے تک سب لال پتھر کے بنے ہوئے ہیں۔ سنگتراشوں نے اس طرح سلوں کو ایک دوسرے سے پیوست کیا ہے کہ ناخن سے ٹٹولنے کے باوجود دراز محسوس نہیں ہوتی۔

(ص ۲۴)

## لال قلعے کی اندر کی عمارتیں

بادشاہ کے محل کی تمام عمارتیں یعنی شمالی برج، باغ ازم کے انداز پر بنا ہوا باغ حیات بخش اور بادشاہ کی آرام گاہ مقدس یعنی شاہ محل، طلائی برج، امتیاز محل اور اُس کے پاس کی دوسری عمارتیں، نواب قدسیہ کی خواب گاہ، زمان بیگم اور دوسری بیگمات کے مکانات ایک راستے پر ترتیب سے واقع ہیں۔ مشرق کی طرف سے (فصیل) بارہ گز اونچی ہے اور دریا اور صحرا کے قریب ہے اور مغرب کی طرف باغ، باغیچے، نہریں، مکمل سنگ مرمر کے بنے ہوئے صاف شفاف تالاب بنے ہوئے ہیں۔ ہر تالاب کا فرش رنگین، پرچین کار پتروں سے بنا ہوا ہے اور ہر ایک عمارت کی چھت اور دیوار اس طرح سنہری، منقش اور رنگین بنایا ہے کہ اس کی تعریف کے لیے الفاظ نہیں..... ایسا محسوس ہوتا ہے کہ زمین پر جنت اتر آئی ہے بلکہ یہ عمارتیں روشنی بہشت ہیں..... شیش محل کی چمک دمک کا یہ حال ہے کہ فرشتوں کی نظریں بھی پھسل جاتی ہیں۔

(ص ۲۵)



## شاہ نہر

نہر کوثر کی طرح (قلعے کی) نہر کو بادشاہ کے حکم سے نہر بہت کہتے ہیں۔ شاہ نہر کی طرح تمام باغوں کے درمیان سے گزرتی ہے اور آب حیات کی طرح فیض پہنچاتی ہے۔ ہر... نشیمن کے باہر اور اندر حوضوں میں آبشار بن کر گرتی ہے اور فوارہ بن کر نکلتی ہے۔..... ہر نشیمن کے آگے ہرے بھرے باغ جن پر سبزے کا فرش بچھا ہوا ہے۔

(ص ۲۶)

## غسل خانہ

ان عمارتوں سے متصل غسل خانے کی عمارت ہے جو بہت وسیع اور کشادہ ہے..... اس کے قریب نفیس حمام ہے..... غسل خانے کی عمارت کی چھت کو فرنگ اور روم کے انداز کی بیلوں سے سجا یا ہے..... اس کی تعمیر پر نو لاکھ روپیہ خرچ ہوا ہے۔ دیواروں پر بہت خوب صورت نقش و نگار بنائے گئے ہیں۔

(ص ۲۷)

( میں نے یہاں تک ترجمہ کیا تھا کہ 'عمل صالح' کا وہ اردو ترجمہ مل گیا جو ڈاکٹر ناظر حسین زیدی نے کیا ہے اور جو ۱۹۷۴ء میں لاہور سے شایع ہوا تھا۔ چوں کہ 'عمل صالح' کی متعلقہ عبارت بہت گنگناک اور شاعرانہ ہے، اس لیے میں نے جو ترجمہ کیا تھا اس کے بعد ناظر حسین زیدی صاحب کا ترجمہ شامل کر دیا ہے جو یہاں سے شروع ہوتا ہے۔ — خلیق انجم )

## باغ حیات بخش

باغ حیات بخش جنت کے باغوں کا نمونہ ہے۔ اس کی کشادہ روشیں سرسبز و شاداب درخت

لالہ گل کی رونق اور ایوانوں کی دلفریبی کا یہ عالم ہے کہ باغ بہشت نظر سے گر جاتا ہے۔ نہروں کا پانی ہر طرف پڑا بہتا ہے۔ جا بہ جا چشمتے ہیں جن کے سامنے چمڑے حیوان کو بیچ سمجھیے۔ راقم نے پہلے بھی اس کا کچھ حال لکھا تھا، لیکن زبانِ قلم تمک گئی اور الفاظ کوتاہی کر کے رہ گئے۔ اب بھی یہی کیفیت ہے تاہم بطور اختصار دو چار جملے لکھنا مناسب ہے۔ نہایت خوش وضع بوستاں ہے جس کا سبزہ ہلہا کر پھولوں کا منہ چومتا ہے۔ پتہ پتہ اتنا شاداب کہ محل کی نرئی اس کے آگے نکل۔ سبزہ نورستہ کی طراوت نوجوانوں کے سبزہ عطر کو یاد دلاتی ہے، یایوں سمجھیے کہ صفحہ قرطاس پر کسی ماہر خوش نویس نے خطِ غبار میں عبارت تحریر کر دی ہے۔ باغ میں اس سرے سے اس سرے تک پھولوں سے لدے ہوئے درخت سر جوڑے کھڑے ہیں جو کثرتِ گل کے سبب گلدستہ معلوم ہوتے ہیں۔ ہر چمن میں سنبل کے پودے اس طرح زلفیں بکھرے ہوئے ہیں کہ نازنینانِ نازک بدن کی الجھی ہوئی زلفیں نظر میں پھر جاتی ہیں۔ اونچے اونچے پھل دار درخت شانے سے شانہ ملا کر یوں کھڑے ہوئے ہیں کہ آسمان نظر نہیں آتا۔ سیر کرنے والے گھنٹوں یہاں پھرتے ہیں لیکن جی نہیں بھرتا۔ دل چاہتا ہے کہ قیامت تک یہیں رہ جائے، کیوں نہ ہو، سیاحوں نے سیکڑوں ملکوں کی سیر کی، لیکن ایسا خوش وضع باغ، سبزہ شاداب، گھنے اور تناور درخت، سبزہ گل کے درمیان بہنے والی کوثر و تسنیم جیسی نہریں، غرض یہ بے نظیر مناظر کہیں نظر نہ آتے۔ حضرت صاحبِ قرآن ثانی کی طبعِ خدا داد اور حسن نیت کی برکت سے یہ باغ اتنا دلفریب ہے کہ تصور نہیں ہو سکتا۔ سیاح گواہی دیتے ہیں کہ ایسا خوش منظر باغ روئے زمین پر کہیں دیکھنے میں نہیں آیا۔ اشعار (آزاد ترجمہ)

چمن سے بھرا باغ گل سے چمن  
کہیں زنگس و گل، کہیں یاسمن  
چمن آتش گل سے ڈہکا ہوا  
ہوا کے سبب باغ مہکا ہوا  
پڑی آبِ جوہر طرف کو ہے  
کریں قریاں سرو پر چہچہے

گلوں کا لبِ نہر پر جھومنا  
 اسی اپنے عالم میں منہ چومنا  
 وہ جھک جھک کے گزنا خیابان پر  
 نئے کا سا عالم، گلستان پر  
 صدا ققروں کی بطوں کا وہ شور  
 درختوں پہ بگلے منڈیروں پہ مور

(اردو ترجمہ ص ۵۰۴)

## حوض اور نہریں

اس باغ کا جو قدرتِ خدا کا بہترین نمونہ ہے۔ ایک وصف یہ ہے کہ ہر جگہ چھوٹی چھوٹی نہریں بہتی ہیں۔ آبشاروں کی صدا آتی ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے باغ بہشت کے درختوں کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ جاہِ جان حوض اور تالاب ہیں جنہیں دیکھ کر کوثر و تسنیم پانی پانی ہو جائیں۔ بالخصوص ساٹھ گز مربع وسطی حوض جو چشمہ آفتاب سے زیادہ پُر نور ہے، اُسے دیکھتے تو قدرت پروردگار نظر آتی ہے۔ چاروں طرف رنگ رنگ کے پھول کھلے ہیں جن کا عکس پانی میں پڑ کر نگار خانہ چین کو شرماتا ہے۔ صاف ستھرا پانی ذائقے میں اتنا شیریں کہ دجلہ و فرات آ کر اُس سے زکوٰۃ کے طالب ہوتے ہیں۔ تنہرا ہوا پانی آبِ حیات سے زیادہ پاکیزہ۔ حوض کے اندر چاندی کے ۴۹ فوارے ہیں جن کا پانی اچھل اچھل کر سحابِ رحمت کی طرح موتی نکالتا ہے۔ دیکھنے والے کی عقل حیران رہ جاتی ہے۔ حوض کے گرد اگر ۱۱۲ فوارے اور ہیں جو حوض پر جھکے ہوئے ہیں۔ ان کا پانی اچھل کر خم دار دھار سے حوض میں گرتا ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے سیکڑوں ہلال ہیں جو چشمہ آفتاب پر جھک رہے ہیں۔ باغ کے چاروں ضلعوں پر سُرخ پتھر کی بیس بیس گز چوڑی روشیں ہیں جن کے پہلو میں چھ گز چوڑی صاف شفاف نہر جاری ہے۔ اس میں بھی تیس فوارے ہیں جن کا پانی اچھل اچھل کر موتی برساتا ہے۔ نہر کی آب و تاب کی یہ کیفیت کہ کہکشاں اُس سے کسب نور کرتی ہے۔ ہر شخص اسے دیکھ کر مجھیرت رہ جاتا ہے۔ اس فردوسِ منظرِ باغ کے دائیں بائیں بازوؤں میں دل فریب عمارتیں اس خوش نمانی

کی ہیں کہ انھیں دیکھ کر بلیقیس کا تخت اور سلیمان علیہ السلام کا سریر یاد آتا ہے۔ اتنی خوش وضع و دلکش ہیں کہ روئے زمین پر جواب نہیں۔ ان کے برابر سے نہروں کا پانی یوں بہتا ہے جیسے جبرئیل امین کے لبوں سے چستہ زندگی جاری ہو۔ دونوں عمارتوں کے درمیان حوض ہیں جن کے پانی کو دیکھ دیکھ کر چستہ حیواں دست افسوس مٹتا ہے۔ حوضوں کا پانی چبوتروں کے اوپر سے بہہ کر آبشار کی صورت میں ڈیڑھ گز نیچے گرتا ہے۔ یہاں طاقتوں میں دن کے وقت طلائئ پھولوں سے بھرے ہوئے گلدان اور رات کو کافوری شمعیں روشن رہتی ہیں۔ پانی کی چادر میں سے ان گلدانوں کا سنہرا رنگ اور شمعوں کی روشنی پھوٹ پھوٹ کر یوں نکلتے ہیں کہ نظر کام نہیں کرتی۔ دیکھنے والے ٹٹھک کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ چمک دمک کا یہ حال ہوتا ہے کہ دانا اور نادان سب بے خود ہو کر رہ جاتے ہیں۔

### نظم (ترجمہ)

آبشار کا پانی اور شمعوں کی چمک دیکھنے کے بعد نگاہ یہ  
چاہتی ہے کہ آنکھ میں نہ جائے بلکہ وہیں جم جائے۔ اس کی آب و  
تاب دیکھ کر آفتاب کی آنکھ روشن ہوتی ہے۔ آئینے پر عکس پڑ جائے  
تو سورج کی مانند چمکنے لگے۔ پانی کی صفائی کے سبب یہ کی چیزیں  
صاف نظر آتی ہیں۔ شیشے بلکہ جاب کی طرح شفاف ہے۔

(اُردو ترجمہ ص ۵۰۳-۵۰۵)

مشرق کی طرف چھبیس گز چوڑا بانچہ ہے جو فصیل کے طول تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کی دیواریں ڈیڑھ گز اونچی ہیں۔ اس میں عین لب دریا تین عمارتیں ہیں جو صاف و شفاف سنگ مرمر کی بنی ہیں۔ ان کی صباحت صبح کی سفیدی کو شرماتی ہے۔ یہاں کی فضا اتنی پاکیزہ و لطیف ہے اور یہ عمارتیں ایسی خوش وضع ہیں کہ دیکھنے والے فریفتہ ہو جاتے ہیں۔ سنگ مرمر کی دیواریں اور چھتیں آئینے کی طرح چمک دار اور سیم بر معشوقوں کے سینے کی مانند دلفریب ہیں۔ تینوں عمارتوں کی دیواروں اور چھتوں پر ماہر چابک دست نقاشوں نے ایسے نزاکت بھرے بل بوٹے بنائے ہیں اور اس کا رنگیری اور ہنرمندی سے کام کیا ہے کہ سینوں کے خال و خطا کی خوبصورتی

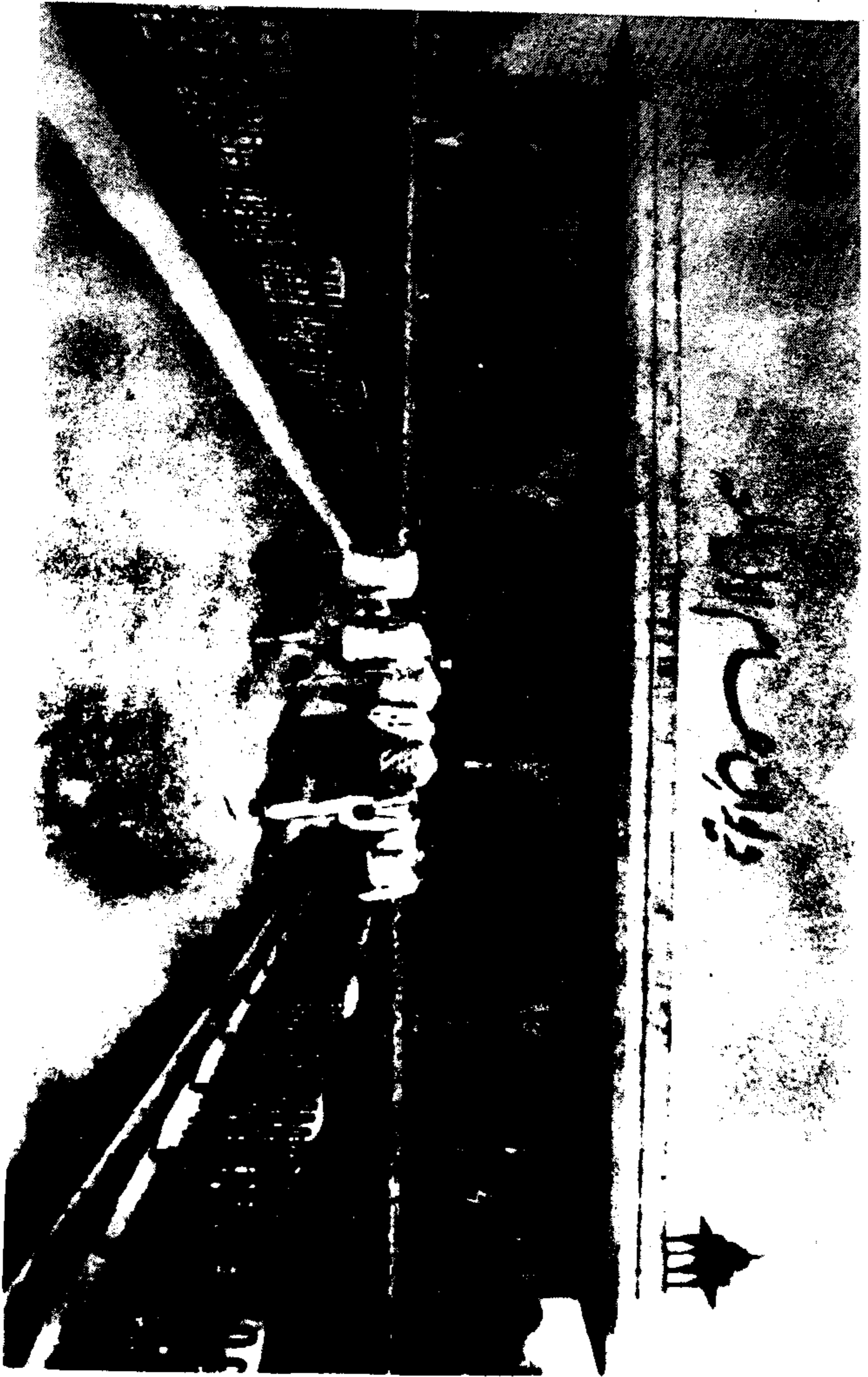
اُن کے آگے بیچ ہے۔ نہ زبان کو یہ قدرت ہے نہ قلم کو یہ طاقت کہ ان رنگین منقش عمارت کی تعریف کر سکے، جو آرائش و زیبائش میں چرخِ نیلی قام سے کہیں زیادہ خوشنما ہیں۔

### نظم (ترجمہ)

ان مکانوں کی دل کشائی کے سامنے بہت کی رونق بیچ  
معلوم ہوتی ہے۔ درو دیوار پر اتنے خوشنما گل بوٹے نقش ہیں  
کہ یہاں آکر دیوار کی طرف منہ کر کے بیٹھنا مناسب ہے۔  
ان کے تین طرف باغات ہیں، چوتھی جانب جینا بڑے  
لطف سے بہتی ہے۔ اس کی موجیں حسینوں کی زلفوں کی طرح  
دل فریب ہیں۔

دریائے جینا کی کیا تعریف کی جائے۔ پانی اتنا شفاف ہے کہ اس کی لطافت دیکھ دیکھ کر جھجھک اور فرات اشکِ ندامت بہاتے ہیں۔ پاٹ اتنا چوڑا ہے کہ دریائے نیل اور سندھ اس کے سامنے پانی بھریں۔ درمیانی عمارت کے وسط میں حوض ہے۔ گہرائی تو کم ہے لیکن اس کی وضع بوقریباً مدور ہے۔ کمال خوش نمائی رکھتی ہے۔ کئی بند ہیں جن کے سوراخوں سے پانی اُچھل کر بہتا ہے۔ فواروں کا تماشا ایسا دل فریب ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ حوض کے چاروں حاشیوں پر سے پانی بہ رہا ہے۔ آبشار کی شکل میں ایک اور حوض میں گرتا ہے جو سنگِ مرمر کی ایک چٹان میں سے سالم تراشا گیا ہے۔ اس کے حاشیوں پر خوش نما پرچین کاری کی گئی ہے۔ آبِ رواں اس حوض کو بالک کرتا ہوا زیریں نہریں آملتا ہے۔ یہ صاف شفاف حوض سنگِ مرمر کی جس چٹان میں سے تراشا ہے وہ مکرانہ کی کان میں سے نکلی تھی۔ حضرت کے حسبِ الحکم اس میں سے چار گز لمبا، چار گز چوڑا، ڈیڑھ گز گہرا حوض تیار کیا گیا جو عجیب و غریب شے ہے مکرانہ سے دہلی تک سو کوس فاصلہ ہے۔ سیکڑوں منصوبوں اور حکمتوں سے یہ راستہ طے کر کے اُسے یہاں لا کر نصب کیا۔ قصر شاہی میں بہت سے حوض ہیں لیکن ان میں یہ بات کہاں۔ فرہاد فن سنگ تراشوں نے اس خوبی سے تراشا ہے کہ ساہا سال کی محنت کے بعد بھی اس کی نظیر تیار ہونا ممکن نہیں۔ دولت خانے کے نشیمنوں اور دوسری عمارتوں میں بھی شاہ نہر (نہر بہشت) کے پانی سے حوض اور آبشار







بریز رہتے ہیں۔ امتیاز محل کا بڑا حوصن اور باغ حیات بخش کا حوصن بھی خوش نمائی و خوش وحشی میں شہرہ آفاق ہیں اور ان کی مکرر تعریف بے محل ہوگی، لیکن دریائے جمنا کے کنارے والی یہ عمارتیں، حوصن اور آبشار اتنے دل کش ہیں کہ انھیں رونق دہر کہنا زیبا ہے۔ ایسی پاکیزہ، صاف ستھری و لغریب عمارات دنیا میں تو کیا بہشت میں بھی نہ ہوں گی۔ انھیں تمام نشیمنوں پر فوقیت حاصل ہے۔

(اُردو ترجمہ ص ۵۰۵-۵۰۶)

## امتیاز محل

دولت خانے کی سب سے بڑی عمارت امتیاز محل ہے۔ یہ مکان پچاس گز لمبا، چھبیس گز چوڑا ہے۔ اس کی زیب و زینت، نقش و نگار کی دل فریبی، کرسی کی بلندی، غرض ہر لحاظ سے اتنا خوش نما ہے کہ بہشت کے غرفے اور قصور اس کی ہمسری سے قاصر ہیں۔ گنبد اور کلس جن پر سونے کا پانی چڑھا ہوا ہے، خوش نمائی میں اصناف کرتے ہیں۔ اس میں ایک طرف درشن کا جھروکا ہے جس میں بیٹھ کر حضرت اپنا درشن دینے اور رعایا کی آنکھوں کو روشن کرتے ہیں۔ اس کے نیچے ذرا فاصلے سے جمنا بہتی ہے۔ دوسری طرف جھروکا خاص و عام واقع ہے۔ اس کی صفات تحریر کرنا امکان سے باہر سمجھ کر بارگاہ خاص و عام چھتے ہوئے بازار اور شہر کی آبادی کا حال لکھتا ہوں۔

(اُردو ترجمہ ص ۵۰۷)

## دیوان عام

دیوان عام، امتیاز محل سے مغرب کی جانب واقع ہے۔ یہ مکان جو بارگاہ سلیمان اور ایوان نوشیرواں پر فوقیت رکھتا ہے اور امتیاز محل کے بائیں جانب سے متصل ہے، سراسر سنگ سرخ سے بنا ہے۔ اس پر سفید سنگ مہتابی کی سلیں چڑھائی گئی ہیں جنھیں ماہر مہاروں نے رگڑ کر ایسا چمکا دیا ہے کہ منہ نظر آتا ہے۔

(اُردو ترجمہ، ص ۵۰۸)



## بھروکہ خاص و عام

دیوانِ عام کی چھت سے بلا ہوا بھروکہ خاص و عام ہے، جہاں اہل عالم حاضر ہو کر جبینِ نیاز جھکاتے اور اپنی مرادیں پاتے ہیں۔ یہ بھروکہ چار گز لمبائیں گز چوڑا ہے۔ بنگلے کی سی وضع ہے، جو چار ستونوں پر قائم ہے۔ بنگلے کے پیچھے سات گز لمبی ڈھائی گز چوڑی نشست گاہ ہے، جس میں رنگین پتھروں کی پرچین کاری ہے۔ چابک دست نقاشوں نے اس پر ایسے رنگین خوش و منجیل بوٹے بنائے ہیں کہ آفتاب و مہتاب شرمندہ ہو کر منہ چھپا لیتے ہیں اور دیکھنے والے، ان نقش و نگار کو دیکھ کر سیر گلزار سے میزار ہو جاتے ہیں۔ اس کے تین ضلعوں میں خالص سونے کا جالی دار مچر ہے جو شعاعِ آفتاب کی طرح جھمکتا ہے۔ صبح سویرے حضرت یہاں آکر رونق افروز ہوتے ہیں اور اس کا درجہ بیت الشرفِ آفتاب سے بڑھ جاتا ہے۔

(اردو ترجمہ، ص ۵۰۶-۵۰۸)

## بارگاہِ عالم شاہی

اس کے متصل بارگاہِ شاہی ہے، جو چالیس عالی شان ستونوں پر قائم ہے۔ لمبائی میں ۲۷ گز اور چوڑائی ۲۴ گز دیواروں اور چھت پر دل آویز نقش و نگار ہیں جن کے سامنے مانی و بہزاد کی نقاشی نقش بر آب سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ اس کے تین طرف چاندی کا جالی دار قد آدم کٹہرا ہے۔ ایوان کے سامنے ۶۰ گز چوڑا ۱۰۴ گز لمبا صحن ہے۔ صحن کے تین طرف سنگِ سُرخ کا کٹہرا نہایت آراستہ ہے۔ اس صحن کے باہر کشادہ اور روشن میدان ہے۔ طول میں ۲۰۴ گز، عرض میں ۱۶۰ گز۔ میدان کے گرداگرد خوش نما، خوش وضع دالان ہیں، تاکہ بارگاہِ والا میں حاضر ہونے والے، بارش اور دھوپ سے محفوظ رہیں۔ یہاں تین دروازے رکھے گئے ہیں۔ مغربی دروازہ اس شان و شکوہ کا ہے کہ اس کے سامنے آسمان پست نظر آئے۔

(اردو ترجمہ، ص ۵۰۸)

## قلعے کا چوک اور بازار

مغربی دروازے کے باہر جلو خانے کا دوسو گز لمبا ایک سو چالیس گز چوڑا چوک ہے۔ یہاں خوشنما دالان اور حجرے بنے ہیں۔ شمال، جنوب اور مغرب کی طرف اس میں تین دروازے ہیں۔ قلعے کے شمالی پھاٹک سے جنوبی دروازے تک جو راستہ آیا ہے۔ اس پر دونوں طرف چالیس چالیس گز تک نہایت مضبوط اور دل آویز حجرے اور دالان بنے ہوئے ہیں، انہیں دیکھ کر عقل چکرائی ہے۔ ان میں شاہی اصطلح اور دوسرے بادشاہی کارخانے ہیں۔ درمیان میں نہر بہشت جاری ہے۔ مغرب کی جانب سے قلعے کے صدر دروازے تک بہت خوش نما چھتا ہوا دو منزلہ بازار ہے۔ یہاں بڑی بھیڑ بھاڑ رہتی ہے۔ اس کے باوجود نہایت روشن اور پاکیزہ ہے۔ صفائی اتنی کہ آنکھ میں میل ہے اس میں نہیں۔ پہلو بہ پہلو حجرے ایک دوسرے سے متصل ہیں۔ دوکانیں جو چٹھا برو کی طرح باہم پیوستہ ہیں قیمتی سامانوں سے مالا مال ہیں۔ تیز نظر دلال اور گاہک پلکوں کی طرح شانہ بشانہ آکر سودا کرتے ہیں۔ وہ گہما گہمی رہتی ہے کہ دنیا میں نظیر نہیں مل سکتی۔ فرض اس شان کا بازار ہے کہ دیکھنے والے حیران رہ جاتے ہیں۔ اس کی زیب و زینت، رونق اور دل کشی کا بیان تو کیا، تصور بھی مشکل ہے۔ ہندوستان میں اس قسم کے چھتے والے بازار کا وجود تک نہ تھا۔ حضرت صاحب قرآن ثانی کی توجہ اور ایجاد و اختراع کی بدولت یہ دل فریب بازار قائم ہوا۔

(الشعاسا (ترجمہ)

مٹی میں چھتہ آفتاب کا پانی ملا کر اس عمارت کے لیے گارا تیار کیا گیا۔ دیکھنے والے اس کا تماشا کر کے یہ آرزو کرتے ہیں کہ کاش ہم بھی بھیگی آنکھ والوں کی طرح ایک چیز کی دو چیزیں دیکھ سکتے۔ بہت دل آویز مقام ہے۔ اس کے محروں میں عیش و نشاط اس طرح مستقل رہتا ہے جیسے چادر یا قالین میں کسی چیز کی صورت دی جانے جیرت ہوتی ہے کہ اس

کے ہردالان اور حجرے میں بے اندازہ عیش و سرور  
کس طرح سما گیا۔ اتنا دلکش ہے کہ ہوا بھی یہاں  
آکر آگے نہیں جاتی۔

(اردو ترجمہ، ص ۵۰۸ - ۵۰۹)

## قلعے کے دروازے پر ہاتھیوں کے محنتے

بازار سے متصل جو قلعے کا دروازہ ہے، نیز اکبر آبادی دروازے پر پورے قد کے عظیم الجثہ  
ہاتھیوں کے دو دو محنتے تراشے گئے ہیں۔ تناسب اعضا اور خوش اندامی کا یہ عالم ہے کہ سنگتراش  
اور صورت گر اُس کا تصور تک نہیں کر سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس ملک کے فرہاد فن سنگتراش اور  
مجسمہ ساز اپنے تیشوں سے انسانوں اور حیوانوں کی ایسی صورتیں تراشتے ہیں کہ دوسرے ملکوں  
کے باکمال انھیں دیکھ کر محو حیرت رہ جائیں بلکہ ہتس رشک میں جھلنے لگیں۔ ان چابک دست  
کار یگیروں نے قلعے کی تیاری، عمارتوں کی تعمیر اور ہاتھیوں کی صورت تراشنے میں ایسی صنعتیں دکھائی  
ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے اور سوچتی ہے کہ کیا انسان ایسا کام کر سکتا ہے۔

(اردو ترجمہ، ص ۵۰۹)

## جمنائے کنارے جوئیلیاں

قلعے کے دائیں بائیں دریاے جمنائے کنارے شاہزادگان والا جاہ اور امراے نام دار  
نے نہایت عالی شان، خوش نما جوئیلیاں بنوائی ہیں۔ ہر جوئیلی اور محل پر ایک لاکھ سے۔ بیس لاکھ روپے  
تک خرچ ہوئے ہیں۔ معمولی سے معمولی مکان پر بھی ہزاروں روپے اٹھتے ہیں۔ شہر کی رعیت نے،  
خواہ غریب، خواہ امیر اپنے اپنے حوصلے اور مقدور کے مطابق صاف ستھرے مکان بنوائے  
ہیں۔ ہر جوئیلی آراستہ پیراستہ، سامنے وسیع صحن جس میں سیکڑوں پلنگ بچھ سکیں۔ ہندوؤں کے  
مکان چھ چھ بلکہ سات سات منزل کے ہیں۔ سب مہور اور وسیع۔ اس اعتبار سے اگر وہلی کو چشم  
عالم کی پتلی کہیے تو بے محل نہیں۔

(اردو ترجمہ، ص ۵۱۰)

## لال قلعے کے گرد باغات

لال قلعے کے گرد اگر دیکھتے ہی باغ اور بستان سراپاں ہیں جنہیں دیکھ کر بغداد کی وہ عمارتیں جو دجلہ کے کنارے کھڑی ہیں شرماتی ہیں۔ دریا کے سامنے بصرہ کی نہر جو عجائبات رونگٹا میں ہے پانی پانی ہوئی جاتی ہے۔ نہر بصرہ ہی نہیں بلکہ جنت کی نہریں بھی جو دودھ اور شہد سے بریزتی ہیں بے آب و تاب ہو جاتی ہیں۔ باغات کی شادابی اور جہنا کے پانی کا مٹھاس ایسا ہے کہ باغ بہشت اور کوثر و تسنیم نخل ہیں۔ رضوان کے پاس خاطر اور مہورانِ خلد کی دل دہی کے خیال سے یہی کہنا پڑتا ہے کہ یہ باغات اور جہنا باغ بہشت کا جواب ہیں ورنہ درحقیقت لا جواب ہیں۔ (اردو ترجمہ ص ۵۱۰)

## دلی کے بازار

شہر کی آبادی کا یہ حال ہے کہ سارے جہاں کی آبادی اس کے آگے بچ ہے۔ تمام گلی، کوچے، باغ خلد کی روشوں کی طرح خوش نما، دل کریم کی مانند وسیع ہیں۔ بڑے بازار مثلاً اکبر آبادی اور لاہوری دروازے والے بازار چالیس چالیس گز چوڑے ہیں۔ درمیان سے نہر بہشت گزرتی ہے جس کے دونوں طرف ہر قسم کے مال سے بھری ہوئی دکانیں ہیں ان میں خوش معاملہ دوکان دار نہایت ایمان داری کے ساتھ لین دین میں مصروف رہتے ہیں۔ ہر تاجر زبان کا سچا، دل کا کھرا، گاہکوں کے لیے صلائے عام ہے کہ آئیں اور اپنی مرضی کا سودا خریدیں۔ ملکوں ملکوں کے نادر تحفے، نایاب متاعیں، جواہرات اور نعل و گہرہاں دستیاب ہیں۔ ہر دوکان میں اتنا مال موجود ہے کہ خریدار اگر گنج شائگان اور دولت قارون بھی لے آئیں تو وہ بھی وفانہ کر سکے۔

## نظم (ترجمہ)

بازاروں کی سڑکیں خوش نما ہیں جن پر عید اور نوروز  
کی سی چہل پہل رہتی ہے۔ دوکانوں میں خوش رو  
گل اندام دکان داروں اور گاہکوں کی وہ کثرت ہے

کہ گلشن معلوم ہوتی ہیں جس دوکان پر چلے جائیے  
مال و اسباب پر نگاہ جم جاتی ہے۔ ایک ایک  
دوکان سے سو قافلوں کے واسطے مال خرید لیا جاسکتا  
ہے۔ سب میں نایاب و نفیس سامان کے ڈھیر لگے  
ہیں۔ جی چاہے تو بوڑھوں کے لیے جوانی اور بچوں  
کے لیے تندرستی خرید لیجیے۔

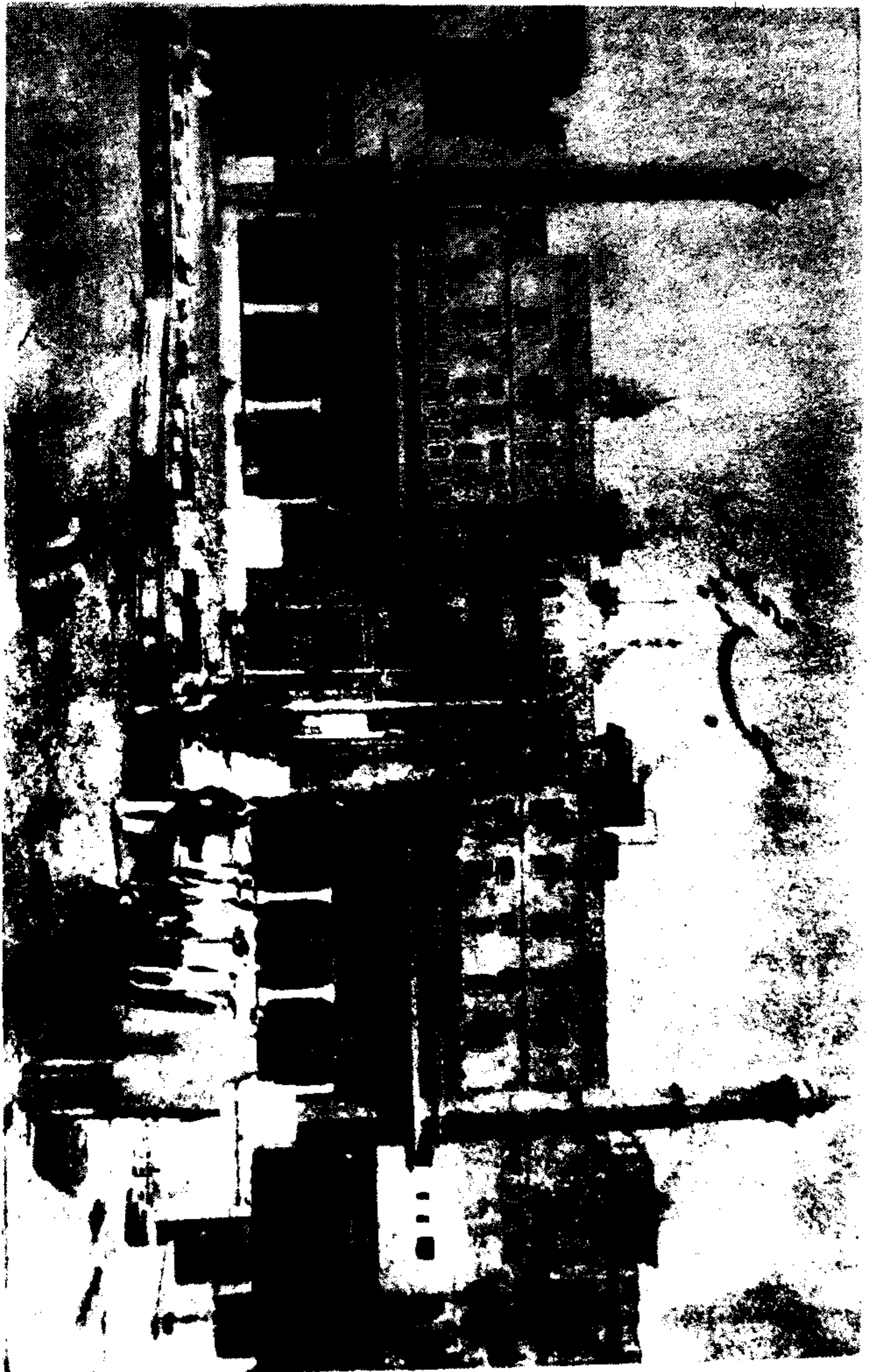
لاہوری دروازے والا بازار چاندنی چوک، چوڑائی میں چالیس گز اور طول میں ۱۵۲۰ گز  
ہے۔ اس پر ۱۵۶۰ حجریں اور دالان ہیں۔ آواز سے کو تو والی چوتھرے والے بڑے چوک تک  
جو ۸ گز مربع ہے۔ بازار کا طول ۴۸۰ گز ہے۔ بڑے چوک سے اگلے چوک تک جو سو گز مربع  
ہے اور بغدادی مٹمن وضع کا ہے، ۴۸۰ گز فاصلہ ہے۔ اس چوک کے شمالی جانب نئی طرز کی دو منزلہ  
سرائے ہے، سو گز لمبی چھیا سی گز چوڑی۔ اس کے چار برج ہیں اور نوے حجرے۔ ہر حجرے کے  
سامنے دالان، اس سے ملا ہوا پانچ گز چوڑا چوتھرہ۔ یہ سرائے نواب قدسیہ القاب بیگم صاحبہ کے  
حسب فرمائش تعمیر ہوئی ہے۔ ایک دروازہ بازار کی جانب ہے، دوسرا اس شگفتہ و شاداب باغ  
کی طرف ہے، جسے صاحب آباد کہتے ہیں۔ یہ خوش منظر باغ ۹۸۲ گز لمبا ۲۴۲ گز چوڑا ہے۔ اس کی  
دلفریب عمارتیں، خوش نما آبشار، بریز حوض، اچھلتے ہوئے قوارے نہایت فرحت افزا ہیں، فضا  
بہت دل آویز۔ بازار کے جنوبی پہلو میں ساٹھ گز لمبا بیس گز چوڑا حمام ہے۔ اس کے نشیمن اور  
دالان نہایت دل کشا ہیں۔ یہ بھی بیگم صاحبہ کے حسب الحکم تیار ہوا اور ثواب کی خاطر وقف  
کر دیا گیا ہے۔

(اردو ترجمہ، ص ۵۱۱-۵۱۲)

## مسجد فتح پوری

اس چوک اور سرائے سے فتح پوری بی بی والی مسجد اور چوک تک ۵۶۰ گز لمبا بازار ہے  
مسجد فتح پوری کا طول ۴۵ گز اور عرض ۲۰ گز ہے۔ وسط میں ایک ہی گنبد ہے۔ اس پر بار کی









جانب رنگین روغنی اینٹوں سے کاشی کاری کی گئی ہے۔ اندر کی طرف لال پتھر لگا ہے۔ گنبد کے دونوں طرف دوہرے دالان ہیں۔ ہر ایک کے تین تین در ہیں۔ مسجد کی گرسی اور اجارہ سرتا سر لال پتھر کا ہے جس پر منبت کاری کی گئی ہے۔ فرش میں بھی سنگِ سرخ کی بسلیں لگی ہوئی ہیں۔ دونوں کونوں پر ایک ایک مینار ہے، ۳۵ گز اونچا کہ دعائے مستجاب کی طرح آسمان کی جانب رخ کیے ہوئے ہے۔ چبوترے دار صحن کی لمبائی ۴۵ گز اور چوڑائی ۳۵ گز ہے۔ اس کے گرد سنگِ سرخ کا مچھر ہے۔ صحن کے اختتام پر ۱۶ گز لمبا ۱۳ گز چوڑا خوش وضع حوض ہے، جو نہر بہشت کے پانی سے لبریز رہتا ہے۔ مسجد کے چاروں طرف چار بڑوں والی سرائے ہیں جس کے ۶۹ حجرے (کمرے) ہیں۔ دوسری سرائوں کی طرح حجروں کے سامنے سراسر تین گز چوڑا چبوترہ ہے۔ سرائے کا صحن سو گز مربع ہے۔

(اردو ترجمہ، ص ۵۱۲-۵۱۳)

## اکبر آباد کی طرف والا بازار

اکبر آباد (آگرہ) کی طرف والا بازار بھی جو طول میں ایک ہزار پچاس گز اور چوڑائی میں تیس گز ہے۔ نہایت پاکیزہ ہے۔ دونوں جانب ۸۸۸ حجرے اور دالان ہیں۔

(اردو ترجمہ، ص ۵۱۳)

## مسجد اکبر آبادی

بازار کے شروع میں قلعے کے جنوبی دروازے کے سامنے، اکبر آبادی بی بی کی مالیشان مسجد ہے۔ طول میں ۶۳ گز اور عرض میں ساڑھے سترہ گز ہے جھت کے سات حصے ہیں۔ چار حصے ہموار ہیں۔ تین پر گنبد تیار ہو چکے ہیں۔ بڑی محراب اور دونوں بازوؤں پر جو سنگِ مرمر کے ہیں، سنگِ موسیٰ کی بچی کاری کر کے سورہ والفقہ لکھی ہے۔ مشرق کی طرف دو مالی شان مینار ہیں۔ سنگِ سرخ کا فرش ہے جس میں سنگِ موسیٰ کی بچی کاری کر کے مصطلے بنائے ہیں۔ اندر باہر سنگِ سرخ پر ابھرواں نقوش بنائے گئے ہیں۔ صحن کے چبوترے کا طول و عرض ۶۳ x ۵۷ گز ہے۔ ساڑھے

تین گز اونچی کرسی ہے جس کے گرد سنگِ سُرخ کا جالی دار محجر ہے۔ اس سے مشرق کو بارہ گز مربع حوض ہے جو نہر بہشت سے لبریز رہتا ہے۔ زاید پانی نالیوں سے نکل جاتا ہے۔ مسجد کے ارد گرد ۱۵۴ گز لمبی ۱۰۴ گز چوڑی سرائے ہے۔ حجروں (کمروں) کے سامنے دالان ہیں۔ اُن کے سامنے ادھر سے ادھر تک چار گز چوڑا چوترہ ہے۔ مسجد کا صدر دروازہ سنگِ سُرخ کا ہے جس پر سنگِ مرمر کی سلیں چڑھی ہوئی ہیں۔ کتبے کے حروف سنگِ موسیٰ کی پچی کاری کے ہیں۔ مسجد کے مشرق میں ۱۶۰ گز لمبا ۶۰ گز چوڑا چوک ہے۔ اس کے سامنے سنگِ سُرخ کا نہایت پُر رونق حمام ہے جس میں نہر بہشت سے پانی آتا ہے۔ مسجد کی تمام عمارتیں آخر رمضان ۱۰۶۰ ہجری (آخر ستمبر ۱۶۵۰ء) میں ڈیڑھ لاکھ روپے کی لاگت سے تیار ہوئیں۔

(اُردو ترجمہ، ص ۵۱۴-۵۱۵)

## جامع مسجد شاہجہاں آباد

فائدہ رسال عمارتیں بنانا بہت ہی اچھا صدقہ جاریہ اور فلاح دارین کا سامان ہے۔ بالخصوص قرآن و حدیث کے بہ موجب عبادت گاہوں اور مسجدوں کی تعمیر سے ایمان کی بنیاد مضبوط ہوتی ہے اور بہشت میں گھر ملتا ہے۔ اس کا ثبوت کلام اللہ کی آیت ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ۔ جو شخص خدا سے پاک اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ مسجد بناتا ہے اور آباد کرتا ہے۔ اس کی تعمیل میں بادشاہ سلامت نے ہندوستان جیسے وسیع ملک میں جو مسجدیں تعمیر کروادی ہیں۔ حکم والا یہ ہے کہ جہاں مسجد نہ ہو وہاں تیار کی جائے۔ اس حکم کی تعمیل میں کار گزار فرماں بردار خادم بہت جلد مسجدیں بنا کر کھڑی کر دیتے ہیں۔ نئے تعمیر شدہ شہر شاہجہاں آباد میں یوں تو بہت سی خانقاہیں، زاویے اور مسجدیں بڑی شان و شوکت سے جلوہ گر تھیں، لیکن کوئی جامع مسجد جو اس شہر کی شان کے لائق ہوتی، موجود نہ تھی۔ اس صورتِ حال کے پیش نظر حضرت نے فیصلہ کیا کہ اس شہر میں جو وسعت کے لحاظ سے آسمان کا ہمسرہ اور مضبوطی اور پائیداری میں چرخِ جنبری سے بڑھ گیا ہے، ایک عالی شان جامع مسجد تیار کی جائے۔ لہذا، اشوال ۱۰۶۰ ہجری (۶ اکتوبر ۱۶۵۰ء) کو آپ کے حسبِ الحکم قلعے سے ایک ہزار گز مغرب والی پہاڑی پر منہ مندا بجنیروں اور معاروں نے مبارک گھڑی میں سلامی

سعد اللہ خاں اور فاضل خاں خانساہاں کی موجودگی میں اس بابرکت عمارت کا سنگ بنیاد رکھا۔ ہر روز صبح سے شام تک پانچ ہزار معمار، سنگتراش، بچھی کار، منبت کار، نقاش، حکاک، پیل دار وغیرہ جو حضرت کے حکم عالی کے مطابق دلی اور دوسرے شہروں سے بلوائے گئے تھے کام کرتے تھے۔ سعد اللہ خاں اور اخیل اللہ خاں جیسے امراء ذیجاہ کام کی نگرانی میں مصروف رہے، تب چھ سال کی مدت میں دس لاکھ روپے کی لاگت سے یہ پاکیزہ مسجد شہر کی زیب و زینت کا سبب بنی۔ نوے گز لمبی اور ۳۲ گز چوڑی ہے۔ تین عالی شان گنبد ہیں۔ صحن کا عرض ۱۲۶ گز ہے جو سراسر سنگ مرمر کا بنا ہے۔ میناروں، دیواروں اور رواق میں سنگ مرمر کی نہایت خوشنما پٹیاں دی گئی ہیں۔ جاہ جا سنگ مرمر میں سنگ موسیٰ کی بچھی کاری ہے۔

سبحان اللہ کیا خوب صورت عبادت گاہ ہے جس سے دنیا کو آبرو اور بہشت کو زینت حاصل ہوتی ہے۔ سچ پوچھیے تو روزانہ سے آج تک ایسی پاکیزہ، خوش فضا اور خوش نما مسجد چشم فلک نے نہیں دیکھی۔ اہل نظر صبح سے شام تک آکر اس کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو روشن کرتے ہیں۔ بادشاہ ہفت کشور کی ہمت کے شایاں عجب عمارت تیار ہوئی ہے جس کی تجلی سے زمین آسمان سے زیادہ نورانی ہو گئی ہے۔ نکو کار اور عابد و زاہد یہاں آکر نماز پڑھتے ہیں۔ اندر باہر جاہ جلال بھر میں ایسا خالص اور براق سنگ مرمر لگایا ہے کہ آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں۔ محرابوں کا حسن دیکھ کر طبیعت بے خود ہو جاتی ہے۔ سنگ مرمر میں سنگ موسیٰ کی بچھی کاری سے خوش نما لکیریں اور آبتیں وغیرہ اس طرح نمودار کی ہیں جیسے حسینوں کے مضعف رخسار پر زلف سیاہ کی لٹیں۔ جی چاہتا ہے ہر سطر کے حسن پر جان دے دیجے۔ دالان کا بڑا دروازہ جو اونچائی کے سبب فلک بوس ہے، اتنا خوش نما ہے کہ ساری عمر تعریف کیجیے تو حق ادا نہ ہو۔ اس کی ساتوں محرابیں مشوٹوں کے طاق ابرو کی طرح دل کش ہیں۔ ان پر ابھرواں نقوش کی دل فریبی کا یہ عالم ہے کہ تحریر نہیں ہو سکتا۔ کعبہ اس کے رنک سے سیاہ پوش ہو گیا ہے۔ مجلا پتھروں کی چمک دمک کے آگے صبح صادق کا چراغ نہیں جل سکتا۔ مقصورہ، جہاں امام کھڑا ہوتا ہے، ایسا پاکیزہ اور ستھرا ہے جیسے خدارسیدہ عارفوں کا دل بیت العور بھی اس کے سامنے پست ہے۔

جامع مسجد کے میناروں کی بلندی کا کیا حال لکھوں۔ عقل حیران دسرگرداں ہے۔ اگر خمیہ

آسمان کے ستون و عمود کہیے تو زیبا ہے۔ غرض اس مسجد کی خوبیاں قلم بند کرنا خامہ دوزباں کے بس کی بات نہیں۔ اس کی وسیع کشادہ فضا عالم امکاں کی وسعت کو اور اس کی صفائی و پاکیزگی کو ہر طور کی تجلی کو شرماتی ہے۔ عجب عالی شان مقدس عمارت ہے جو بلندی میں گویا آسمان سے باتیں کرتی ہے۔ یہ محسوس ہوتا ہے کہ معمار قدرت نے اسے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے۔ بھوجلا پہاڑی پر سنگ سُرخ کی سلوں سے یہ مسجد اس خوبی و لطافت کے ساتھ تعمیر ہوئی ہے کہ بڑے بڑے ہوشمند اسے دیکھ کر محو حیرت رہ جاتے ہیں۔ سوچتے ہیں کہ پہاڑی نے اس کو ہر شکوہ عمارت کا بوجھ کیسے اٹھایا اور اس کے مینار کس طرح خمیہ آسمان کے پار نکل گئے۔ صحن کے وسط میں سنگ کا (مُصفا حوض صاف شفاف پانی سے لبریز رہتا ہے۔ شفاف و پاکیزگی کا یہ عالم ہے کہ آب حیات اُس سے حیات بخشی کا سبق سیکھتا ہے۔ اسے دیکھنے سے آنکھوں میں نور آتا ہے بلکہ چشمہ خورشید بھی اسی سے کسب نور کرتا ہے۔ چاروں طرف ایسے صاف ستھرے پاکیزہ حجرے اور دالان بنے ہوئے ہیں کہ ان کی سفیدی سے صبح صادق کا نور شرمندہ ہو جائے۔ چمک دمک ایسی ہے کہ جو آدمی یہاں گوشہ نشین ہو اُسے یہ اندازہ کرنے میں دشواری ہوتی ہے کہ نماز مغرب کا وقت ہوا یا نہیں۔ دالانوں کی پیشانی پر کلام اللہ کی آیتیں جو سنگ موسیٰ کو بچھی کر کے نقش کی ہیں، اتنی مستحکم اور پایدار ہیں کہ انھیں پتھر کی لکیر کہنا چاہیے اور خوبوں سے قطع نظر صرف حرفوں کی خوش نمائی ان کے متناسب دائروں، کشش اور مد کا حسن اتنا دل کش ہے کہ "الخط لصف العلم" کا مقولہ سمجھ میں آجاتا ہے۔ میر علی تبریزی کی خطاطی کا بڑا شہرہ ہے۔ لیکن ان تحریروں کو دیکھ لے تو اس کا دل بھی زیر و زبر ہو جائے۔ باہر کی جانب چاروں طرف خوش وضع چوک اور حجرے ہیں۔ جنوب کے کونے میں سرکاری شفا خانہ اور شمالی کینج میں مدرسہ ہے۔ دونوں عمارتیں نہایت پاکیزہ بنی ہیں۔ المختصر کل مسجد اتنی خوش ترکیب ہے کہ ساری فضا اُس کے سبب روئے حسناں کی حسناں کی طرح دل کش معلوم ہوتی ہے۔

### قطعہ (ترجمہ) نثر

میں یہ تو نہیں کہتا کہ یہ کعبہ ہے لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ بڑے بڑے اولیا یہاں سر بہ سجود رہتے ہیں۔ اس

پاکیزہ اور پر نور عمارت کی تجلی دیکھ کر صبح کی سفیدی  
 دم بہ خود رہتی ہے۔ اس نورانی عبادت گاہ کو محفلِ قدس  
 کی شمع کہنا چاہیے۔ اس کی امامت کے لیے جبریلؑ  
 موزوں ہیں۔ سنگِ مرمر سے اتنی عمدہ عمارت بنی ہے  
 کہ اس کی وجہ سے کان کو شرف حاصل ہے۔ یہاں آکر  
 نماز پڑھنے والے صرف یہ دعا مانگتے ہیں کہ صاحبقران  
 ثانی کا اقبال زیادہ ہو۔ انہوں نے اس کی تعمیر میں  
 اس دریا دلی کے ساتھ خرچ کیا ہے کہ کان سے جو عیم  
 نر اور نعل و گہر نیکلتے ہیں سب صرف ہو گئے۔ جس  
 طرح کعبہ مسلمانوں کا قبلہ ہے۔ خدا کرے شاہجہاں کی  
 درگاہ بھی اہل علم کا قبلہ بنی رہے۔ یہ مسجد کعبے کی  
 مانند ہے؛ لہذا اس کی تاریخ بھی :

”قبلہ حاجات آمد مسجد شاہ جہاں“

(اردو ترجمہ، ص ۵۱۶-۵۲۰)



# اخبار الاخیار

مُصَنَّفٌ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی

سید نور الدین مبارک غزنوی کا مقبرہ

سید مبارک کا مقبرہ حوض شمسی کے مشرق میں ہے۔ چھ سو بتیس ہجری (مطابق ۱۲۳۴ء) میں ان کی وفات ہوئی تھی۔

(ص ۳۳)

قاصی حمید الدین ناگوری کا مزار

ان کی قبر خواجہ قطب الدین بختیار کاکئی کے پائین میں ہے۔ آپ کے مزار کا چبوترہ تعظیماً خواجہ قطب الدین کے مزار سے نیچے رکھا گیا تھا۔ ان کی اولاد کو یہ بات پسند نہیں آئی اور اس نے (قاصی صاحب کے) چبوترے کو زیادہ اونچا بنوایا۔ ان کی وفات ۶۲۵ ہجری (مطابق

(ص ۴۰)

## شیخ برہان الدین محمود کا مزار

شیخ صاحب کا مزار حوض شمس کے مشرق کی جانب ہے کہ جسے "تختہ نور" بھی کہتے ہیں۔ یہاں کے لوگ قبر کی مٹی کو متبرک سمجھتے ہیں اور بچوں کو چٹاتے ہیں تاکہ علم حاصل کرنے کا سبب بنے، اس وجہ سے بچے کی طرف سے اُن کی قبر ٹوٹ جاتی ہے۔ کئی بار بالکل خستہ ہو گئی اور اسے دوبارہ تعمیر کیا گیا۔

(ص ۵۰)

## شیخ ترک بیابانی کا مزار

کہتے ہیں کہ وہ (شیخ صاحب) شیخ شہاب الدین سہروردی کے مریدوں میں تھے۔ واللہ اعلم۔ ان کے حالات نہیں معلوم ہو سکے؛ جو لکھے جاتے۔ ان کی قبر قلعہ دلی کے نزدیک فیروز آباد کی جانب ہے۔

(ص ۵۱)

## خواجہ محمود موئینہ دوز کا مزار

ان کا مقبرہ خواجہ صاحب (خواجہ قطب الدین کاکلی) کے مقبرے کے قریب ہے اور اس دروازے کے باہر ہے، جو حوض شمس کی طرف ہے۔ حاجت مند لوگ اُن کے مقبرے سے ایک پتھر اٹھاتے ہیں اور ایک کونے میں رکھ دیتے ہیں۔ جب ان کی حاجت پوری ہو جاتی ہے تو اس پتھر کے وزن کے برابر شکر بانٹتے ہیں۔

(ص ۵۲)



## خواجہ نسبت کا مزار

خواجہ قطب الدین کے مزار کے شمال میں خواجہ صاحب کی قبر سے اونچی ایک قبر ہے۔ جسے لوگ خواجہ نسبت کی قبر کہتے ہیں؛ اور لوگ کہتے ہیں کہ خواجہ صاحب کا مقبرہ بننے سے پہلے دلی فتح ہونے کے کچھ ہی دنوں بعد یہ قبر بنی ہے۔

(ص ۵۳)

## غیاث پور میں حضرت نظام الدین اولیا کی خانقاہ

حضرت نظام الدین (غیبی اشارے پر) غیاث پور میں جہاں آج کل ان کی خانقاہ ہے، سکونت اختیار کی ہے۔

(ص ۵۷-۵۸)

## شیخ نجیب الدین متوکل کا مزار

ان کا مزار سلطان محمد عادل کی بنائی ہوئی عمارت بجی منڈل کے سامنے خواجہ قطب الدین کے مقبرے کے راستے پر ہے؛ ان کا اور حضرت شیخ نظام الدین کا گھر اسی جگہ تھا۔

(ص ۶۲-۶۳)

## شیخ صلاح الدین دریش کا مقبرہ

ان کا مقبرہ شیخ نصیر الدین محمود (چراغ دہلی) کے مقبرے کے قریب ہے۔ ۲۲ صفر کو ان کا عرس ہوتا ہے۔

(ص ۶۸)

## شیخ نور الدین کا مزار

ان کا مزار جہنا کے کنارے شیخ ابو بکر طوسی کی خانقاہ کے سامنے ہے۔ یہ مقام باہیبت ہے۔

عظمت ہے۔ کہتے ہیں کہ یہاں پر یہاں رہتی ہیں۔

(ص ۷۳)

## شیخ ضیا الدین رومیؒ کا مزار

ان کا مزار سلطان محمد عادل کے (بنائے ہوئے) بجی منڈل کے سامنے خواجہ قطب الدین کے مقبرے کے راستے میں ہے۔

(ص ۷۳)

## شیخ ابوبکر طوسی حیدر میؒ کا مزار

ان کی قبر ان کی خانقاہ ہی میں ہے۔

(ص ۷۴)

## شیخ فرید الدینؒ کا مزار

ان کی قبر پُرانے شہر میں خواجہ قطب الدین کا کئی کے مقبرے کے راستے میں بجی منڈل کی طرف ہے۔ ان کا گھر بھی اسی جگہ تھا۔ وہاں چکی کا ایک پتھر پڑا ہوا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ شیخ نے حالتِ سکر میں یہ چکی کا پاٹ اپنے گلے میں ڈال لیا تھا اور اسی حالت میں ناگورہ سے دہلی آئے تھے۔

(ص ۷۴)

## سید محمد بن سید محمود کرمانیؒ کا مزار

جمعے کی رات ۱۱ ہجری (مطابق ۱۳۱۲-۱۳۱۱ء) میں ان کا انتقال ہوا اور چوترہ یا بانِ دہلی (درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء میں دفن ہوئے۔

(ص ۹۴)

## مولانا شمس الدین کھجی کا مزار

جس زمانے میں سلطان محمد تغلق نے قہر وستم کی تلوار عام لوگوں کے خلاف اور خاص طور سے مشائخ کے خلاف کھینچ لی تھی۔ اس نے مولانا شمس الدین کو بلایا اور کہا، آپ جیسے دانش مند یہاں کیا کر رہے ہیں۔ کثیر جائے وہاں کے بت خانوں میں بیٹھے اور خلق خدا کو دعوتِ اسلام دیکھیے۔ مولانا بادشاہ کے یہاں سے اس ارادے واپس آگئے کہ سفر کا سامان تیار کریں۔ انھوں نے کہا کہ میں نے شیخ (شیخ نظام الدین اولیا) کو خواب میں دیکھا ہے کہ مجھے بلارہے ہیں میں اپنے خواجہ کی خدمت میں جاتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ وہ مجھے کہاں بھیجیں گے۔ دوسرے دن ان کے سینے پر ایک بڑا پھوڑا نمودار ہوا اور وہ بیمار پڑ گئے۔ یہ خبر جب بادشاہ کو پہنچی تو اس نے حکم دیا کہ انھیں دربار میں لایا جائے۔ ایسا نہ ہوا ہو کہ انھوں نے بہانا کیا ہوا اسی اثنا میں ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کی قبر چوترہ یاران میں ہے۔

(ص ۹۵)

## مولانا وجیہ الدین پانلی کا مزار

ان کی قبر حوض شمس کے کنارے پر اس قبرستان میں ہے جس میں ان کے شاگرد قاضی کمال الدین صدر جہاں اور قلع خاں مدفون ہیں۔

(ص ۹۶)

## خواجہ ضیا الدین برنی صاحب تاریخ فیروز شاہی کا مزار

شیخ نظام الدین اولیا کے مرید تھے۔ فیروز شاہ تغلق کے زمانے میں انسان کا گزارہ جتنی کم سے کم چیزوں پر ہو سکتا تھا اس پر قناعت کر کے گوشہ نشینی اختیار کرنی تھی۔ وفات کے وقت دنیا سے خالی ہاتھ اور پاک صاف گئے۔ کہتے ہیں کہ ان کی میت پر جو بورد یا ڈالا گیا

تھا اس کے علاوہ اور کوئی چیز ان کی ملکیت نہیں تھی۔ حضرت شیخ نظام الدینؒ کے مقبرے کے قریب اپنی والدہ کے مزار کے پائیں دفن ہوئے۔

(ص ۱۰۰)

### شیخ نظام الدین شیرازیؒ کا مزار

ان کی قبر شیخ علا الدین کے شہر میں ہے۔ ان کی سکونت بھی وہیں تھی۔ اپنے گھر کے قریب ہی دفن ہوئے

(ص ۱۰۶)

### خواجہ ٹوید الدین کرہ کا مزار

ان کی قبر خواجہ نظام الدین اولیاء کے پائیں میں ہے۔

(ص ۱۰۶)

### شیخ نجیب الدین فردوسیؒ کا مزار

ان کی قبر ایک اونچے چوڑے پر توڑن شمس کے مشرق میں مولانا برہان بلخیؒ کی قبر کے قریب ہے

(ص ۱۱۳)

### شیخ عثمان سیاحؒ کا مزار

آپ کا مزار پرانی دہلی میں سلطان محمد عادل کے بنائے ہوئے ہفت پل کے پاس ہے۔

(ص ۱۲۷)

## شیخ شہاب الدین حق گوہ کا مزار

ان کا حق گو لقب اس لیے ہے کہ سلطان محمد بن تغلق نے حکم دیا کہ مجھے محمد عادل کہیں اور (شیخ شہاب الدین) نے کہا: ہم ظالموں کو عادل نہیں کہہ سکتے۔ "سلطان محمد نے انھیں قلعے پر سے نیچے گرا دیا اور وہیں قلعے کے نیچے ان کی قبر ہے۔

(ص ۱۲۷)

## شیخ فخر الدین کا مزار

ان کا مزار دہلی جدید میں فیروز آباد کی طرف ہے۔

(ص ۱۲۷)

## شیخ صدر الدین حکیم کا مزار

ان کی قبر علا الدین خلجی کی دہلی کے قلعے میں ہے۔

(ص ۱۲۲)

## سید یوسف بن سید جمال الحسینی کا مزار

سید یوسف کا مزار حوض خاص کے پاس ہے۔ ان کی وفات ۷۹۰ ہجری (مطابق ۱۳۸۸ء) میں ہوئی۔

(ص ۱۲۶)

## قاضی عبدالمقتدر کا مزار

ان کا اٹھاسی برس کی عمر میں ۲۶ محرم ۷۹۱ ہجری (مطابق ۱۳۸۸-۸۹ء) کو وفات ہوئی۔ ان کی اور ان کے والد کی قبر خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کے مزار کے قریب حوض شمشکی

جنوبی سمت میں ہے۔ وہ جگہ (جہاں ان دونوں کے مزار ہیں) شیخ عبدالصمد کی خانقاہ کے نام سے مشہور ہے۔

(ص ۱۴۶)

### شیخ زین الدین کا مزار

یہ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے خلیفہ خادم اور بھلے تھے۔ ..... ان کا مزار اس گنبد میں ہے جو شیخ نصیر الدین کے مقبرے کے صحن میں ہے۔

(ص ۱۴۷)

### مسعود بک کا مزار

یہ شیخ رکن الدین یمان کے مرید تھے ..... ان کی قبر شیخ رکن الدین کے مقبرے میں ہے۔ یہ مقبرہ لاڈو سرائے میں خواجہ قطب الدین کے مزار کے قریب ہے۔

(ص ۱۶۲)

### مولانا سما الدین کا مقبرہ

۱۷ جمادی الاول ۹۰۱ ہجری (مطابق ۱۴۹۵-۹۶) کو آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کا اور آپ کی اولاد کا مقبرہ حوض شمس کے اوپر کے حصے میں ہے، جہاں آپ کی اولاد کی قبریں قطار اندر قطار ہیں۔

(ص ۲۰۲)

### شاہ عبدالنور قریشی کا مزار

ان کی قبر پرانی دہلی میں ہے ..... ان کی وفات ۲۲ ستمبر کو ہوئی تھی۔

(ص ۲۰۶)

## شیخ حاجی عبدالوہاب بخاری کا مزار

ان کی وفات ۹۳۲ ہجری (مطابق ۱۵۲۵-۲۶) میں ہوئی۔ شیخ حاجی سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔ ان کی قبر دہلی میں شاہ عبداللہ قریشی کے مقبرے کے قریب ہے۔  
(ص ۲۰۷)

## شاہ جلال شیرازی کا مزار

۹۴۴ ہجری (مطابق ۱۵۳۷-۳۸) میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کا مزار بھی شیخ حاجی عبدالوہاب کے مقبرے کے پاس ہے۔  
(ص ۲۱۱)

## شیخ سلیمان کا مقبرہ

شیخ صاحب کی وفات ۱۴ محرم ۹۴۴ ہجری (مطابق ۱۵۳۷) میں ہوئی۔ ان کا مقبرہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکئی کے مقبرے کے عقب میں ہے۔  
(ص ۲۱۲)

## شیخ امجد دہلوی کا مقبرہ

ان کا مقبرہ حوض شمسی کے بالائی علاقے میں ہے۔

(ص ۲۱۵)

## شیخ ادھن دہلوی کا مقبرہ

شیخ صاحب کی وفات ۹۴۴ ہجری (مطابق ۱۵۱۸) میں ہوئی۔ ان کا مقبرہ حوض شمسی کے مغرب میں ہے۔  
(ص ۲۱۵)



## شیخ یوسف قتال کا مزار

ان کی وفات ۹۳۳ ہجری (مطابق ۲۷-۶۱۵۲۶) میں ہوئی۔ ہفت پل کی عمارت میں آپ کا مقبرہ ہے۔

(ص ۲۱۵)

## مولانا شعیب کا مزار

مولانا کا انتقال ۹۳۶ ہجری (مطابق ۳۰-۶۱۵۲۹) میں ہے۔ ان کا مزار ملک زین الدین..... کی خانقاہ کے قریب شمال کی طرف ہے۔

(ص ۲۱۶)

## ملک زین الدین اور وزیر الدین کے مزار

یہ دونوں بھائی تھے..... شیخ زین الدین کو ان کے ایک غلام نے صبح کے وقت دودھ میں زہر ملا کر پلا دیا اور شیخ وزیر الدین سلطان ابراہیم کے ساتھ ایک جنگ میں شہید ہو گئے۔ ان کا مزار حوض ششی کے مغرب میں ہے۔ ان کی خانقاہ چوتراہ اور وہ جسگہ جہاں مزار ہے بے مثل ہے اور حوض ششی کے بالائی حصے میں جو عمارتیں ہیں ان میں ممتاز اور مشہور ہے۔

(ص ۲۱۷)

## شیخ جمالی کا مقبرہ

شیخ صاحب کا انتقال ۱۰ ذی القعدہ ۹۳۲ ہجری (مطابق ۱۵۳۶ء) میں ہوا۔ شیخ صاحب ہمایوں بادشاہ کے ساتھ گجرات گئے ہوئے تھے وہیں انتقال ہوا۔ انہوں نے اپنی زندگی ہی اپنا مقبرہ بنایا تھا اور اسی میں سپا کرتے تھے۔

(ص ۲۱۸)

## شیخ عبدالحی حیاتی کا مزار

یہ شیخ جمالی کے چھوٹے لڑکے تھے۔ ان کی ولادت ۹۴۳ ہجری (مطابق ۱۵۲۶ء) میں اور وفات ۱۹۵۹ ہجری میں ہوئی۔ ان کی قبر شیخ جمالی کے مقبرے کے چوتھے کے باہر ہے۔

(ص ۲۱۸)

## سید حسین پائے منار می کا مزار

۹۴۲ ہجری (مطابق ۱۵۳۵ء) میں ان کا انتقال ہوا۔ منارہ شمسی (قطب منار) کے پائے میں ان کا مزار ہے۔

(ص ۲۲۰)

## شیخ علا الدین بن شیخ نور الدین ابو دھنی کا مزار

ان کی ولادت ۸۷۲ ہجری (مطابق ۱۴۷۷ء) میں ہوئی اور ۹۴۸ ہجری (مطابق ۱۵۴۱ء) میں انتقال ہوا۔ ان کا مقبرہ پڑانی دلی کے قریب سرے میں ہے۔

(ص ۲۲۰)

## میر سید ابراہیم کا مزار

سلطان سکندر کے عہد حکومت کے اواخر میں تقریباً ۹۲۰ ہجری (مطابق ۱۵۱۴ء) میں وہی آئے اور اسلام شاہ کے دورہ حکومت میں ۹۵۳ ہجری (مطابق ۱۵۴۶ء) میں انتقال ہوا۔ ان کا مزار سلطان المشایخ نظام الدین اولیا کے مقبرے اور خانقاہ میں موجود ہے۔ یہ امیر خسرو کے مقبرے کے پائے میں ہے۔

(ص ۲۳۹)

## میر سید عبدالاولؒ کا مزار

۹۶۸ ہجری (مطابق ۱۵۶۰-۶۱) میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کا مزار قلعہ دلی میں کشک  
نروا کے نزدیک قبرستان میں ہے۔

(ص ۲۳۲)

## شیخ عبدالعزیز بن حسن طاہرؒ کا مزار

شیخ صاحب ۸۹۸ ہجری (مطابق ۱۴۹۲-۹۳) میں جو نپور میں پیدا ہوئے۔ ڈیڑھ  
سال کی عمر میں والد کے ساتھ دلی آگئے۔ ۶ جمادی الآخر ۹۴۵ ہجری (مطابق ۱۵۶۸-۶۹)  
کو ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کا مزار بھی ان کی خانقاہ کے صحن میں ہے۔

(ص ۲۴۰)

## مولانا درویش محمد طاہرؒ کا مزار

۹۹۴ ہجری (مطابق ۱۵۸۸-۸۹) میں وفات پائی۔ آپ کا مزار دلی میں شیخ برہان الدین  
بلخی کے چبوترے کے پاس ہے۔

(ص ۲۴۳)

## مولانا کنجیؒ کا مزار

دلی میں حضرت نظام الدین اولیا کی درگاہ کے قریب مرزا محمد عزیز جو کہ اپنے عہد کی بڑی  
مقتدر شخصیت تھے، نے ان کے لیے خانقاہ بنوائی تھی۔ اس خانقاہ میں مشغول عبادت رہتے تھے  
اور یہیں مدفون ہوئے۔

(ص ۲۴۳)

## شیخ حسن بودلہ کا مزار

۹۶۳ ہجری (مطابق ۵۷-۱۵۵۶ء) کے آس پاس ان کا انتقال ہوا۔ شاہ سلیم نے ۹۵۹ ہجری (مطابق ۵۲-۱۵۵۱ء) میں آپ کو شہید کیا تھا۔ یہ خواص خاں شیر شاہ سوری کے دوست تھے۔ ان کا مزار دلی بازار میں خواص خاں کے مقبرے کے پاس ہے۔

(ص ۲۷۶)

## بی بی سارہ کا مزار

یہ شیخ نظام الدین ابوالموئید کی والدہ تھیں۔ ان کا مزار پرائی عید گاہ کے کنارے پر ہے کہ جس کے پس پشت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا مزار ہے۔

(ص ۲۸۰)

## بی بی فاطمہ ام کا مزار

سیرالاولیا میں لکھا ہے کہ بی بی فاطمہ کا مزار اندر پت قبصے کے نواح میں ہے۔ لیکن میں یعنی مولف اخبار الاخبار کہتا ہوں کہ ان کا مزار دلی کے نخاس دروازے کے قریب ایک کھنڈر میں ہے کہ جسے کوئی نہیں جانتا۔

(ص ۲۸۱)

## بی بی زلیخا کا مقبرہ

شیخ نظام الدین اولیا کی والدہ تھیں۔ ان کا روضہ مبارک شیخ نجیب الدین متوکل کے متصل ہے۔ ان کا گھر بھی وہیں تھا۔

(ص ۲۸۳)

بنی اولیاء کا مزار  
ان کا مزار دہلی میں قلعہ علائی کے باہر ہے۔

(ص ۲۸۳)

# منتخب التواریخ

جلد اول

عبدالقادر بن ملوک شاہ بداونی <sup>مصنف</sup>

مرتبہ  
مولوی احمد علی

دلی میں قطب کی لاٹ، مسجد قوت الاسلام وغیرہ کی تعمیر

(قطب الدین ایبک) نے دلی کو دار السلطنت بنایا اور اس کے اطراف میں نظم و نسق قائم کیا۔ اس دن سے دلی سلاطین کی تخت گاہ بن گئی اور چھ سو بھری (مطابق ۱۲۰۹-۱۲۱۰ء) میں مینار (قطب مینار) دوسری عمارتیں جیسے مسجد (مسجد قوت الاسلام) وغیرہ عہد سلطان شمس الدین التمش میں تعمیر ہوئیں۔  
(ص ۵۱)







## شہر نو

(سلطان جلال الدین خلجی) نے جتنا کے کنارے قصر معزی (معز الدین کی قباد کا بنایا ہوا محل) کے سامنے ایک باغ اور نیا شہر بنایا اور اس کی تفصیل پتھر سے بنوائی۔ جب شہر بن گیا تو اسے شہر نو کے نام سے منسوب کیا۔

(ص ۱۶۷-۱۶۸)

## غیاث پور (بستی حضرت نظام الدین)

چھ سو اکیانوے ہجری (۱۲۹۱-۱۲۹۲ء) میں مغلوں نے ہندوستان پر حملہ کیا۔ سنام میں جلال الدین خلجی نے مغلوں کا مقابلہ کیا اور انھیں زبردست شکست دی۔ مغلوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ چنگیز خاں کے پوتے الغو نے اسلام قبول کر لیا۔ اس کے ساتھ کئی ہزار مغلوں نے کلاہ طیبہ پڑھ کر اسلام قبول کر لیا۔

بادشاہ نے الغو کو داماد بنایا اور (یہ لوگ غیاث پور میں سکونت پذیر ہو گئے)۔ آج کل وہاں سلطان المشایخ نظام الاولیا قدس الشہداء کا مقبرہ ہے اور مغل پور کے نام سے مشہور ہے اور ان مغلوں کو نو مسلم کہا جاتا ہے۔

(ص ۱۷۳)

## امیر خسرو کا مزار

امیر خسرو کی وفات ۷۲۵ ہجری (مطابق ۲۵-۱۳۲۳ء) میں ہوئی اور دہلی میں اپنے پیر رحمت اللہ علیہ کے مبارک قبر کے پائیں مدفون ہیں۔ مولانا شہاب معانی نے ان کا جو قطعہ تاریخ کہا تھا وہ ایک پتھر پر نقش کر کے ان کے مزار پر نصب کر دیا ہے۔ قطعہ

یہ ہے:

زمین را ازین لوح شد سرفرازی  
بدورانِ بابر شہنشاہِ قازی

میر خسرو، خسرو ملک سخن  
 آن محیطِ فضل و دریای کمال  
 نثر او دل کش ترازِ ماءِ معین  
 نظم اوصافی ترازِ آبِ زلال  
 ببلِ اُستانِ سرا کے بقرین  
 طوطی شکرِ مقالِ بی مثال  
 از پیتی تاریخِ سالِ فوتِ او  
 چوں نہادم سر بز انوی خیال  
 شد عدیم المثل یک تاریخِ او  
 دیگری شد طوطی شکرِ مقال

(ص ۲۰۱)

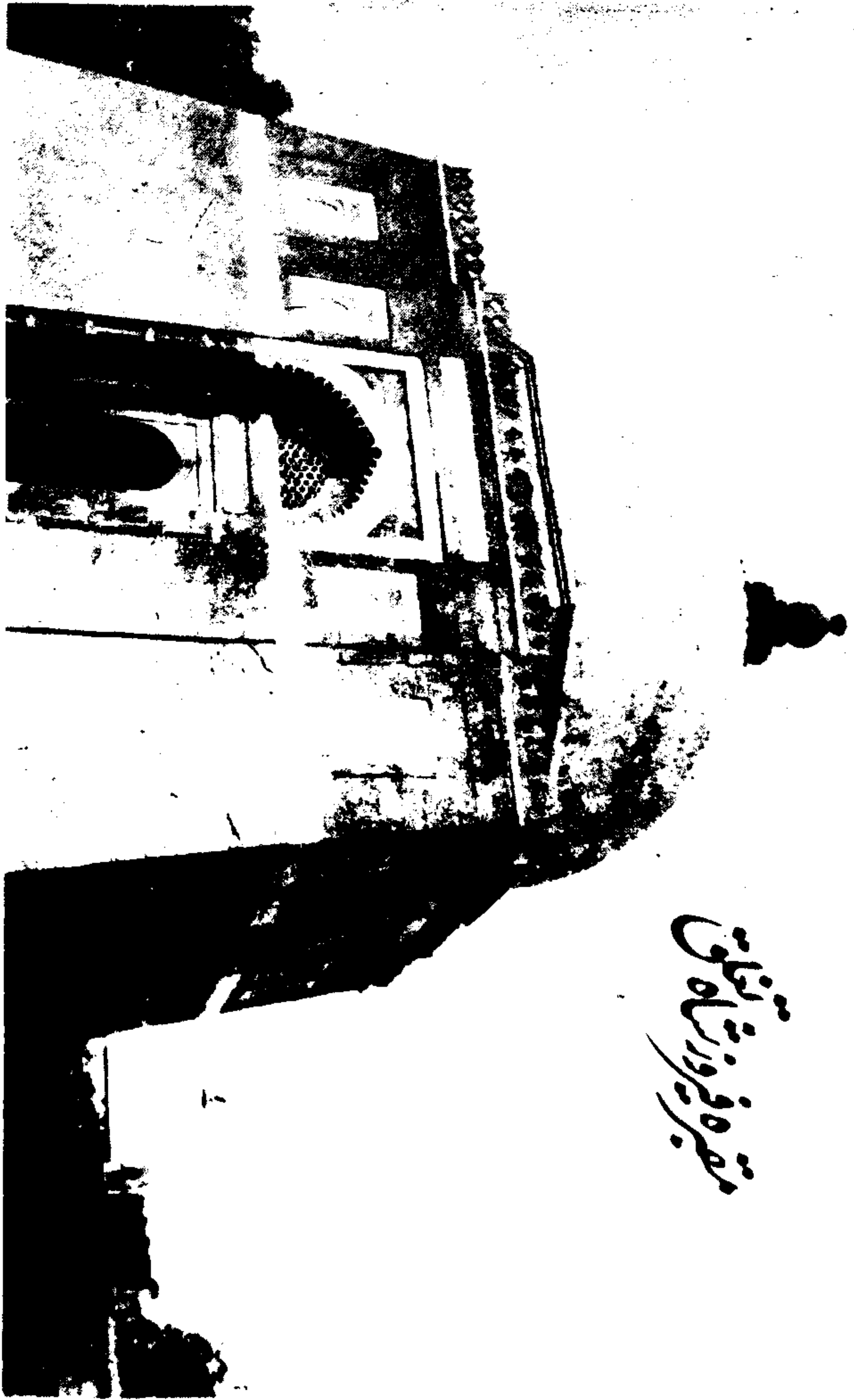
## قلعہ تعلق آباد

خیات الدین تعلق نے تعلق آباد کا قلعہ اور تمام عمارتیں بنائیں۔ جب یہ عمارتیں مکمل ہو گئیں تو وہاں نوشی کا جشن منایا۔ بدر چاچی نے قلعے کے مکمل ہونے کی تاریخ فادخلوہا سے نکالی۔

ص ۲۲۲

## افغان پور کا محل

(سلطان محمد عادل بن تعلق شاہ نے) جب سنا کہ سلطان تعلق شاہ بہادر شاہ کو ساتھ لے کر فتح و کامرانی کے جھنڈے لہراتا ہوا دلی آ رہا ہے تو اذخاں نے حکم دیا کہ تین دن



منظور فیروز شاہ خلجی



کے اندر اندر ایک مالی شان محل تعلق آباد سے تین کروہ کے فاصلے پر افغان پور میں تعمیر کیا جائے، تاکہ سلطان تعلق اس میں اتریں، رات گزاریں اور آرام کریں اور نیک ساعت میں وہاں سے تعلق آباد میں ورود فرمائیں۔

سلطان وہاں پہنچا اور الخ خاں نے تمام اکابر و اعیان کے ساتھ اس کے استقبال کو پہنچا اور کھانے کا انتظام کیا۔ سلطان تعلق نے کہا کہ وہ جو ہاتھی بنگالہ سے اپنے ساتھ لایا ہے انھیں دوڑاے جائیں۔ نئے محل کی بنیاد ابھی تازہ اور کمزور تھی، اس لیے ہاتھیوں کی دوڑ سے زمین ہل گئی۔ چوں کہ لوگوں (بادشاہ کے ساتھیوں) کو علم تھا کہ فوراً روانہ ہونا ہے، اس لیے وہ بغیر ہاتھ دھوئے باہر آگئے۔ سلطان تعلق (ابھی) ہاتھ دھو رہا تھا۔ باہر نہیں گیا تھا محل اس کے سر پر گرا اور اس نے زندگی سے ہاتھ دھوئے۔

(ص ص ۲۲۲ - ۲۲۵)

## فیروز آباد کی تعمیر

سلطان فیروز شاہ تعلق سات سو پچپن ہجری میں دلی آیا اور اس نے جمناکے کنارے فیروز آباد کی بنیاد رکھی۔

(ص ۲۲۲)

## مقبرہ سلطان فیروز شاہ تعلق

۷۹۰ ہجری (مطابق ۱۳۸۸ء) میں سلطان فیروز شاہ تعلق نے وفات پائی۔ اسے حوض نما کے کنارے دفن کیا گیا۔ اس کے مزار پر ایک شان دار گنبد بنایا گیا۔

(ص ۲۵۵)

## شہر مبارک آباد

سنہ سات سو پینتیس ہجری (۳۶ - ۱۳۳۶ء) میں مبارک شاہ نے جمناکے کنارے

ایک شہر بنایا جو اصل میں خراب آباد تھا۔ (خراب آباد اس لیے کہا گیا ہے کیوں کہ ایک دن مبارک شاہ، مبارک آباد کی زیر تعمیر عمارتوں کا معائنہ کرنے گیا ہوا تھا اور جمعے کی نماز کی تیاری کر رہا تھا کہ میران صدر نے اسے قتل کر دیا)۔

(ص ۲۹۸)

## شیر شاہ سوری کا شہر

(شیر شاہ سوری) جب سلطان علا الدین کی آباد کی ہوئی پُرانی دلی پہنچا تو اسے بھی اس نے برباد کر دیا، اور قلعہ دین پناہ میں کہ جسے محمد ہمایوں بادشاہ نے آباد کیا تھا، جسے تین کروہ کی لبائی میں فیروز آباد نام سے ایک شہر آباد کیا اور اس قلعے کا دروازہ پتھر اور چونے کا بنوایا۔

(ص ۳۶۳)

## شیر منڈل

۷ ربيع الاول ۹۶۳ ہجری (مطابق ۱۵۵۶ء) میں بادشاہ (ہمایوں) کتاب خانے کے کوٹھے پر تھا، جو دین پناہ کے قلعے میں تعمیر کیا گیا تھا۔ (ہمایوں) کتاب خانے سے باہر آیا اور جب وہ نیچے اتر رہا تھا تو مؤذن نے اذان دی۔ اذان کی تعظیم کی وجہ سے وہ بیٹھ گیا۔ جب وہ (اذان ختم ہونے کے بعد) کھڑا ہونے لگا تو اس کا عصا پھسل گیا اور اس کے قدم ڈگمگائے اور کچھ سیڑھیوں پر سے وہ لڑھکتا ہوا زمین پر آگیا۔ . . . .

اسی مہینے کی ۱۵ تاریخ کو بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔

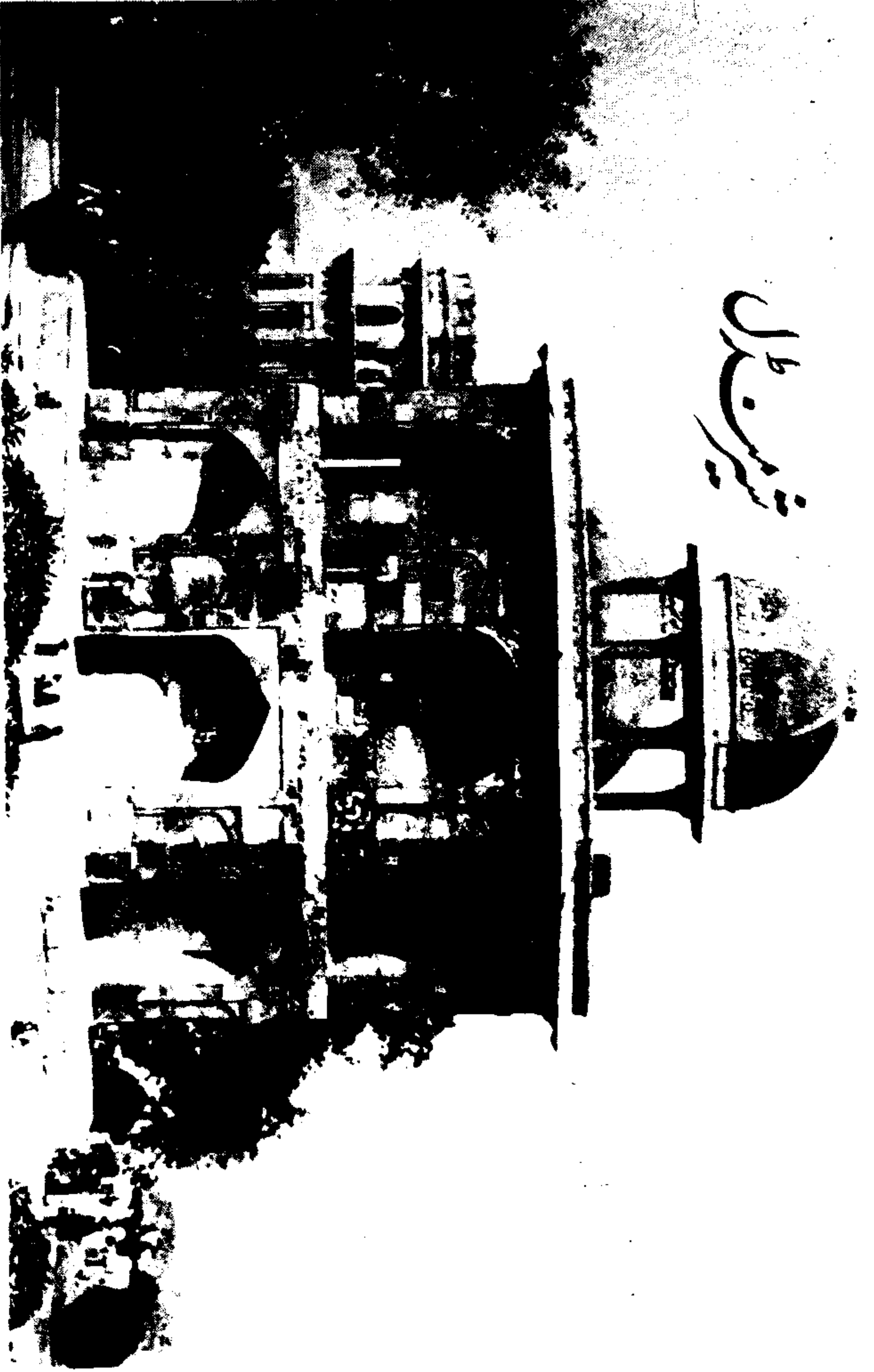
(ص ۳۶۵-۳۶۶)

## مقبورہ ہمایوں

اسی سال دلی میں جنانا کے کنارے میرک مرزا غیاث کی نگرانی میں ہمایوں بادشاہ



تیسرا طاق





کے مقبرے کی تعمیر کا آغاز ہوا۔ آٹھ، نو سال میں یہ عمارت مکمل ہو گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ عمارت انتہائی حیرت انگیز اور پُر فضا ہے۔

( ص ۶۸ )

# تاریخ داودی

عَبْدَ اللَّهِ

مُرْتَبِی

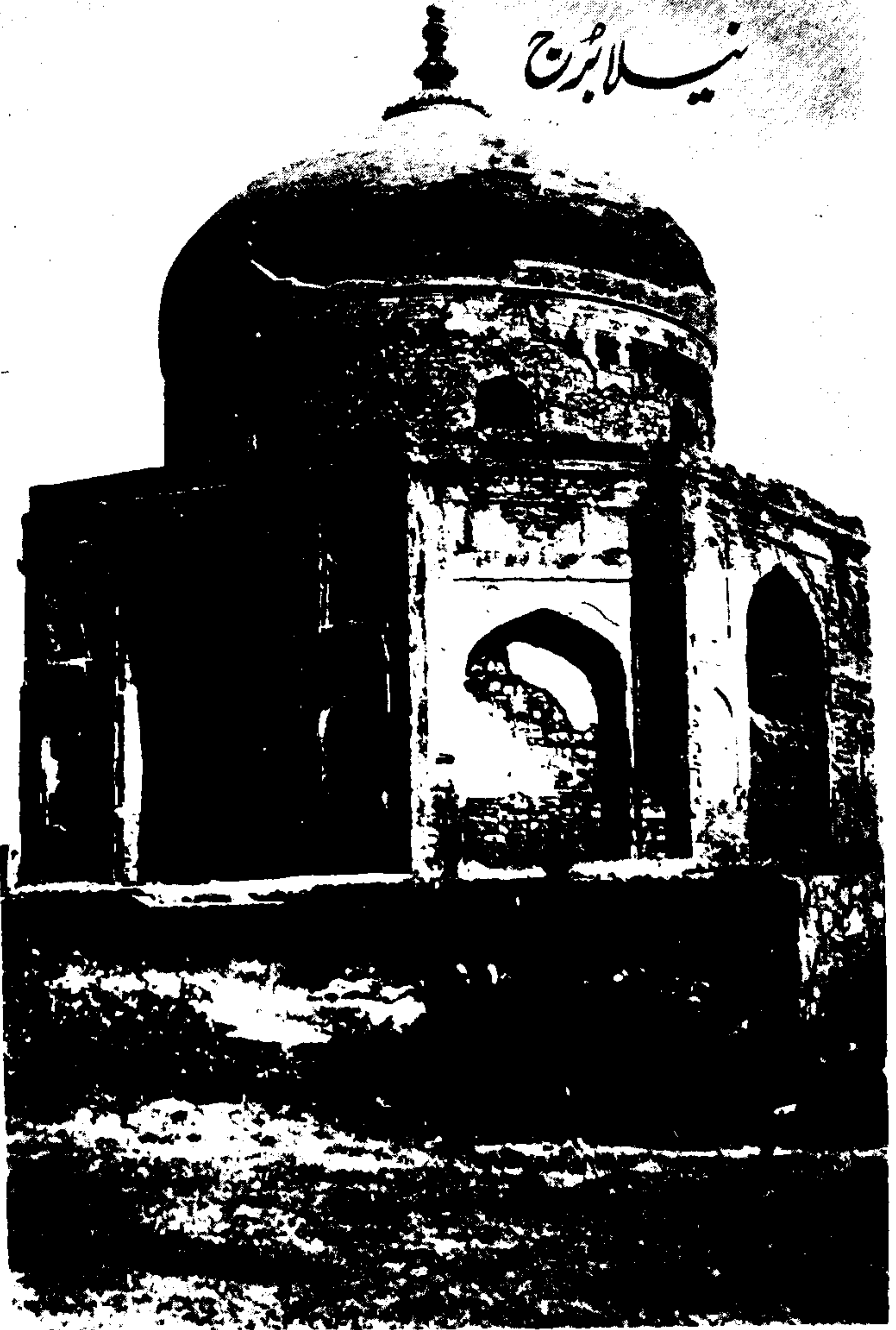
شیخ عبدالرشید

سلطان بہلول لودی کا مقبرہ

سلطان بہلول لودی کا قصبہ سکیٹ (دہلی میں اب یہ علاقہ ساکیت کے نام سے جانا جاتا ہے) ۸۹۳ ہجری (مطابق ۸۸-۱۳۸۹ء) میں انتقال ہوا۔  
 گرافر سیاب است ورپور زال  
 بیابہ زدست اجل گو مشال  
 جوز باغ (مطبوعہ تاریخ داودی میں یہ باغ نمود ہے جو غلط ہے) کے متصل دلی میں  
 مقبرے میں مدفون ہوا، جس کی عمارت عالی شان ہے۔

(ص ص ۲۰-۲۱)

نیلابرج





## قلعہ شیرگرگڑھ

اس فتح کے بعد شیرشاہ دلی کی طرف واپس ہوا اور ۹۴۷ ہجری (مطابق ۱۵۴۰-۱۵۴۱ء) دہلی آگیا۔ قلعہ علانی، جو بہت بلند اور مستحکم تھا، بعض نفسانی تعصبات یا رقابتِ انسانی کی وجہ سے (شیرشاہ نے) ویران کر دیا اور دریائے جمنا کے کنارے فیروز آباد اور کیلوکھڑی کے درمیان قصبہ اندرپت میں دو تین کوس کے فاصلے پر پڑانے شہر کو نئے شہر میں بدل دیا جو اب تک آباد ہے۔ شاندار مسجد بنائی اور بہت جلد تعمیر مکمل کی۔ قلعہ بہت لمبا چوڑا اور بہت بلند بنایا جو اس کے عہدِ حکومت میں (یہ قلعہ) مکمل نہ ہوا۔ ہاں قلعے کے اندر چھوٹے سے محل کی تعمیر مکمل ہو گئی۔ اس محل کا نام "شیرمنزل" رکھا۔

(ص ۱۳۸-۱۳۹)

## شیرشاہ کی عمارتیں

دارالخلافہ دلی شہر جمنا کے کنارے سے دور تھا اسے ویران کر کے شیرشاہ سوری نے جمنا کے کنارے شہر آباد کیا اور حکم دیا کہ ایک قلعہ اور ایک مسجد ایسے بنائے جائیں جو مضبوطی میں پہاڑ اور بلندی میں ثریا سے اونچے ہوں۔ .... جامع مسجد کی نقاشی میں سونا ملا جو رد اور شگرف بہت خرچ کیا گیا اور وہ قلعہ جو شہر میں بنایا گیا تھا ابھی مکمل نہیں ہوا تھا کہ اس کا انتقال ہو گیا۔

(ص ۲۱۷-۲۱۸)



# خزائن الفتح

امیر خسرو

مُرتبہ

محمد وحید مرزا

دارالعدلی

اُس دارالعدلی کی بنیاد گزاری کی داستان، جس نے لوگوں کے لیے فیض کا دروازہ کھول دیا۔

.....

پھر اُس (علا الدین خلجی) نے دارالعدلی قائم کیا۔ جو پاکباز اور نیک کردار لوگوں کی پیشانی سے زیادہ کشادہ تھا..... (یہ کہنا مشکل ہے کہ کوئی امیر خسرو "دارالعدلی" کی عمارت کا ذکر کر رہے ہیں۔ یا یہ محض ایک محکمہ ہے، جسے علا الدین خلجی نے قائم کیا تھا۔ خلیق)

(ص ص ۲۱-۲۲)

## مسجد قوۃ الاسلام

اُس کا رخیر کا ذکر جس کی بنیاد اُس کے بانی (علا الدین خلجی) نے رضائے خداوندی کے لیے رکھی..... پھر دین و دنیا کی تعمیر اس (خلجی) کے بعد خدا کے درمیان راز ہے۔ اس نے کارِ خیر کی ایسی بنیاد رکھی، جو آسمان کے لیے بھی قابلِ رشک تھا۔ اُس نے اس نیک کام کی ابتدا دارالسلطنت (دہلی) کی مسجد جامع (مسجد قوۃ الاسلام) سے کی۔ اس نے حکم دیا کہ مین و تدریم (پہلے سے بنے ہوئے) مقصوروں میں چوتھے مقصورے کا اضافہ کیا جائے۔ یہ مقصورہ لتنے (اونچے) ستونوں کا سہارا دے کر بنایا جائے کہ اُسے آسمان دوسرا بیت المعمور (کہتے ہیں کہ چوتھے آسمان پر بیت المعمور نام کی ایک مسجد ہے جو فرشتوں سے بھری رہتی ہے) کہہ کر پکارے۔ حکم عالی پر آسمان سے سورج کے پتھر لائے گئے اور زمین سے پتھروں کو چاند تک پہنچایا (یعنی مقصورہ بہت بلند بنایا) اور پتھروں پر قرآن کی آیتیں اس طرح نقش کیں کہ موم پر بھی ایسے نقش نہیں بن سکتے اور اتنا اونچا پہنچا دیا۔ ایسا لگتا ہے جیسے کلامِ خدا آسمان پر جائے گا اور دوسری طرف پتھروں پر منقوش آیتوں کو اتنا نیچے پہنچا دیا کہ نزولِ قرآن کا واقعہ یاد آتا ہے۔ کتبوں کو اتنا بلند کر دیا ہے کہ زمین اور آسمان کے درمیان جھگڑا پیدا ہو گیا، جو کبھی ختم نہیں ہو گا۔ جب یہ عمارت بر جوں سے لے کر فرش تک) اوپر سے نیچے تک مکمل ہو گئی تو شہر میں اور مسجدیں اتنی مضبوط بنا لیں کہ قیامت کے دن جب زلزلہ آئے گا اور جب ہزار چہترہ فلک کے بام زمین پر گریں گے، تو (اس کی) کسی محراب کا گوشہ ابرو بھی خم نہیں ہو گا۔ جن پرانی مسجدوں کی دیواریں آگے جھک گئی تھیں یا بالکل گر گئی تھیں، اور جن کی چھتیں بھی گرنے والی تھیں (مماروں نے اُن کے ستونوں کو اس طرح سیدھا کھڑا کیا کہ اُن کی بنیادیں مضبوط ہو گئیں) جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ، مذہبِ اسلام کے ستون نماز ہیں اور اُن کی چاروں دیواریں ایسی مضبوط ہو گئیں جیسے اسلام کے پانچ رکن۔ اُن مسجدوں کے اندر اور باہر سفیدی کر کے انھیں ایسا نورانی بنا دیا جس کے سفید اور چمکدار

رنگ کو دیکھ کر آسمان کا رنگ نیلا پڑ گیا۔

(ص ۱۳)

## علانی لاکھ

..... اُس (علا الدین خلجی) نے فیضِ خداوندی سے پرانی اور بوسیدہ مسجدوں کو نئی زندگی بخش دی اور اس طرح یہ مسجدیں قابلِ احترام کیسے کی طرح برابر ہونے سے بچ گئیں۔ پھر بلند حوصلگی کی وجہ سے، اُس نے ارادہ کیا کہ مسجد کے بلند مینارے، جو پگاندے روزگار ہیں، کا جواب پیدا کرے (یعنی قطب مینار کی طرح ایک اور مینار تعمیر کرے..... اس نے پہلے حکم دیا کہ مسجد کا صحن، جتنا زیادہ ممکن ہو، اتنا وسیع کیا جائے تاکہ مسلمان کہ جنہیں خدا نے توفیق دی ہے کہ اس دنیا میں نہیں سما سکتے، انہیں دنیا میں ایک اور دنیا نظر آئے۔ بادشاہ نے یہ حکم بھی دیا کہ استحکام کے لیے عمارت کا محیط پہلے مینارے (قطب مینار) سے ڈگنا ہو..... تاکہ پرانے مینارے کا کلاہ (اوپر کی منزل) نئے مینارے کے درمیان کے قتبے کے برابر ہو.....

ہندوستان کے سنگ تراشوں نے، جن کے فنِ سنگ تراشی پر فرہاد کو بھی رشک آتا تھا، اپنے تیشے سے پتھروں کو اتنا ہموار اور چمکنا کر دیا کہ اگر اُس پر سے خیال گزرے تو اُس کے قدم ڈگمگائیں..... عمارت کی تعمیر کی جو تاریخ دیوار پر لکھی گئی، وہ سات سو گیارہ ہے۔

(ص ۲۵-۲۶)

## شہر کی تفصیل

شہر (دلی) کی مضبوط تفصیل کی تعمیر کا ذکر۔ یہ (تفصیل دنیا میں دوسری سکندری کی

طرح ہے.....

دلی کی تفصیل کتبہ معظمہ کے بعد دوسری ہے۔ (یہ تفصیل) بہت عرصے پہلے تعمیر

ہوئی تھی..... قدامت کی وجہ سے دیوار جگہ جگہ سے گر گئی تھی۔ اُس کے کنگروں نے کبھی جھنیں دیکھنے والوں کی ٹوپیاں گرجانی تھیں۔ خود اپنے کلاہ زمین پر پھینک دیے۔ (یعنی گر پڑے تھے) جب علاؤالدین خلجی کا زمانہ آیا، خدا کرے وہ تاقیامت سلامت رہے۔ اُس نے حکم دیا کہ خزانے مٹی اور پتھروں کے ہم وزن سونالے کر اس کی تعمیر پر خرچ کیا جائے۔ ماہر معماروں نے کام شروع کر دیا اور بہت جلد پرانی کی جگہ نئی فصیل تعمیر کرادی.... چوں کہ یہ شرط ہے کہ نئی عمارت کی بنیاد) میں خون ڈالا جائے، اس لیے کئی ہزار بکروں جیسی واڑھی والے منلوں کو اس پر قربان کیا گیا۔

(ص ص ۲۷-۲۸)

## ایک اور قلعے کی تعمیر کا ذکر کہ جو بادشاہ کی عنایت سے آسمان سے باتیں کرنے لگا

جب دارالعلوم کے معماروں کو دی کی عمارتوں کی تعمیر کا (مناسب) معاوضہ مل گیا، تو بادشاہ نے تمام ملک میں جو فصیلیں اور قلعے تھے اور برسات کی وجہ سے اُن میں نمی پیدا ہو گئی تھی جن کے در بند (دروازوں کی آگلیں) اونگھ رہی تھیں یا سو رہی تھیں (یعنی اب کوئی اُن عمارتوں کے دروازے نہیں کھولتا تھا) جن میں دراڑیں پڑ گئی تھیں۔ جنھوں نے منہ کھول دیا تھا اور دانت دکھا رہی تھیں (یعنی بالکل خسہ ہو گئی تھیں)..... بادشاہ نے حکم دیا کہ اُن کی مرمت کی جائے۔

(ص ص ۲۸-۲۹)

## پُرانی مسجدوں کی تعمیر

شہری اور دیہی علاقوں میں مسجدوں کی مرمت کرائی تاکہ تمام دنیا، تسبیح اور اذان کی آوازوں سے گونج اُٹھے..... ہر اُس مسجد کی تعمیر کی گئی کہ جس کی حالت خسہ ہو گئی



# تاریخ مبارک شاہی

مؤلفہ

میٹھی بن احمد سرہندی

افغان پور (دلی کے قریب) نئے محل کی تعمیر اور غیاث الدین تغلق  
کی موت

سلطان (غیاث الدین تغلق) وہاں (لکھنؤ) سے دلی کی طرف واپس روانہ ہوا.....  
جب موضع افغان پور پہنچا کہ جو دربار عام کے لیے بنایا گیا تھا اور عجلت میں تعمیر ہونے کی وجہ  
سے اس میں ابھی نمی باقی تھی اس (غیاث الدین تغلق) نے حکم دیا کہ وہ ہاتھی جو لکھنؤ سے ماہ  
فینت کے طور پر لائے گئے تھے انھیں ایک ساتھ دوڑایا جائے۔ محل میں ابھی نمی باقی تھی کہ  
کہ وہ پیکر ہاتھیوں کے قدموں (کی دھمک سے) زمین ہل گئی اور محل گر پڑا۔ سلطان غیاث الدین  
تغلق شاہ مرحوم محل کے نیچے دب کر ایک آدمی کے ساتھ شہید ہو گیا۔ یہ واقعہ ماہ (ربیع الاول

(۷۷۲۵) میں پیش آیا۔

کہا جاتا ہے کہ یہاں بھی شیخ الاقطاب شیخ محی الدین نظام الحق والشرع والدین کی روحانی قوت کام آئی۔ جب (سلطان غیاث الدین تغلق نے روانہ ہونے کا ارادہ کیا تو شیخ نے اپنی زبانِ دُورِ بار سے فرمایا کہ دلی تجھ سے دُور ہے۔ جب سلطان فتح و کامیابی کے ساتھ افغان پور آیا تو اُس نے کہا کہ دشمن کو کچل کر میں دلی سلامت واپس آگیا، لیکن یہ خبر شیخ الاقطاب تک پہنچی تو فرمایا کہ دلی تجھ سے دُور ہے اور یہ واقعہ ماہِ مذکور (ربیع الاول ۷۷۲۵ھ) میں رونما ہوا:

شعرا

جہاں گر گئی درتہ پائے خویش

یہ جہنمی سراخجام بر جاے خویش

(اگر تو ساری دنیا کو اپنے قدموں تلے روند دے لیکن آخر کار تو اپنی جگہ (قبر)

سوئے گا۔)

(ص ص ۹۶-۹۷)

کوٹلہ فیروز شاہ

الغزن سنیہ مذکور میں (۷۵۳ھ) چند ماہ بعد (فیروز شاہ تغلق) کلانور کے لیے روانہ ہوا اور منجھور کے علاقے میں شکار کر کے دلی کی طرف روانہ ہوا۔ اسی سال کوشک (موجودہ کوٹلہ فیروز شاہ) مسجد اور حوضِ غاض کے بالائی حصے پر مدرسہ تعمیر کیا۔

(ص ص ۱۲۳-۱۲۴)

کچھ عرصے بعد اُس نے (فیروز شاہ) فیروز آباد جیسے عظیم شہر شہرہا الشریح الآفات (خدا کے آفات سے محفوظ رکھے) آباد کیا۔

۱ ص ۱۲۵



کوشلہ فیروز شاہ



# تاریخ شاہی

مؤلفہ

احمد یادگار

## شیرشاہ کی دلی

وہ شہر (شیرشاہ کی دلی) شیرشاہ کے حکم سے دریاے جہنا کے کنارے آباد کیا گیا تھا۔  
(اسے دیکھ کر) خوش ہوا۔ اس کے آباد ہونے پر خدا کا شکر ادا کر کے وہاں مقیم ہو گیا۔  
(ص ۲۲۶)

سلیم گڑھ

(سلیم شاہ نے) شہر کے نزدیک قلعہ دین پناہ کے سامنے دریاے جہنا کے کنارے قلعہ  
اسلام گڑھ بنایا۔ اتنا مضبوط اور کوئی قلعہ ہندوستان میں نہیں ہوگا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے  
(پورا قلعہ) ایک پتھر سے تراشا گیا ہے۔

(ص ۲۵۶)

# قانونِ ہمایونی

مؤلفہ

غیاث الدین محمد مشہور بہ خواند امیر

دین پناہ

عدل و احسان کے قواعد کے اس بنیاد گزار (ہمایوں بادشاہ) کی بنائی ہوئی تمام عظیم الشان اور عجیب و غریب تعمیرات میں شہر دین پناہ، بے مبالغہ دین داران شب بیدار کی پناہ گاہ ہے۔ ..... ۹۳۹ ہجری (مطابق ۱۵۳۳ء) میں شعبان کے مہینے میں گوالیار کے قلعے میں بادشاہ سکندر آثار (ہمایوں بادشاہ) رونق افروز تھے، جس کی وجہ سے یہ قلعہ حصار سپہر دوار کے لیے باعثِ رشک بنا ہوا تھا۔ ایک رات (ہمایوں) تختِ بخت و فیروزی پر جلوہ فرما تھے (انہوں نے) اُس دربار کے لوگوں کو جو فرسوس جیسا تھا اور علما و فضلا کو مجلس میں حاضر رہنے کی اجازت دے رکھی تھی اور ہر طرف (بیٹھے ہوئے لوگوں سے گفتگو کر رہے تھے۔ اُس اثنا میں زبانِ الہام بیان سے سخن کی یہ گوہر افشانی کی مدت سے ہمارے سر میں اس خیال نے اور دل میں اس ارادے نے جڑ پھڑکی ہے کہ حضرت دلی کے دارالسلطنت کے

قریب ایک ایساریع وسیع شہر بنایا جائے جس کی فصیل کے کنگرے خورنق اور سدیر (نعمان بن منذر نے بہرام گور کے لیے خورنق اور سدیر جیسی عجیب و غریب عمارتیں بنائی تھیں) ہر طعنہ زن ہوں اور اُس کے بڑجوں کے پاس بان زحل کی ہمسری کا دعوے کریں۔ اُس شہر میں سات منزلہ ایک محل تعمیر کیا جائے اور اُس کے چاروں طرف بے مثال باغ لگائے جائیں۔ ان عمارتوں کی خوش نمائی اور شان و شکوہ کے بارے میں جو بھی سُنے، وہ انھیں دیکھنے کے لیے دنیا کے کونے کونے سے دوڑے ہوئے آئیں۔ صاحبانِ فضل و علم کی اس جاے پناہ بیدار مغز و شب بیدار بزرگوں کے اس مسکن کا نام ”دین پناہ“ ہو۔ اس فردوس مرتبت محفل کے حاضرین تحسین و آفرین کے لیے زبانِ اخلاص سے لب کشا ہوئے۔ اس اثنا میں امیرالظرفا قدوة القضاة مولانا شہاب الدین احمد مہمانی کو خیال آیا کہ حسابِ جہل کی رو سے شہر بادشاہ دین پناہ سے ۹۴۰ برآمد ہوتے ہیں۔ اس لیے اگر اس تاریخ (سال میں) میں اس شہر کی بنیاد رکھی جائے تو عجیب و غریب اتفاق ہوگا۔ اسی وقت یہ بات (بادشاہ) کے گوش گزار کی گئی۔ حضرت اعلیٰ اور درباریوں نے اس مسن اتفاق پر تعجب کا اظہار کیا۔

..... ققہ مخقر سبب مذکور کی وجہ سے طاقت ور اور فتح مند بادشاہ کے

دل میں یہ ارادہ مصمم ہو گیا۔ خدا کی حفاظت میں گوالیار سے آگرے واپس آنے کے بعد ذی الحجہ ۹۳۹ ہجری (مطابق ۱۵۳۳ء) دارالسلطنت دلی کی طرف موڑ دیں۔ اس جنتِ صفات شہر خدا سے آفت سے بچائے، پہنچنے پر استخارے اور استشارے کے بعد دریاے جمن کے کنارے دین پناہ شہر کی بنیاد رکھنے کے لیے ایک ٹیلا پسند کیا۔ وہاں سے شہر تقریباً تین کوس کے فاصلے پر تھا۔ محرم الحرام ۹۴۰ ہجری (مطابق ۱۵۳۳ء) کے وسط میں اس گھڑی جس کا انتخاب عالمِ جیوتشوں اور ماہرینِ ستارہ شناسوں نے کیا تھا، مشائخِ عظامِ قابلِ احترام سید، علما اور دلی کی مسجدوں کے امام اور بزرگ حضرات بادشاہ بجر کمر مت آئے، خدا کے انور میں نئے شہر کی بنیاد کی سلامتی اور حکومت کے استحکام کی دعا کی۔ پہلے بادشاہ نے اپنے دستِ حق پرست سے زمین پر پہلی اینٹ رکھی۔ پھر عالی مرتبہ حاضرین میں سے ہر ایک اینٹ ہاتھ میں لے کر اُس مقام پر آیا اور اتنی بھیڑ ہو گئی کہ سپاہیوں، فوجیوں، مہاروں اور

طاقت و رمزوروں کو (بنیاد میں) ٹھیک سے پتھر رکھنے اور مٹی لانے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ اسی دن بادشاہ کے محل کا کام بھی شروع کر دیا گیا۔ اب تک کہ کتبہ مذکور ۹۲۰ ہجری (مطابق ۱۵۳۲ء) کے اواخر ماہ شوال ہے۔ فیصل، دیواریں اور دین پناہ کے دروازے تقریباً مکمل ہو گئے ہیں۔ چھوٹے اور بڑے، تاجیک اور ترک سب امید کرتے ہیں کہ اس شہر کی تمام بلند اور عظیم الشان عمارتیں بہت جلد مکمل ہو جائیں گی۔

..... جناب امیرال نظر فانی مولانا شہاب الدین احمد معانی نے (دین پناہ کی تعمیر کے سلسلے میں) جو قطعہ تاریخ نظم کیا ہے، وہ لکھا جاتا ہے:

داورِ دوراں پناہ ملک و دیں  
خسرو عادل، ہمایوں بادشاہ  
کردا این شہرِ معظم را بنا  
تا کنندش اہل دیں آرام گاہ  
سال تاریخ بنائش نزدِ عفتل  
ہست شہر بادشاہ دیں پناہ

۹۲۰ھ

(ص ۸۲-۸۶)

# تاریخ فرشتہ

جلد اول

محمد اسم فرشتہ

(عربی سے اردو میں ترجمہ - مولانا عطاء الرحمن)

## دلی کے آباد ہونے کا ذکر

داد پٹہ راجپوت تو راج کے ایک طائفے سے ہے۔ اس نے نقبہ اندر پت کے پاس ۳۰۷ ہجری (مطابق ۹۱۹ - ۶۹۲۰) میں ایک شہر آباد کیا۔ چونکہ اس جگہ کی زمین بہت نرم اور بھر بھری تھی اس لیے اس میں کیل بمشکل تمام ٹھہر پاتی تھی۔ اس لیے اس شہر کا نام دلی پڑ گیا۔ داد پٹہ کے بعد توران کے اکھ اور بادشاہوں نے وہاں حکومت کی۔ ان کے نام میں بھوج راج، ادھرن، سپد ہندل، روہیک، روہیکر، آہشکر، مدن پال، سالباہنن — جب توران کی حکومت کا زوال ہوا اور حکومت اعلیٰ درجے کے راجپوتوں میں منتقل ہوئی تو ان میں سے چھے بادشاہوں نے یہاں حکومت کی۔ ان کے نام ہیں مانک دیو، دیوراج، راول دیو، جاہ دیو، ہردیو، پتھورا — اور جب سلطان شہاب الدین غوری کے ساتھ معرکے میں پتھورا قتل



ہو گیا تو دتی ۵۸۸ ہجری (مطابق ۱۱۹۲ء) کے اواخر میں ان کے تصرف سے نکل کر دیوان ملک کے زیر اثر آگئی۔

(ص ۹۴)

## مسجد قوت الاسلام

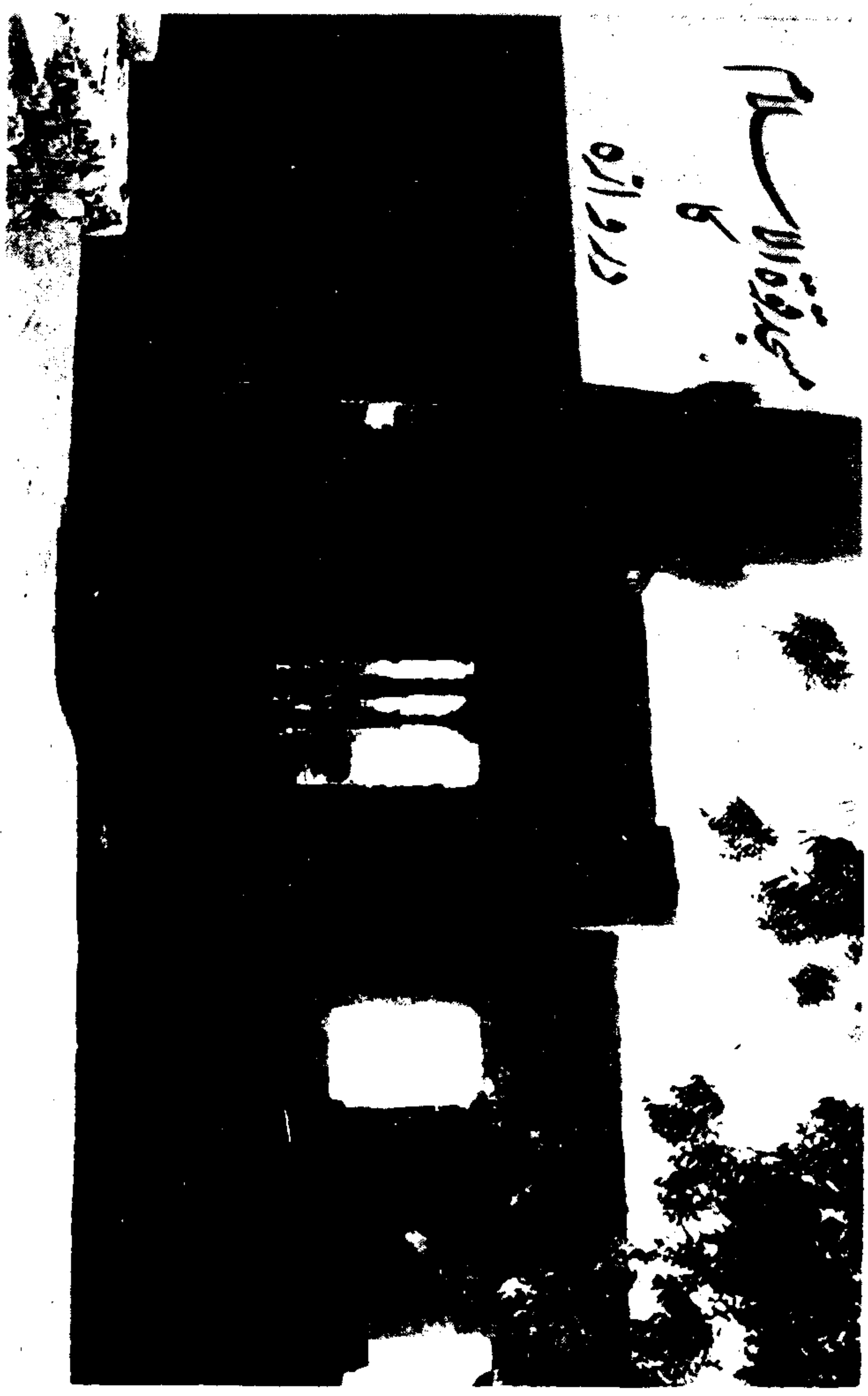
جب سلطان قطب الدین ایبک غزنی سے ۵۹۲ ہجری (مطابق ۱۱۹۴-۹۵ء) میں دتی واپس آیا تو اس نے جامع مسجد کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جو دتی میں کچھ عرصہ پہلے بنائی گئی تھی۔

(ص ۱۵۸)

## حوض شمس

ملفوظات خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے جس کے جامع شیخ فرید الدین شکر گنجؒ ہیں (شیخ صاحب نے) لکھا ہے کہ بادشاہ کو ایک حوض بنانے کی خواہش ہوئی۔ اس حوض کے لیے مناسب جگہ کے تعین کے لیے وہ خواجہ صاحب (حضرت بختیار کاکیؒ) کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا۔ سلطان جس جگہ بھی پہنچا وہاں سے گزر گیا، یہاں تک کہ اس جگہ آگیا جہاں پر اب حوض شمس ہے اور اسی جگہ کو (حوض کے لیے) طے کر لیا۔ جب رات ہوئی تو سلطان نے پیغمبر آل حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ سرور انبیاء علیہ من الصلوٰۃ افضلہا اس زمین پر گھوڑے پر سوار کھڑے ہیں۔ انہوں نے فرمایا شمس الدین کیا چاہتے ہو۔ سلطان نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کہ یہیں بنا لو۔ اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھوڑے نے زمین پر ٹاپ ماری اور وہاں سے ایک چشمہ پھوٹ پڑا۔ سلطان کی آنکھ کھل گئی۔ ابھی رات باقی تھی کہ خواجہ قطب الدین بختیار کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور واقعہ بیان کیا۔ خواجہ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ سلطان مجھے زمین پر لے گیا، میں نے چراغ کی روشنی میں دیکھا کہ اس جگہ پانی کا چشمہ پھوٹا ہے۔

(ص ۱۱۶)



سجود اللہ کا

درس اولہ



## دلی کے محلے

جب ولایت کے شہزادے اور بزرگانِ وقت (غیاث الدین بلبن) اس کے زمانے میں دلی آئے تو بہت خوشی کا اظہار کرتا (بادشاہ) اور خدا کا شکر بجالاتا۔ ہر ایک کے لیے ایک الگ محلے کا تعین کرتا۔ چنانچہ دلی میں پندرہ محلے آباد ہو گئے تھے۔ پہلا محلہ عباسی، دوسرا محلہ سنجر، تیسرا محلہ خوارزم شاہی، چوتھا محلہ ولیمی، پانچواں محلہ علوی، چھٹا محلہ اتابکی، ساتواں محلہ غوری، آٹھواں محلہ چنگیزی، نواں محلہ رومی، دسواں محلہ سنقری، گیارہواں محلہ یمینی، بارہواں محلہ موصلی، تیرہواں محلہ سمرقندی، پندرہواں محلہ کاشغری اور پندرہواں محلہ خطائی۔

(ص ۱۳۱)

## دارالامان

غیاث الدین بلبن ..... ۶۸۵ ہجری (مطابق ۸۶-۶۱۲۸۷) کے اواخر میں اس جہان پر شور و شین کو چھوڑ گیا اور دارالامان میں دفن ہوا۔

(ص ۱۳۵)

## کیلوکھڑی کے محل کی تعمیر

سلطان معز الدین کیتباد نے کیلوکھڑی میں دریاے جمنہ کے کنارے بہت شان دار محل اور شاہانہ انداز کا مالی شان باغ بنایا اور اسے دارالسلطنت بنا دیا۔

(ص ۱۳۶)

## کیلوکھڑی میں شہر نو

جلال الدین فیروز شاہ خلجی نے کیلوکھڑی کے محل میں سکونت اختیار کی اور معز الدین کیتباد کی نامکمل عمارتوں کو مکمل کیا۔ دریاے جمنہ کے کنارے نیا باغ بنایا۔ چوڑے اور پتھر سے فصیل

تعمیر کی اور اپنے دربار کے امرا و رؤسا کو بہت تاکید کی کہ وہ وہاں عمارتیں بنائیں مسجد اور بازار کی بنیاد رکھی، اور اس شہر کو "شہرِ نو" کے نام سے موسوم کیا۔ لیکن جب رفتہ رفتہ دلی ویران ہونے لگی تو "شہرِ نو" "دلی نو" کے نام سے موسوم ہو گیا۔

(ص ۱۵۴)

## کوشک لعل

(جلال الدین خلجی) پھر وہاں سے اس کوشک لعل میں گیا جو سلطان غیاث الدین بلبن کا خاص محل تھا۔ جلال الدین خلجی کا خاص محل تھا۔ جلال الدین خلجی رسم قدیم کے مطابق گھوڑے سے اتر گیا۔ ملک احمد حبیب نے عرض کیا کہ یہ کوشک آپ ہی کا ہے۔ پھر کیوں گھوڑے سے اتر گئے۔ سلطان نے فرمایا کہ ہر حال میں اپنے ولی نعمت کی عزت کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ ملک احمد حبیب نے کہا کہ اس عمارت میں "جو دار الامارۃ" ہے اس میں آپ کو سکونت اختیار کرنی چاہیے۔ سلطان نے جواب دیا کہ غیاث الدین بلبن نے اپنی خانی (غالباً وزہرت) کے زمانے میں خود بنایا تھا۔ اب اس محل کی مالک اس کی اولاد ہے، میرا اس پر کوئی حق نہیں۔ احمد حبیب نے کہا کہ ملکی معاملات میں اس قدر تقید کی گنجائش نہیں ہوتی۔ سلطان نے فرمایا میں چند روزہ مصلحت کے لیے اسلام کے قواعد سے باہر کیوں جاؤں اور کیوں ایسا کام کروں جو نفس الامر کے خلاف ہے۔

(ص ۱۵۵)

## سیدی مولا کی خانقاہ

سیدی مولا جب دلی آگئے تو یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی اور ایک بہت بڑی خانقاہ تعمیر کی۔

(ص ۱۶۱)

## مغل پورہ (بستی نظام الدین)

چنگیز خاں کا نواسہ الغواں نے بہت بڑی فوج کے ساتھ دہلی پر حملہ کیا تھا۔ سلطان جلال الدین خلجی کی فوج نے منگولوں کا ڈٹ کر ایسا مقابلہ کیا کہ بڑی تعداد میں مغل مارے گئے۔ الغواں خاں چار ہزار مغل عورتوں اور بچوں کے ساتھ سلطان جلال الدین خلجی کی پناہ میں آ گیا۔ الغواں اور ان تمام مغل امرا کو کہ جو نو مسلم مشہور ہو گئے تھے، غیاث پور کے پاس کہ جہاں شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہ کا مقبرہ ہے۔ ان لوگوں نے عالی شان عمارتیں اور گھر بنائے اور اس جگہ کا نام مغل پورہ رکھا۔

(ص ۱۶۳)

## قصر ہزار ستون۔ حصار دہلی

علاؤ الدین خلجی نے سیری کو دار السلطنت بنا کر قصر ہزار ستون، دیگر عمارتیں بنائیں اور دہلی کی فصیل کو دوبارہ تعمیر کیا اور جس طرف سے مغل آتے تھے، اس طرف کی فصیل کو اور زیادہ مضبوط بنایا۔

(ص ۱۹۵)

## علاؤ الدین خلجی کے عہد کی عمارتیں

کہتے ہیں کہ جس قدر فتوحات (علاؤ الدین خلجی) کو نصیب ہوئیں کسی اور بادشاہ کو حاصل نہیں ہوئیں اور جتنی مسجدیں، خانقاہیں، حوض، مینار، حصار اس کے عہد میں بنے کسی اور بادشاہ کے زمانے میں نہیں بنے۔ جتنے اہل ہنر اس کے عہد میں تھے کسی اور عہد میں دیکھنے میں نہیں آئے۔

(ص ۲۱۲)

## قلعہ تعلق آباد

سلطان غیاث الدین تعلق شاہ کو عمارت میں بنانے کا بہت شوق تھا۔ اس نے تعلق آباد اور دوسری عمارتیں تعمیر کیں۔

ص ۲۳۲

## افغان پور کا قلعہ

الغ خاں (محمد تعلق شاہ) نے جب سنا کہ اس کا باپ سلطان غیاث الدین تعلق شاہ دہلی پہنچ رہا ہے تو اس نے تین دن کے اندر اندر افغان پور کے پاس ایک محل تعمیر کیا تاکہ جب باپ وہاں پہنچے تو رات کو وہاں قیام کرے اور صبح کو اس وقت شہر میں داخل ہو جب شہر کو سجا یا جا چکا ہو اور تمام اسباب سلطنت مہیا ہوں۔

جب بادشاہ وہاں پر پہنچا تو اسے عمارت کی تعمیر کا سبب بتایا (بادشاہ نے) وہاں نزول کیا۔ تعلق آباد میں خوشی اور جشن کا سامان فراہم کیا اور سب سے بنائے۔ دوسرے دن الغ خاں (سلطان محمد تعلق شاہ) اور تمام امرا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف یاب ہوئے جو لوگ اس کے استقبال کے لیے آئے تھے ان کی ساتھ اس محل میں بیٹھ کر کھانا کھانے میں مشغول ہوا۔ جب کھانا ختم ہو گیا تو لوگ سمجھے کہ بادشاہ اسی وقت سوار ہوگا اس لیے ہاتھ دھوئے بغیر باہر آگئے۔ چوں کہ الغ خاں کی موت ابھی نہیں آئی تھی اس لیے وہ تو ہاتھی گھوڑے اور دوسرے نذرانے جو وہ اپنے ساتھ لایا تھا پیش کرنے کے لیے باہر آ گیا اس دوران میں عمارت کی چھت گر پڑی۔ بادشاہ پانچ آدمیوں سمیت اس کے نیچے دب کر خدا کو پیارا ہو گیا۔ بعض تار بخوں میں لکھا ہے کہ چوں کہ محل نیا نیا تھا اور ابھی تازہ تھا اس لیے ہاتھیوں کے دوڑنے کی دھمک سے گر پڑا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ اس قسم کی عمارت کا بنانا ضروری نہیں تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ الغ خاں نے اپنے باپ کو مارنے کا ارادہ کیا تھا۔





تاریخ و تمدن آباد



صیا الدین برنی، جو فیروز شاہ بادشاہ کے عہد میں تھا اور بادشاہ فیروز کو سلطان محمد سے بہت عقیدت تھی۔ ممکن ہے کہ اس کے خیال سے صیا الدین برنی نے یہ عبارت نہ لکھی ہو، اور اباب بصیرت کے دلوں پر یہ پوشیدہ نہیں ہے کہ یہ حکایت قابل یقین نہیں ہے، کیوں کہ الخ خاں باپ کے ساتھ دسترخوان پر حاضر تھا۔ یہ کرامت کیسے ممکن ہے کہ اس (الخ خاں) کے باہر آتے ہی چھت گر جائے۔ صدر جہاں نجرانی کا بیان ان میں سب سے زیادہ رنگین ہے۔ اس نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ الخ خاں کی یہ عمارت طلسماتی تھی اور جب طلسم ٹوٹا تو چھت گر پڑی۔ حاجی محمد قندھاری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ جب سلطان (سلطان غیاث الدین تغلق) ہاتھ دھو رہا تھا تو آسمان سے بجلی گری جس کی وجہ سے چھت گر پڑی۔

(ص ۲۳۵)

## فیروز آباد

(فیروز شاہ تغلق) نے ۷۵۵ ہجری (مطابق ۱۳۵۴ء) میں دہلی کے قریب جٹا کے کنارے فیروز آباد کے نام سے ایک شہر آباد کیا۔

(ص ۲۶۲)

## فیروز شاہ تغلق نے پُرانے بادشاہوں کی عمارتوں کی مرمت کرائی

معدلت آثار (فیروز شاہ) فیروز آباد کی جامع مسجد کا گنبد شان دار اور بہت پہل ہے معدلت آثار (فیروز شاہ) نے اس کے ہر پہلو پر اپنی "تاریخ فیروز شاہی" کو جو اس کے واقعات پر مشتمل اور آٹھ فصلوں پر مبنی ہے، پتھروں پر کندہ کرائے ہیں..... (ان میں سے ایک پر لکھا ہوا تھا کہ پُرانے زمانے کے بادشاہوں کی عمارتیں، مسجدیں، خانقاہیں، مدرسے، کنوئیں، حوض، پہل اور مقبرے کہ جو خستہ حالت میں تھے، میں نے ان کی از سر نو تعمیر کی۔

ص ۲۶۹

## فیروز شاہ تغلق کی عمارتیں

"تاریخ فیروز شاہی" میں اپنی بنائی عمارتوں کا فیروز شاہ تغلق نے جو ذکر کیا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے:

پچاس بند جوئے، چالیس مسجدیں، تیس مدرسے، سو محل، پانچ دارالشفاء، سو مقبرے، دس حمام، ایک سو پچاس کنوئیں، سو پل اور بے شمار باغات۔ ہر ایک کے لیے وقف نامے لکھے اور موقوفات تعین کیے۔

(ص ۲۴۲ - ۲۴۳)

## سلطان ناصر الدین محمد شاہ کا مزار

سلطان ناصر الدین محمد شاہ، محمد آباد جالیسر میں تھا تو اس کی بیماری نے زور پکڑا۔ دن بہ دن کمزور ہوتا چلا گیا اور اس کی جسمانی قوت ختم ہو گئی۔ یہاں تک کہ ۷ ربیع الاول کو اس کا انتقال ہو گیا۔ لاش دلی لائی گئی اور حوض خاص کے قریب باپ کے پہلو میں اسے دفن کر دیا گیا۔

(ص ۲۷۸)

## سکندر شاہ بن ناصر الدین محمد شاہ کا مزار

سکندر شاہ کا انتقال ہوا تو وہ بھی اپنے باپ دادا کی طرح حوض خاص کے کنارے مدفون ہوا۔

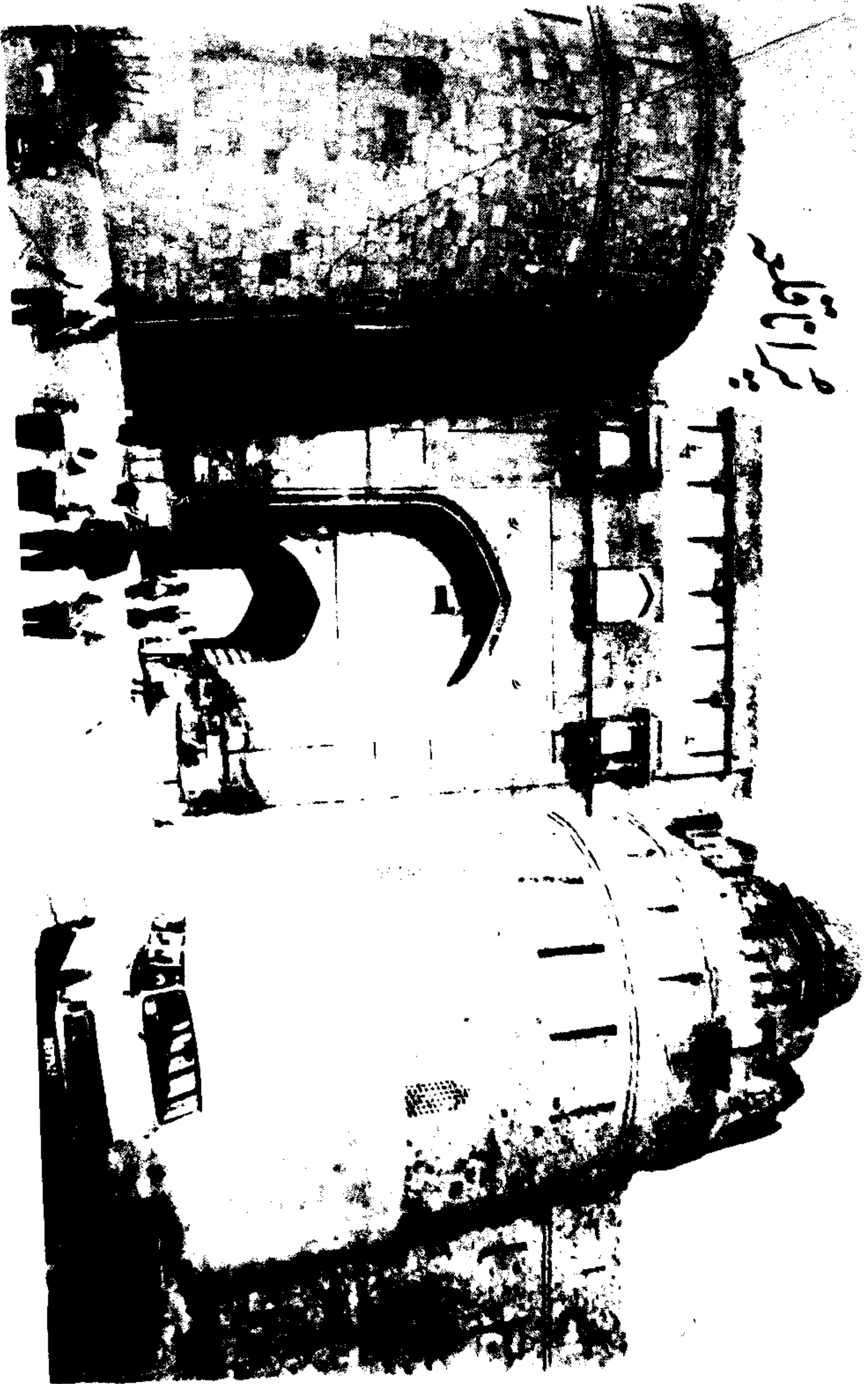
(ص ۲۸۹)

## شہر مبارک آباد

سلطان مبارک شاہ نے ۷ ربیع الاول ۸۳۷ ہجری (مطابق ۱۴۳۳ء) کو جمنائے کنارے ایک شہر کی بنیاد رکھی اور اسے مبارک آباد کے نام سے موسوم کیا۔

(ص ۳۰۸)

# میرانا قلعہ





## قلعہ دین پناہ

جنتِ آشیانی (نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ) نے احتیاط کے طور پر دہلی میں دریائے جمنا کے کنارے ایک بہت مضبوط قلعہ تعمیر کیا اور "دین پناہ" اس کا نام رکھا۔ (قلعے کے) مکمل ہونے پر اسے معتبر لوگوں کے حوالے کر کے گجرات کے علاقے میں واقع سارنگ پور کے لیے روانہ ہو گیا۔

(ص ۳۹۹)

## دین پناہ کے گرد فصیل

سلیم شاہ (شیر شاہ سوری کا لڑکا نئی دہلی کی طرف متوجہ ہوا اور حکم دیا کہ اس شہر کے چاروں طرف جس میں ہمایوں بادشاہ نے قلعہ بنایا تھا، چوڑے اور پتھر کی فصیل بنائی جائے۔

(ص ۲۳۳)

## ہمایوں کا کتب خانہ

۷ ربیع الاول ۹۶۳ ہجری (مطابق ۱۵۵۶ء) میں سورج ڈوبنے کے وقت جنتِ آشیانی (ہمایوں بادشاہ) کتاب خانے کے کونٹے پر برآمد ہو کر بیٹھے۔ اچانک مؤذن نے مغرب کی اذان دینی شروع کی۔ آلِ حضرت (ہمایوں بادشاہ) اذان کی تعظیم کے طور پر دوسری سیرمی پر بیٹھ گئے۔ اٹھتے وقت چاہا کہ عصا پر زبرد سے کھڑے ہوں۔ عصا لرز کر بعل سے نکل گیا اور بادشاہ زینے سے لڑھک کر زمین پر آ رہے۔ ..... اہ مذکور کی گیارہویں تاریخ کو مغرب کے وقت ان کا انتقال ہو گیا۔

(ص ۲۵۹)



# تاریخ فرشتہ

جلد دوم

طکا

حوض شمشی

مدت سے شمس الدین التمش کا ارادہ تھا کہ دلی کے قریب ایک حوض بنائے تاکہ لوگوں  
پانی کی قلت سے نجات حاصل ہو سکے۔ اتفاق سے ایک رات اس نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھوڑے پر سوار ایک جگہ پر کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں کہ  
اے شمس الدین! اگر حوض بنانا چاہتا ہے تو ایسی جگہ پر بنا جہاں میں کھڑا ہوں۔ بے انتہا  
خوشی سے جب شمس الدین التمش کی آنکھ کھلی تو اس نے اس جگہ کو ذہن نشین کیا جس کی  
طرف جناب رسالت پناہ نے اشارہ فرمایا تھا۔ اس نے کسی کو خواجہ قطب الدین بختیار کاکی  
کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ میں نے خواب دیکھا ہے، اجازت ہو تو حاضر خدمت ہو کر  
عرض کروں۔ یہ سب بات خواجہ پر پہلے منکشف ہو چکی تھی۔ انہوں نے جواب دیا کہ جس  
جگہ پر آل حضرت نے حوض بنانے کا اشارہ فرمایا ہے، میں وہیں جا رہا ہوں اور تم جتنی جلد  
آجساؤ بہتر ہے۔ شمس الدین التمش خواجہ کا جواب سن کر فوراً گھوڑے پر سوار ہوا اور تیزی  
سے خواجہ کے گھر کی طرف روانہ ہوا تاکہ ان سے مل کر مقصد حاصل کر سکے۔ جب خادموں

نے شمس الدین کو یہ بتایا کہ خواجہ صاحب فلاب موضع میں ہیں تو التمش تیزی سے روانہ ہو گیا اور دیکھا کہ اس مقام پر خواجہ نماز میں مشغول ہیں۔ جب وہ نماز پڑھ چکے تو التمش ان کے سامنے گیا اور دست بوسی سے شرف یاب ہوا۔ کہتے ہیں کہ جہاں شمس الدین نے آل حضرت کو نوار دیکھا تھا وہاں آل حضرت کے گھوڑے کے سُم کا نشان موجود تھا اور کچھ ہی دیر بعد اس نشان سے پانی نکلنے لگا۔ اس جگہ پر حوض بنایا گیا اور گھوڑے کے سُم کے نشان پر صفہ اور ایک گنبد تعمیر کیا گیا۔ انہی دنوں اس حوض میں ایک چٹمہ بھی پھوٹ نکلا جو آج تک خشک نہیں ہوا۔ اکثر باغ اس چٹمے سے سیراب کیے جاتے تھے۔ امیر خسروؒ نے اپنی مثنوی "قرآن السعدین" میں اس حوض اور چٹمے کی تعریف کی ہے۔

(ص ص ۸۱-۳۸۲)

## غیاث پور میں حضرت نظام الدین اولیا کا مزار

سلطان الاولیا حضرت نظام الدین غیاث پور میں جو اب نئی دہلی کے مغلوں میں سے ایک ہے مدفون ہوئے۔

(ص ۳۹۸)

## حضرت امیر خسروؒ کا مزار

شیخ نظام الدین اولیا کی وفات کے چھ مہینے بعد جمعے کی رات کو ۲۹ ویں ذیقعدہ ۷۲۵ ہجری (مطابق ۲۳-۱۳۲۵ء) کو امیر خسروؒ کا انتقال ہو گیا اور اسی خطیرے میں اپنے مرشد کی قبر کے پائوں میں مدفون ہوئے۔ کہتے ہیں کہ شیخ نے بار بار یہ فرمایا تھا کہ امیر خسرو میرے بعد زندہ نہیں رہے گا۔ جب وہ رحلت کرے تو اسے میرے پہلو میں دفن کریں کہ وہ میرا صاحب اسرار ہے اور میں اس کے بغیر جنت میں قدم نہیں رکھوں گا۔ اگر ایک قبر میں دو (لاشوں) کو دفن کرنا جائز ہوتا تو میں وصیت کرتا کہ اُسے میری قبر میں دفن کریں تاکہ دونوں ساتھ رہیں۔ غرض یہ کہ جب امیر خسروؒ کا انتقال ہوا تو لوگ چاہتے تھے کہ شیخ کی وصیت

کے مطابق امیر خسروؒ کو ان کے مقبرے کے گنبد میں اور ان کے پہلو میں دفن کریں۔ ان دنوں ایک خواجہ سرا تھا جو منصب وزارت پر فائز تھا اور شیخ کا مرید بھی تھا۔ وہ مانع آیا۔ (اس کا کہنا تھا) کہ شیخ کے بعض مریدوں کو شیخ اور امیر خسروؒ کے مزاروں میں اشتباہ پیدا ہوگا۔ اس واسطے انھیں شیخ کے پائوں میں چبوترہ یاران پر دفن کیا گیا۔

(ص ۴۰۳)

# ماثر الامرا

(جلد اول)

صہبام الدولہ شہنواز خاں

مستتبہ

مولوی عبدالرحیم اور مرزا اشرف علی

داراشکوہ کامنرا

اس دن داراشکوہ اور اس کے بیٹے پیر شکوہ کو، تھنی کے پر کھلے حوض پر، بٹھا کر پرائی  
دلی کے شہر اور بازار میں نکالا گیا اور پھر خود آاد میں ایک محضوفا جگہ قید میں ڈال یا گیا دوسرے  
دن ۲۱ ذی الحجہ ۱۰۶۹ ہجری (مطابق ۱۶۵۹ء) کو انہیں قتل کر کے ہمایوں کے مقبرے میں  
دفن کر دیا گیا۔

(جلد اول، ص ۸۰۱)

## شاہ جہاں آباد اور لال قلعہ

شاہ جہاں بادشاہ نے دریائے جہنا کے کنارے ایک شہر آباد کرنے کا عزم کیا۔ فن تعمیر کے ماہرین نے بہت تلاش و جستجو کے بعد ایسا قطعہ زمین پسند کیا، جو دارالملک دہلی میں اور نور گڑھ اور بستی (پرائی دہلی) کے آغاز کے بیچ میں ہے۔ ۲۵ ذی الحجہ بارہویں سال جلوس ۱۰۴۸ ہجری (مطابق ۳۹ - ۱۶۳۸ء) کو بنیاد جس کے نشان بادشاہ کے سامنے مقرر کر دیے گئے تھے) رکھی گئی۔ عبداللہ خاں فیروز جنگ دہلی کا ناظم تھا۔ اس کے بھتیجے غیرت خاں کی نگرانی میں بنیادیں کھدنی شروع ہو گئیں۔ ۹ محرم ۱۰۴۸ ہجری (مطابق ۲ مئی ۱۶۳۹ء) کو اس عظیم الشان عمارت کی بنیاد رکھی گئی۔ بادشاہ کے ممالک محروسہ میں جہاں کہیں سنگتراش سادہ کار اور پیرچین گر، معمار اور بڑھئی جیسے صنعت گر جہاں تھے، بادشاہ کے حکم سے آگے اور بہت سے دوسرے کاریگروں کے ساتھ کام میں مشغول ہو گئے۔ ابھی تھوڑا ہی سالہ جمع ہوا تھا اور ابھی پوری طرح سے بنیادیں نہیں رکھی گئی تھیں کہ غیرت خاں ٹھٹھے کا صوبے دار ہو کر چلا گیا۔ علی وردی خاں صوبہ دہلی کا گورنر مقرر ہوا اور عمارتوں کی تعمیر کا کام اس کو تفویض کر دیا گیا۔ وہ دو سال اور چند روز اس کام پر متعین رہا۔ دریا کی طرف سے قلعے کی دس گز اونچی بنیادیں اٹھ چکی تھیں۔ اس کے بعد (دہلی) صوبے کی صوبے داری، عمارتوں کی تاسیس اور تعمیر کا کام مکرمت خاں کے سپرد کیا گیا۔ مکرمت خاں بادشاہ کی خدمت میں میر سامانی کے عہدے پر فائز تھے۔ انھوں نے بہت کوشش اور جدوجہد کی۔ یہاں تک کہ بیسویں سال جلوس میں یہ گردوں بنا قلعہ دوسری فردوس آئین عمارتوں کے ساتھ تیار ہو گیا۔ اس (قلعے) کے ہر گوشے میں محل اور ایوان ہیں اور ہر کونے میں باغ اور تالاب۔ بغیر کسی تکلف اور مبالغے کے یہ نگارخانہ چین ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ وہ نگارخانہ چین، نقش اول ہے اور یہ نقش دوم۔

درواں قدر بردہ صنعت بکار

کہ خود نیز محو است صنعت نگار

امیر خسرو کی غیب دانی ہے کہ انھوں نے زمانہ سابق میں دہلی کی مدح میں جو کچھ کہا تھا وہ

ہج کے زمانے میں بھی کام آیا۔

### بیٹ

اگر فردوس بر روے زمین است

ہمیں است وہمیں است وہمیں است

۹ سال تین مہینے اور چند روز کی مدت میں چھ لاکھ روپے کے خرچ سے (یہ قلعہ)

تعمیر ہوا۔

یہ عالی شان قلعہ ہشت پہلو ہے اور بغدادی طرز پر تعمیر ہوا ہے۔ ایک ہزار بادشاہی گز لمبا اور چھ سو ذراع (ہاتھ) چوڑا ہے۔ اس کی دیواریں اس لال پتھر سے بنی ہیں جو فتح پور سے حاصل کیا گیا ہے۔ اس کی اونچائی زمین سے لے کر کنگروں تک پچیس ذراع (ہاتھ) اور یہ چھ لاکھ گز مربع ہے جو مستقر الخلاۃ اکبر آباد کے قلعے سے دو گنا ہے اور اس کا محیط تین ہزار تین سو ذراع (ہاتھ) ہے۔ اس کے ۲۱ برج ہیں۔ ۷ گول اور ۱۴ ہشت پہلو ہیں۔ چار دروازے اور دو کھڑکیاں ہیں۔ (قلعے) کے ساتھ خندق ہے جو چوبیس گز چوڑی اور دس گز گہری ہے۔ یہ خندق، نہر کے پانی سے بھری ہوئی ہے۔ دونوں طرف سے (یہ نہر) جمناسے ملی ہوئی ہے۔ قلعے کے مشرقی حصے میں خندق نہیں ہے۔ کیوں کہ اس طرف کی دیوار جمناسے ملی ہوئی ہے۔ ۲۱ لاکھ روپے میں یہ قلعہ تعمیر ہوا ہے۔

شاہ محل میں بادشاہ کی آرام گاہ کی پھتیس چاندی کی ہیں اور امتیاز محل جو آرام گاہ کے نام سے مشہور ہے اور جس کو برج طلا کہتے ہیں اور دولت خانہ خاص و عام ہے اور باغ حیات بخش (وغیرہ) پر اٹھائیس لاکھ روپے خرچ ہوئے۔ بیگم صاحب کا محل اور دوسرے اہل حرم کے مکانات کی تعمیر پر سات لاکھ روپے خرچ ہوئے۔ قلعے کے اندر بادشاہی کارخانہ جات کے لیے قلعہ گردوں عظمت میں جو بازار اور چوکیاں تعمیر ہوئیں۔ ان پر چار لاکھ روپے خرچ ہوا۔

(جلد سوم، ص ص ۴۶۲-۴۶۵)

## دلی کی نہر

سلطان فیروز خلجی نے اپنے عہد حکومت میں پرگنہ خضر آباد میں دریاے جمنا سے ایک نہر کاٹی تھی۔ اسے تیس کوس بادشاہی (کے فاصلے) پر لاکر پرگنہ سفیدوں تک پہنچایا۔ یہ پرگنہ اس کی شکار گاہ تھی اور کھیتی کے لیے یہاں پر پانی کم تھا۔ بادشاہ کے انتقال کے بعد وقت کے ساتھ ساتھ یہ نہر مٹی سے اٹ گئی اور اس میں پانی بہنا بند ہو گیا۔ عرش آشیانی (اکبر بادشاہ) کے زمانے میں دلی کے صوبے دار شہاب الدین احمد خساں نے کھیتی باڑی کی ترقی اور آبادی میں اضافے کے لیے نہر کی مرمت کرا کے اس میں پانی جاری کرایا اور یہ نہر ”شہاب نہر“ کے نام سے موسوم ہو گئی۔ جب اس (شہاب الدین) کا انتقال ہو گیا تو پھر اس نہر کی مرمت اور تعمیر نہیں ہوئی اور اس میں پانی بہنا دوبارہ بند ہو گیا۔ اس زمانے میں جب اس قلعے کے بنانے پر بادشاہ (شاہ جہاں) کی توجہ مبذول ہوئی تو حکم ہوا کہ خضر آباد سے سفیدوں تک یعنی جہاں سے نہر شروع ہو کر ختم ہوتی تھی مرمت کرائی جائے۔ سفیدوں سے قلعے تک بھی تیس کروہ بادشاہی کا فاصلہ ہے۔ (حکم دیا) کہ نئی نہر کھودی جائے، تیار ہونے کے بعد اس کا نام ”نہر بہشت“ رکھا گیا۔ محلوں میں پانی سے بھرے ہوئے حوض اور اونچے اونچے پانی پھینکتے ہوئے فوارے عجیب منظر پیش کرتے تھے۔

(جلد سوم، ص ۲۶۵ - ۲۶۶)

## لال قلعے کی آرائش

۲۳ ربیع الاول ۱۰۵۸ ہجری (مطابق ۸ اپریل ۱۶۴۸ء) اکیسویں سال جلوس شاہ جہانی میں نجومیوں نے یہ دن مقرر کیا تھا کہ بادشاہ قلعے میں نزول فرمائیں (اس دن) جشن اور عشرت کا ساز و سامان فراہم کیا گیا اور تمام خاص عمارتوں کو طرح طرح کے نفیس فرش سے آراستہ کیا گیا۔ کشمیر اور لاہور سے ہر محل کے لیے بہت ہی نفیس و لطیف پشم شال کے بنے ہوئے فرش سے آراستہ کیے گئے۔ کمروں اور ایوانوں پر سنہری



روپے، کلابتوں کے بنے ہوئے اور محل زربفت کے تیار کیے ہوئے وہ پردے لٹکائے گئے جو نادراتِ روزگار میں سے تھے اور جنھیں گجرات کے ہنرمندوں نے بنایا تھا۔ ہر کمرے میں ایک طلائی مینا کارِ منبت اور سادہ کام کا تخت رکھا تھا اور ہر جگہ مسند تھی جس پر ایسے گاڈتیجے رکھے ہوئے تھے جن کے غلافوں پر موتی ٹکے ہوئے تھے اور سنہری مسند پوش ان پر بچھے ہوئے تھے۔ دیوانِ خاص و دیوانِ عام کے تین طرف روپہلی جالیاں اور جھروکوں کے سامنے سنہری جالیاں آراستہ تھیں۔ اس سونے کے بنے ہوئے محل کے ہر طاق میں سونے کی زنجیریں لٹکی ہوئی تھیں کہ جنھیں دیکھ کر آسمان بھی پتھر میں تھا۔ اس ایوان کے بیچ و بیچ ایک چوکر تخت گاہ بنائی گئی تھی، جس کو چاروں طرف سے سنہری جالیوں سے آرائش دی گئی تھی۔ اس کے اوپر ایک تخت فلکِ نظیر رکھا ہوا تھا کہ جو دنیا کو روشن کرنے والے سورج کو روشنی دے رہا تھا۔ تخت کے سامنے ایک زرنگار شامیانہ کھڑا تھا، جسے مروارید کی ڈوریوں سے سجایا گیا تھا اور تخت کے دونوں طرف دو مَرَضِعِ چتر تھے جن پر مروارید کی ڈوریاں لٹکی ہوئی تھیں اور تخت کے دوسری طرف ہشت پہلو منبت نصب کیے گئے ہیں تخت گاہ کے پیچھے مَرَضِع اور مٹلا چھوٹی چھوٹی چوکیاں بچھی ہوئی تھیں، جن پر اسلحہ رکھے ہوئے تھے۔ ان اسلحہ میں جواہر سے جڑی ہوئی تلواریں جن کے دستے مَرَضِع تھے اور مَرَضِعِ ترکش ساز و سامان کے ساتھ، اور مَرَضِعِ نیزے بہت سلیقے سے رکھے ہوئے تھے۔ اس ایوانِ سحر بنیان کی چھتیں، ستون، دروازے اور دیواریں اور وہ محل جو دیوانِ خاص اور دیوانِ عام کے چاروں طرف سے زردوزی سائبانوں، فرنگی اور چینی زرنگار پردوں اور گجرات کے سونے اور چاندی کے تاروں سے بنے ہوئے محل، زربفت اور تقرنی باف اور بادلہ اور کلابتوں کی ڈوریوں سے سجایا گیا تھا۔ اس عظیم الشان ایوان کے سامنے محل، زربفت کے شامیانے، روپہلی بلیوں پر کھڑے تھے۔ بارگاہ کے نیچے زنجین فرش بچھایا گیا تھا اور اس کے چاروں طرف چاندی کی جالیاں نصب کی گئی تھیں۔ جس شامیلانے کا اوپر ذکر کیا گیا ہے وہ بلندی و وسعت میں آسمان کی طرح تھا۔

(یہ شامیانہ بادشاہ کے حکم سے احمد آباد کے سرکاری کارخانے میں بنا تھا۔ ایک لاکھ روپیہ اس پر صرف ہوا اور تیاری میں کافی وقت لگا۔ اس کی لمبائی ستر ذرہ پادشاہی (بادشاہی) ہاتھ ہے اور عرض پینتالیس ہاتھ (یہ شامیانہ) چاندی کے چودہ ستونوں پر کھڑا تھا۔ ان میں سے ہر ستون سوا دو گز گول اور بائیس گز اونچا ہے اور تین ہزار دو سو گز کو محیط کرتا تھا۔ دس ہزار آدمی اس میں کھڑے ہو سکتے تھے اور تین ہزار فراش اور دوسرے لوگ مل کر بڑی ثقیل کی مدد سے ایک مہینے میں اسے کھڑا کرتے تھے اور یہ خاص و عام کی زبان میں دل بادل کے نام سے مشہور تھا.....  
..... بھئی کاشی نے اس عظیم الشان (قلعے) کی تاریخ اختتام اس طرح نکالی :  
”شد شاہ جہاں آباد از شاہ جہاں، آباد“  
اور ایک ہزار روپیہ صلہ پایا۔

(جلد سوم، ص ۲۶۶-۲۶۹)

## قلعے کے آس پاس کی عمارتیں

جب شاہ جہاں آباد کے قلعہ مبارک کی تعمیر مکمل ہو گئی تو تمام شہزادہ عالی شان اور امراے عالی شان نے قلعے کے دائیں بائیں اور جہان کے کنارے بڑے وسیع اور بے مثل محل بنانے شروع کیے۔ ان عالی شان عمارتوں پر اکیس لاکھ روپیہ خرچ ہوا ہوگا۔ عوام، اکابر اور امرا نے اپنے مرتبوں اور اپنی مالی حالت کے مطابق ایسے مکان بنوائے کہ جن سے ان کے ذوق اور سلیقے کا پتہ چلتا ہے.....

(جلد سوم، ص ۲۷۰)

## شہر کی تفصیل

یہوں کہ نئے شہر کی تفصیل مٹی اور پتھر سے بنائی گئی تھی۔ اس لیے بارشوں میں جگہ جگہ



پیشہ



سے گر گئی۔ ۲۶ ویں سال جلوس شاہ جہانی میں پتھر اور پھونے سے (دوبارہ) فیصل  
بہت مضبوط بنانی شروع ہوئی اور تیسویں سال جلوس شاہ جہانی میں اس کی تعمیر مکمل  
ہوئی۔ یہ چھ ہزار تین سو چونتھ ذراع (ہاتھ) لمبی ہے۔ اس پر ستائیس برج ہیں۔  
اور گیارہ دروازے ہیں۔ ان میں دو دروازے بڑے ہیں کہ جن کی چوڑائی چار ذراع  
(ہاتھ) اور کنگروں تک ان کی اونچائی ۹ ذراع (ہاتھ) ہے۔ اس کی تعمیر پر چار لاکھ  
روپیہ خرچ ہوا ہے۔ لاہور کی طرف کے راستے کی چوڑائی چالیس ذراع اور لمبائی ایک  
ایک ہزار پانچ سو بیس گز ہے اور بادشاہ کے حکم سے وہاں رہنے والوں نے اس  
راستے پر ایک ہزار پانچ سو ساٹھ حجرے اور مطبوع اور دل پسند محل بنوائے ہیں۔

(ص ۴۷۱)

## چاندنی چوک

بادشاہی اصطبل کے پاس سے بازار شروع ہوتا ہے۔ یہ اصطبل قلعے کی بنیاد کی دیوار  
سے دو سو پچاس ذراع کے فاصلے پر ہے اور چوک اسی گز چوڑا اور اسی گز لمبا ہے۔  
کوٹوالی چبوترہ چار سو اسی گز کے فاصلے پر ہے اور وہاں سے دوسرا چوک جو ہشت پہلو  
ہے اور بغدادی طرز پر بنا ہوا ہے سو گز چوڑا ہے۔ اتنے ہی طول و عرض کا بازار ہے  
اس چوک کے شمال میں ایک دو منزلہ سرائے ہے جو بیگم صاحب نے بنائی ہے۔ اس  
سرائے کا ایک دروازہ بازار کی طرف اور دوسرا باغ کی طرف ہے۔ اس سرائے کو  
(صاحب آباد) کہتے ہیں۔ جس میں حقیقتاً تین باغ ہیں جو نو سو بہتر ذراع لمبے ہیں۔ ان  
میں سے ایک باغ حکومت خاں نے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا تھا اور بادشاہ نے  
کلہ دوراں کو عنایت فرمادیا تھا۔ بازار مذکور کے جنوب کی طرف ایک حمام ہے جو بہت  
پاکیزگی اور لطافت کے ساتھ ملکہ زماں کے حکم سے تیار ہوا تھا۔ اس سرائے اور  
چوک سے اس سرائے اور چوک فتح پوری محل تک پانچ سو ساٹھ گز کا فاصلہ ہے اور  
اکبر آباد کی طرف کے بازار کا راستہ لمبائی میں ایک ہزار پچاس ذراع اور چوڑائی میں

تیس ذراع ہے۔ اس بازار کے دونوں طرف بہت خوب صورت اور پاکیزہ آٹھ سو اٹھاسی حجرے اور مکان بنے ہوئے ہیں۔ بازار کے شروع میں قلعے کے دروازے کے سامنے جنوب کی طرف ایک عالی شان مسجد، اکبر آبادی محل کی بنوائی ہوئی ہے۔

(جلد سوم، ص ۲۴۲-۲۴۳)

## جامع مسجد

اس شہر کی جامع مسجد، کہ جو مسجد جہاں نما کے نام سے مشہور ہے، بہت خوب صورتی اور متانت اور وسعت کے ساتھ بنائی گئی ہے۔ (یہ مسجد) قلعے کے مغرب میں ایک ہزار گز کے فاصلے پر ایک پہاڑی پر بنی ہوئی ہے۔ ۱۰ شوال ۱۰۶۰ ہجری (مطابق ۲۶ ستمبر ۱۶۵۰ء) چھ سال کی مدت میں دس لاکھ روپے کے خرچ سے بنی ہے۔ سعد اللہ خاں اور خلیل اللہ خاں اس کے ہتتم تھے۔

قبلہ حاجات آمد مسجد شاہ جہاں

۱۰۶۰ ہجری

یہ عمارت کی تاریخ تکمیل ہے۔

(جلد سوم، ص ۲۴۳)

## حویلیاں اور باغ

فہرادوں اور امرا و رؤسا نے دل فریب مکان اور طراوت افزا باغ اس طرح بنوائے ہیں کہ خیال کا گھوڑا اس کے بیان کرنے میں لنگڑا جاتا ہے تو کلائی کا گھوڑا کیسے راستہ طے کرے.....

(جلد سوم، ص ۲۴۳)

## چوک سعد اللہ خاں اور روشن الدولہ کی مسجدیں

چوک سعد اللہ خاں کی مسجد اور چوک جو چاندنی چوک کے نام سے مشہور ہے (ج۔ ظفر خاں مخاطب بہ روشن الدولہ نے بنوائی ہے) دونوں مسجدوں کے گنبد اور مینارے کہ جن پر سونے کا پانی چڑھا ہوا ہے پریتیل کا پترا چڑھا ہوا ہے۔ یہ دونوں گنبد خوب چمکتے ہیں۔ سورج اور چاند کے نکلنے کے وقت ان کی روشنی سے چشم فلک خیرہ ہو جاتی ہے۔

(جلد سوم، ص ۲۷۳)

## تدکیم دلی

قدیم دلی ہندوستان کے بڑے اور پُرانے شہروں میں ہے۔ پہلے اس کا نام اندرپت تھا۔ اس کا طول البلد ۱۱۴ درجہ اور دقیقہ ۳۸ ہے، اور اس کا عرض البلد ۲۸ درجہ اور دقیقہ ۱۵ ہے۔ اگرچہ بعض لوگ اس کو دوسری اقلیم میں شمار کرتے ہیں، لیکن وہ ہے تیسری اقلیم میں۔

سلطان قطب الدین اور سلطان شمس الدین (دونوں) قلعہ رائے پتھورا میں رہتے تھے۔ سلطان غیاث الدین بلبن نے ایک اور قلعہ بنایا اور اس کا نام مرزغن رکھا) اس کو مرزغن (قبرستان سمجھا۔

میرزا الدین کیتباد نے دریاے جمنا کے کنارے ایک شہر تعمیر کیا جسے کیلوکھڑی کہتے ہیں۔ امیر خسرو نے قرآن السعدین میں اس شہر کی تعریف کی ہے۔

## بیت

وی دہلی وی بستانِ دہلی  
پگ بٹہ و چہرہ کج نہاد



ہمایوں کا مقبرہ اسی شہر میں ہے۔ سلطان علاء الدین نے ایک اور شہر بسایا، اُسے سیری کہتے ہیں۔ اس کے بعد تغلق شاہ نے تغلق آباد بنایا۔ اس کے بعد سلطان محمد نے ایک نیا شہر اور دل کش عمارتیں تعمیر کیں۔ سلطان فیروز نے اپنے نام پر ایک بڑا شہر آباد کیا، اور دریائے جمنا کو کاٹ کر (شہر کے) قریب لایا اور فیروز آباد سے تین کوس کے فاصلے پر ایک اور محل تعمیر کیا جس کا نام "جہاں نما" ہے۔ جب جنت آشیانی (ہمایوں بادشاہ) کا عہد آیا تو اُس نے اندرپت کے قلعے کو تعمیر کیا اور "دین پناہ" اس کا نام رکھا۔ شیر شاہ سوری نے علاقے کی دلی کو اجاڑ کر ایک اور شہر آباد کیا۔

(جلد سوم، ص ۲۴۲-۲۴۵)

# تاریخ فیروز شاہی

شمس سراج عقیف

مرتبہ

مولوی ولایت حسین

## شہر فیروز آباد کا آباد کرنا

جب شاہ فیروز کو شہر حصار فیروزہ بنانے کا خیال آیا..... جس جگہ پر کہ اب شہر حصار فیروزہ آباد ہے۔ اس سے پہلے یہاں خدا کے حکم سے بڑے بڑے گاؤں آباد تھے۔ ایک "لراس بزرگ" اور دوسرا "لراس خرد" تھا۔ لراس بزرگ میں پچاس اور لراس خرد میں چالیس گھر تھے۔ اس زمین میں کوئی گاؤں ایسا نہیں تھا جس میں کھوک نہ ہو۔ جب حضرت شاہ فیروز نے "لراس بزرگ" کی حدود کی زمین دیکھی تو انھیں یہ جگہ بہت پسند آئی اور یہ ان کی زبان مبارک سے ادا ہوئے۔ اگر اس جگہ پر شہر آباد کیا جائے تو کیا اچھا ہوگا۔ حکمتِ خداوندی کی وجہ سے وہ زمین ہمیشہ خشک رہتی تھی۔ بلکہ گرمی کے موسم میں جب عراق و خراسان سے مسافر اس جگہ پہنچتے تو چار جیتل میں ایک مٹکا پانی خریدتے تھے۔

یعنی اس زمین میں بے آبی کا یہ عالم تھا۔ سلطان فیروز شاہ نے اس موقع پر یہ بھی کہا کہ  
 ”اے خدا! چوں کہ بندہ امیدوار خدا کے بھروسے پر نیک مسلمانوں کے فائدے  
 کے لیے شہر بنانا چاہتا ہے، اس لیے تو اپنی قدرتِ اعلیٰ سے اس زمین میں پانی پیدا  
 کر دے۔“ حضرت شاہ فیروز نے اسی زمین پر پٹاڑ ڈالا اور اس کام کی کوشش شروع  
 کر کے شہر کا سنگ بنیاد رکھا۔ سلطان فیروز شاہ، شاہ خوش خصال کئی سال تک اپنے دربار  
 کے خواتین و ملوک کے ساتھ اس کام میں مشغول رہا۔ پہاڑ کے پتھر نرسائی پہاڑ سے لاتے  
 گئے۔ پکا چونا کھور میں ملا کر ایک ایسے بڑے قلعے کی تعمیر کا آغاز کیا جس کا طول بے حد اور  
 عرض بے حد اور ارتفاع بلند تھا۔ بادشاہ کے اعوان و انصار میں سے ہر ایک کے مکان  
 کی جگہ متعین کی گئی۔ ہر ایک شخص اس چمن میں بادشاہ کے خون کی وجہ سے اپنے مکان  
 کی تعمیر کی جدوجہد میں مشغول ہو گیا۔ جب قلعہ بن گیا اور اس کام میں کافی مدت گزر گئی تو  
 سلطان فیروز شاہ نے الہامِ خداوندی سے اس حصار کا نام ”شہر حصارِ فیروزہ“ رکھا۔ حصار  
 بننے کے بعد خندق کھودی گئی اور خندق کی تہ اور خندق کے دونوں اطراف کھدائی کرنے سے  
 جو مٹی ملی اس سے خندق کے دونوں طرف کنگرے بنا دیے گئے اور حصار میں ایک  
 بڑا حوض اور تالاب بنایا گیا۔ اس حوض کا پانی خندق میں ڈالا گیا۔ چناں چہ برسوں اس حوض  
 کا پانی خندق میں جاری رہا۔ قلعے میں ایک ایسا محل تعمیر کیا گیا کہ تلاش کرنے کے باوجود تمام  
 دنیا میں اس کی مثال نہیں ملے گی۔ اس قلعے میں بہت سے محل بنائے گئے اور ان کی  
 تعمیر میں بڑے تکلف اور بے شمار حکمتوں سے کام لیا گیا۔ اس کوشک میں ایک حکمت یہ  
 تھی کہ اگر کوئی شخص کسی ترکیب سے کوشک میں داخل ہو جاتا تو بہت سے محلوں سے گزر  
 کر درمیان کے ایک محل میں آ جاتا جو تنگ اور تاریک تھا اور اگر اس کوشک کے نگہبان  
 رہبری نہ کرتے تو اس کے لیے تاریکی سے باہر آنا ممکن نہ ہوتا۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ  
 ایک فراش اس مقام پر تنہا پہنچ گیا وہ چند روز غائب رہا۔ بعد میں وہی نگہبان وہاں گئے  
 اور اسے اس اندھیرے سے نکال کر باہر لائے۔ مقصد یہ ہے کہ دنیا کو روشن کرنے  
 والے دیگر بادشاہوں کی طرح حضرت شاہ فیروز نے بھی یہ کوشک بڑی حکمتوں کے ساتھ

بنایا تھا۔ تمام خاندانِ عظام، لوگ اہلِ احترام، امرائے اہلِ کرام اور ہر خاص و عام نے یہاں اپنے خوب صورت اور شان دار مکان بنائے۔ جب حضرت شاہ فیروز نے.....

..... اس زمین کی خشکی دیکھی تو ان کے دل میں خیال آیا کہ یہاں پانی پہنچانا چاہیے۔ بادشاہ نے اس کام کا خود ارادہ کیا اور کوشش کی اور پانی کی نہر کاٹ کر حصارِ فیروزہ میں لے آیا، یعنی دریائے جمنائے سے ایک نہر تعمیر کرائی اور دوسری نہر دریائے ستلج سے لایا۔ چنانچہ دریائے جمنائے سے نکلی ہوئی نہر رجموہ اور نہر الفغانی ان دونوں کے دہانے کرناں میں ملتے تھے اور وہاں سے اتنی کر وہ (کوس) کا سفر طے کر کے شہر حصارِ فیروزہ میں پہنچتی تھی۔ اُس زمانے میں اس موزخ کے والد بادشاہ کے خاص لوگوں میں سے تھے اور محل میں خدمت کرتے تھے اور عہدہ شب نویسی پر فائز تھے۔ انہوں نے اس موزخ کو (یعنی مجھے) بتایا کہ حضرت فیروز شاہ ڈھائی سال تک شہر حصارِ فیروزہ کی تعمیر میں مصروف رہے تھے اور تمام خلق نے اس کام میں پوری طرح ان کا ساتھ دیا تھا۔ غرض کہ حضرت شاہ فیروز نے بڑی خوشی اور مسرت کے ساتھ شہر حصارِ فیروزہ تعمیر کیا اور وہاں پر بہت سے باغ اور بے شمار درخت لگائے۔ چنانچہ ہر طرح کا پھل ان باغوں میں لگتا تھا۔ مثلاً سدا پھل، جہزی، نارنگ، سکندر اول اور اسی طرح ہر قسم کے پھول یہاں پائے جاتے تھے۔ اور گنا بے شمار۔ نیشکر سیاہ اور پونڈا دونوں قسم کے یہاں ہوتے تھے۔ اگر کوئی دانت سے گنا چھیلتا تو گنا اتنا نرم ہوتا کہ نیچے تک پہنچ جاتا۔ البتہ اس سے پہلے حصارِ فیروزہ کی زمین میں خریف کی فصل تو اچھی ہوتی تھی لیکن ریح کی فصل اچھی نہ ہوتی تھی۔ کیوں کہ گندم بغیر پانی کے نہیں ہو سکتا۔ جب حضرت فیروز شاہ بے پایاں نہروں کے ذریعے بہت زیادہ پانی حصارِ فیروزہ کی زمین میں لے آئے تو دونوں فصلیں اچھی ہونے لگیں۔ اس سے پہلے ماضی کے بادشاہوں کے زمانوں میں اس علاقے کو سرکاری کاغذات میں شق ہانسی لکھا جاتا تھا۔ جب شہر حصارِ فیروزہ تعمیر ہو گیا تو سلطان فیروز نے فرمایا کہ اس دن سے شق حصارِ فیروزہ لکھیں۔

(ص ۱۲۲ - ۱۲۸)

## حصار فیروزہ میں نہریں

(شہر فتح آباد اور حصار فیروزہ دونوں میں) بے شمار نہریں جاری کی گئیں اور اتنی لمبے  
کوس کے فاصلے سے نہروں کو ان مقامات تک پہنچایا گیا۔

(ص ۱۲۹)

## شہر فیروز آباد کی تعمیر

سلطان فیروز شاہ کو شہر فیروز آباد آباد کرنے کا خیال آیا۔ اس نے اس کی تعمیر کے سلسلے میں  
کوششیں شروع کیں۔ دلی کے آس پاس بہت سے مقام چوہی شہر یاران اہل کرام دیکھے۔  
آخر کار دریائے جمنہ کے کنارے موضع کاوین میں زمین پسند کی اور لکھنوتی (دوسری بار) بنانے  
سے پہلے شہر فیروز آباد کی بنیاد رکھی۔ مقصد یہ ہے کہ موضع کاوین میں کوشک کی عمارت کا آغاز  
کر دیا۔ عمارت سازی کے عہدہ دار اور ماہر کاریگر اس عمارت کی تعمیر میں مصروف ہو گئے۔ تمام  
امرا اور حضرت شہنشاہ کے اعلیٰ عہدہ داروں نے اس محل میں اپنے اپنے گھر بنائے۔ دلی شہر  
سے پانچ کوس کے فاصلے پر ایک بڑا شہر آباد کیا۔ کہتے ہیں کہ فیروز آباد شہر کے حدود  
میں اٹھارہ موضع کی زمین شامل تھی۔ چنال پھ قصبہ اندر پت، سراسے شیخ ملک یار پران،  
سراسے شیخ ابو بکر طوسی، زمین موضع کاوین، زمین کٹھی واڑہ، زمین ہراوت، زمین اندھاوالی،  
زمین سراسے ملکہ، زمین مقبرہ سلطان رضیہ، زمین بہاری، زمین مہرولہ اور زمین سلطان پور  
وغیرہ۔

فیروز آباد شہر میں خدا کی رحمت سے اتنی کثرت سے آبادی ہو گئی کہ اندر پت سے  
لے کر کوشک شکار تک آباد ہو گیا اور قصبہ اندر پت سے کوشک شکار تک پانچ کوس  
ہے۔ ان پانچ کوسوں میں ایک کوس سے دوسرے کوس میں آبادی ہوتی گئی۔ لوگوں نے  
مکان بنائے اور ان پر چونے کا پلاستر کیا۔ ایسی بے شمار مسجدیں تعمیر کی گئیں کہ جن میں پانچوں

وقت نماز ہوتی تھی۔ لمبے لمبے بازار بنائے گئے جن میں ہر پیشے کے لوگ تھے۔ تمام رعایا سیر شکم اور فارغ البال تھی۔ آٹھ جامع مسجدیں تعمیر کی گئیں۔ ایک مسجد خاص، دو مسجد خان جہاں، ان میں سے ایک دروازے کے سامنے اور دوسری جاج نگر میں، ایک مسجد نائب باربک، ایک مسجد ملک بحر شحہ نہتی اور ایک مسجد ملک نظام الملک، ایک جامع مسجد کوشک شکار میں اور ایک مسجد اندر پرست میں (اس طرح شہر فیروز آباد میں، آٹھ جامع مسجدیں تعمیر کیں) یہ تمام مسجدیں بہت بڑی تھیں اور ان میں اتنی وسعت تھی کہ اس میں دس ہزار آدمی نماز پڑھتے تھے۔

دل چسپ بات یہ ہے کہ چالیس سال کی مدت تک اس شہر پار خوش خصال (فیروز شاہ تغلق) کا دور حکومت تھا کہ دلی اور فیروز آباد کا فاصلہ پانچ کوس رہا اور ہر روز بیشتر لوگ اپنے اپنے کاموں سے دلی سے فیروز آباد جاتے اور فیروز آباد سے دلی آتے۔ اس پانچ کوس میں لوگوں کی آمد و رفت گویا مور و ملخ کے مانند تھی۔

(ص ص ۱۳۲ - ۱۳۵)

## طاس گھڑیاں کی ایجاد

سلطان فیروز شاہ نے اپنے عہد میں عقل و فراست سے کام لے کر، الہام خداوندی سے مملکت دار الملک دلی میں جو چیز وضع کی وہ عجوبہ زمانہ تھی۔ ان نوادرات میں سے ایک وہ تھی، جسے طاس گھڑیاں کہتے تھے۔ کسی بھی صاحب دست گاہ اور مالک تخت گاہ بادشاہ کو یہ چیز میسر نہیں آئی۔ سلطان فیروز شاہ نے طاس گھڑیاں ایجاد کر کے خراسان سے لے کر بنگالہ تک اپنی یادگار قائم کر دی.....

جب سلطان فیروز شاہ نے خدا کی مدد سے طاس گھڑیاں ایجاد کیا اور اس کے ایجاد کے لیے بڑی جدوجہد کی، اگرچہ ظاہرہ تو یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ دنیاوی فائدے کے لیے ایجاد کیا گیا تھا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں آخرت کا نفع بھی شامل ہے.....

جب سلطان فیروز شاہ ٹھٹہ کی ہم سے دلی واپس آیا تو حکومت کے کام کاج میں مصروف ہو گیا اور طاس گھڑیال کی ایجاد پر متوجہ ہو گیا۔ کچھ دن تک فیروز شاہ اور دربار کے کچھ دیگر لوگ اس کام میں لگے رہے۔ لیکن جب طاس کی آواز لوگوں کے کان میں پڑی تو ہر شخص طاس گھڑیال دیکھنے کے لیے شہر فیروز آباد آیا اور نیرت میں ڈوب گیا۔ طاس گھڑیال کو شک شہر فیروز آباد کے اوپر نصب کیا گیا تھا۔

(ص ۲۵۲ - ۲۶۰)

## فیروز شاہ کے باغات

خدا کی عنایت سے سلطان فیروز شاہ کو باغ لگانے کا بے حد شوق تھا۔ اس نے باغ کو بڑی کوششوں سے سجایا۔ دلی کے آس پاس ایک ہزار دو سو باغات لگائے تھے جو باغ کسی کی ملکیت یا وقف میں تھے سلطان فیروز شاہ نے ان کی ملکیت اور وقف کو بہ دستور برقرار رکھا۔

(ص ۲۹۵)

## دلی کے سنگین مینارے

کہا جاتا ہے کہ جب سلطان فیروز شاہ خدا کے فضل و کرم سے ٹھٹہ سے دلی آیا تو اس نے شہر یارانِ شمش جہات کی طرح دلی کے آس پاس کی سیر کی اور (وہ علاقے) جنگ کر کے قبضے میں کر لیے۔ دلی کے آس پاس مشیت ایزدی سے پتھر کے دو مینارے تھے۔ ایک مینارہ سالورہ اور خضر آباد کے نواح کے موضع نوریہ میں دامن کوہ میں تھا اور دوسرا مینارہ قصبہ میرٹھ کے پاس تھا۔ یہ مینارے پانڈوں کے وقت سے ان جگہوں پر تھے۔ کسی بھی صاحب دستگاہ عالم پناہ بادشاہ کو جو تخت گاہِ مملکت دلی پر بیٹھا ہو، یہ چیز میسر نہیں



# فیروز شاہ کی لاط





ابنی معنی لیکن سلطان فیروز شاہ کے ہاتھ آگئی۔ اس سلسلے میں (اس نے) بہت کوشش کی اور بڑی مشقت اور بے انتہا کوشش ..... سے ان میناروں کو وہاں سے (دہلی) لایا۔ ایک کو کوشک فیروز آباد میں جامع مسجد سے متصل نصب کیا اور اس کا نام مینارہ زریں رکھا اور دوسرے کو بڑی کوشش اور ترکیبوں سے کوشک شکار میں نصب کیا۔ کہا جاتا تھا کہ پتھر کے یہ مینارے بھیم کی ہاتھ کی چھڑیاں تھے۔ بھیم قد و قامت میں بہت بلند تھا اور بہت طاقتور تھا۔ ..... اکثر اوقات اپنے بھائیوں کے مویشی چراتا تھا۔ یہ مینارے اُس کے ہاتھ کی وہ چھڑیاں تھے جن سے وہ بکریاں پخراتا تھا۔

..... جب سلطان فیروز شاہ ان دونوں میناروں کے مقامات پر پہنچا تو اُسے یہ چیزیں (مینارے) عجائباتِ روزگار معلوم ہوئے۔ خدا کے حکم سے اس کے دل میں آیا کہ یہ مینارے ان مقامات سے پورے اہتمام کے ساتھ دہلی لے جائیں۔ شہریار جہاں دار (فیروز شاہ تغلق) نے بڑی محنت اور اپنے مصمم ارادے سے ان میناروں کو دہلی لایا اور شہر فیروز آباد اور کوشک شکار میں نصب کیا.....

ایک دفعہ سلطان فیروز شاہ سالورہ اور خضر آباد کی طرف گھوڑے پر سوار پہنچا۔ وہ ایک شکار کا پیچھا کر رہا تھا..... اُس نے موضع نوریہ میں پتھر کا ایک مینارہ دیکھا۔ اسے خیال آیا کہ اگر یہ عجیب و غریب مینارہ دہلی پہنچ جائے تو..... ہمیشہ یادگار باقی رہے گی۔ بہت سوچ بچار کے بعد اس نے مینارہ نام دار کو دہلی لانے کا حکم دیا۔ جتنے قبضے اور قریے اس مینارے کے آس پاس اور دو آبے اور غیر دو آبے کے درمیان واقع تھے ان مقامات کے تمام لوگوں کو (اس نے) جمع کیا۔ آزاد غلام، سوار اور پیادے سب اکٹھے ہو گئے۔ طرح طرح کے سادو سامان اور آلات منگوائے گئے۔ سینل کے درختوں کی چھال سے بنائے ہوئے رستے لائے گئے، تاکہ مینارے کو باندھا جاسکے۔ اس کے گرد کوئی لپیٹ کے رستوں سے باندھ دیے گئے۔

پھر رُوئی کے موٹے موٹے گدوں کو سینبل کی چھال سے بنے ہوئے رستوں سے باندھ دیا گیا اور یہ بندھے ہوئے رُوئی کے گدے منارے کے تیکے کے طور پر زمین پر رکھ دیے گئے تاکہ جب بنیاد کھودنے سے منارہ خم ہو کر زمین پر گرے تو پتھر کا مینارہ زور پڑنے سے ٹوٹ نہ جائے۔ جب مینارے کی بڑھ کھودی گئی اور مینارہ خم ہو کر رُوئی پر گر پڑا تو آہستہ آہستہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے رُوئی اس کے نیچے سے نکال لی گئی۔ چنانچہ چند دن میں خدا کی عنایت اور بادشاہ کے اقبال سے مینارہ مذکور زمین پر ہموار ہو کر گر پڑا۔ جب اس (مینارے) کی بڑھ کو غور سے دیکھا گیا تو ایک چوکور پتھر نکلا۔ معلوم ہوا کہ مینارہ اسی پتھر پر نصب تھا۔ اس پتھر کو بھی باہر نکال لیا گیا۔ . . . . . مختصر یہ کہ مینارے کے گرد بانس کے ٹکڑے اور (جانوروں کی) تازی کھال باندھ دیے گئے تاکہ مینارے کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ اس کے بعد ایک ایسی گاڑی بنائی گئی جس کے بیالیس پہیے تھے۔ اس کے پایوں میں رستے باندھ دیے گئے۔ کئی ہزار آدمیوں نے ایک ساتھ مل کر زور لگایا۔ آخر بڑی محنت اور مشقت کے بعد مینارے کو گاڑی پر رکھا گیا (اس کے بعد) گاڑی کے ہر پایے پر دس دس من کا رتا باندھا گیا اور ہر رستے کو کھینچنے کے لیے دو سو مزدور مقرر کیے گئے۔ جو جسم و جان سے زور لگاتے تھے۔ اس طرح بیالیس پہیوں میں رستے باندھے گئے اور کئی ہزار آدمیوں نے ایک ساتھ مل کر اسے کھینچا اور بالآخر وہ گاڑی مینارے کے ساتھ روانہ ہوئی۔ چوں کہ نویرہ گاؤں دریا سے جمنائے کے کنارے سے قریب ہے۔ اس لیے سلطان فیروز شاہ خود اس مینارے کے ساتھ چلا اور (اس) مینارے کو دریا سے جمنائے تک لے آیا۔ تمام کشتیاں دریا سے جمنائے کے کنارے جمع تھیں اور دریا سے جمنائے میں اتنی بڑی اور وسیع کشتیاں ہوتی تھیں کہ بعضی کشتیوں میں پانچ ہزار من غلے آجاتے تھے اور بعض میں سات ہزار من۔ اور جو چھوٹی ہوتی ہوتی تھیں ان میں دو ہزار من غلہ آجاتا تھا۔ اس طرح کی کشتیاں جمع کی گئیں۔ اس کے بعد بڑی حکمت اور تدبیر سے مینارے کو کشتی میں رکھا گیا اور کشتی کو دریا میں چلا کر شہر فیروز آباد میں پہنچایا گیا۔ اس کے بعد مینارہ نصب کرنے کے لیے عمارت کی تعمیر کا کام شروع ہوا۔

یہ مورخ جو مورخان نیک نام کا خوشہ چلیں ہے۔ (اس وقت) بارہ سال کا ہو چکا تھا۔ الغرض جب وہ مینارہ فرور آباد کے دربار میں لایا گیا اور جامع مسجد سے متصل عمارت کا آغاز کیا گیا۔ وہ عمارت ماہر کاریگروں کی صفت سے کہرسنگ اور چُونے سے بنائی گئی تھی۔ جس منزل پر وہ مینارہ چڑھایا جاتا، سلطان فیروز شاہ اللہ کے حکم سے ایسی ترکیبیں کرتا کہ جن سے . . . . . مینارہ اس سے اوپر کی منزل پر چڑھا دیا جاتا۔ اس کے بعد اس سے اوپر کی عمارت کی تعمیر شروع کر دی جاتی . . . . . جب مینارے کو کھڑا کرنے کا وقت آیا تو دس من سوت کی رستیاں لائی گئیں اور ہر منزل پر لکڑی کی چرخیاں باندھی گئیں۔ رسی کا ایک سُر مینارے کے سرے پر باندھا جاتا اور دوسرا چرخ پر، اُس چرخ کو ہزاروں آدمیوں نے زور لگا کر گھمایا۔ جب لوگوں نے بہت زیادہ زور لگایا تو آدھا گز مینارہ اوپر اُٹھا۔ جب مینارہ آدھا گز اوپر آجاتا تو اس کے نیچے سینبل کی رُوئی کے تیکے، بڑی بڑی لکڑیاں اور سینبل کے درخت کی چھال کے بڑے بڑے ٹکڑے رکھ دیے جاتے تاکہ مینارہ دوبارہ عمارت پر نہ گرے اسی طریقے سے چند روز تک زور و طاقت صرف کر کے خدا کے کرم اور عنایت سے بادشاہ کی مرضی کے مطابق مینارہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔ مینارے کے چاروں طرف نیچے سے اوپر تک بے شمار و بے قیاس بڑی بڑی لکڑیاں رکھ دی گئیں۔ سہارا دینے کے لیے ایک لکڑی کے قبے کا سانچہ بنایا گیا اور اس کی لکڑیاں مینارے پر اس لیے لٹکائی گئیں کہ مینارہ کسی طرف ٹیڑھا نہ ہو جائے۔ چنانچہ مینارہ بالکل سیدھا کھڑا ہو گیا اور ذرہ برابر خم نہیں آیا۔ اور مینارہ کھڑا کرتے ہوئے وہ چوگوشہ پتھر نویرہ میں جس پر مینارہ نصب تھا، مینارے کی بنیاد میں رکھ دیا گیا۔ جب مینارہ کھڑا ہو گیا تو اس سے تھوڑے سے فاصلے پر مینارے کے اوپر چاروں طرف سب سیاہ اور سب سفید لگائے گئے اور اس سب سیاہ اور سب سفید کے اوپر ایک تانبے کا قبہ بنایا گیا، جس پر سونے کا ملمع کیا گیا، اسے ہندی میں کلس کہتے ہیں۔ مینارے کی اونچائی کل ۳۲ گز ہے جس میں سے ۲۴ گز عمارت کے باہر اور ۸ گز عمارت کے اندر ہے۔ یہ نہ معلوم ہو سکا کہ موضع نویرہ میں کس نے اسے زمین میں گاڑا تھا۔ مینارے کے

نیچے کے حصے میں ہندی میں چند سطریں چاندی میں کندہ کی ہوئی تھیں۔ سلطان فیروز شاہ نے بہت سے ہندوؤں کو بلایا، کوئی نہیں پڑھ سکا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ کچھ ہندوؤں نے اس ہندی عبارت کو پڑھ لیا۔ اس پر لکھا تھا کہ کوئی بھی شخص مینارے کو طاقت کے ذریعے اس جگہ سے نہیں بلا سکتا؛ نہ مسلمان اور نہ ہندو فرماں روا۔ لیکن اس آخری زمانے میں ایک ایسا بادشاہ پیدا کیا جس نے ارادہ کیا اور اس مینارے کو اس کی جگہ سے باہر نکال لیا۔ اس بادشاہ کا نام سلطان فیروز ہے۔

## دوسرے مینارے کا قصہ

وہ مینارہ جسے کوشک شکار میں نصب کیا گیا۔ وہ قصبہ میرٹھ کے پاس دو آبے کے درمیان نصب تھا۔ مینارہ کوشک شکار، مینارہ زردی سے چھوٹا تھا۔ اس مینارے کو بھی وہ مشہور بادشاہ بڑی ترکیبوں اور بہت مشغولوں کے ساتھ کوشک شکار میں پہاڑ پر لایا تھا۔ قصہ مختصر یہ کہ سلطان فیروز شاہ نے دوسرا مینارہ کوشک شکار پر نصب کیا۔ اس دن بادشاہ نے عوام و خواص نے جشن عام کیا تھا۔ تمام شہر خوش و خرم تھا۔ اس دن بے حد حساب شربت کے مٹکے بھر کے کوشک شکار میں رکھے گئے۔ ہر آنے جانے والا ان مٹکوں میں سے شربت پیتا تھا۔ جو کوئی بھی تماشا دیکھنے آتا شربت پی کر جاتا۔ کوئی کسی کو منع نہیں کرتا۔ جب مینارہ کھڑا ہو گیا اور کوشک بن گیا تو اس مقام پر ایک شہر آباد ہو گیا۔

(ص ۳۰۵ - ۳۱۳)

## فیروز شاہ کی عمارتیں

شاہ فیروز نے بڑی جدوجہد کے ساتھ عمارتیں تعمیر کرنے میں کامیابی حاصل کی؛ اس

نے اس کام کے لیے بہت کوششیں کیں۔ کسی بھی ایسے بادشاہ نے جو دین پناہ اور صاحب  
دستگاہ تھا اور جو سلطنت دارالملک دلی کے تخت پر بیٹھا تھا اور جس نے ظلم و جبر سے  
دوسرے ملکوں پر قبضہ نہیں کیا تھا عمارتیں تعمیر کرنے میں اتنی کوششیں نہیں کیں۔  
سلطان فیروز کو تعمیر کا بے انتہا شوق تھا اور اس نے اس سلسلے میں غیر معمولی کوششیں  
کیں۔ اس نے غیر معمولی توجہ سے کام لے کر عمارتوں میں طرح طرح کے نمونے پیش  
کیے۔ (اس) بہت سارے اور بے شمار شہر، حصار، کوشک، مسجدیں اور مقبرے بنائے  
پناں چھ اس موزع ضعیف شمس سراج عنیف نے گزشتہ ابواب میں شہر حصار فیروزہ  
اور فتح آباد کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں اور اس طرح (بادشاہ نے شہر  
فیروز آباد اور فیروز آباد ہارنی کھیر، تعلق پور، کاسنہ، تعلق پور، کلوت اور شہر  
جون پور وغیرہ آباد کیے۔ .....

(ص ص ۳۲۹ - ۳۳۰)

## سلطان فیروز شاہ نے مقبروں کی مرمت کرائی

سلطان فیروز شاہ نے پُرانے بادشاہوں کے مقبروں کی مرمت کرائی اور انہیں  
دوبارہ بنوایا۔ بادشاہ اپنی عظمت اور غرور کی وجہ سے سلاطینِ ماضیہ کو کب یاد کرتے  
ہیں کہ ان کے مقبروں کی تلاش و جستجو کریں۔ اس وجہ سے بیشتر سلاطینِ پیشین کے مقبرے  
خراب و خستہ ہو گئے تھے۔ ان مقامات سے متعلق حضرات پریشانی میں مبتلا تھے۔ یہ رسم  
جہاں داری ہے کہ ہر ایک بادشاہ جب تخت پر بیٹتا ہے تو کچھ املاک مثلاً گاؤں  
وغیرہ اصحاب و اربابِ بابرکات کے لیے وقف کر دیتا ہے تاکہ ان کی وفات کے  
بعد ان کے مدسوں اور مقبروں میں خیر جاری رہے لیکن (فیروز شاہ جب تخت پر بیٹھا  
ہے تو تمام گاؤں اور علاقے خراب و برباد ہو گئے تھے اور وہاں کے نیک لوگ



ان مقاموں سے محروم ہو گئے تھے۔ ہر ایک مفلسی کی زندگی گزار رہا تھا۔ تمام علاقے تاریک ہو چکے تھے۔ سلطان فیروز شاہ نے خدا کے فضل و کرم سے اپنے عہد میں دانش مندی سے کام لے کر اس سلسلے میں بہت کوششیں کیں۔ تمام بادشاہوں کے مقبروں کی مرمت کرائی۔ ازسرنو بنوایا اور جو گاؤں پہلے جس مقبرے کے ساتھ تھے اور جہاں تباہی ہو گئی تھی اور رعیت مرمرا گئی تھی ان تمام دیہاتوں کو آباد کیا۔ ان مقبروں کے جو مجاور و خدام ادھر ادھر چلے گئے تھے..... سلطان فیروز شاہ نے مشیت ایزدی سے ان تمام لوگوں کو اکٹھا کیا۔ بادشاہوں اور دینی بزرگوں کے مقبروں کو ازسرنو آباد و معمور کیا۔ اس بادشاہ نے چین اور روم کے بادشاہوں کی طرح..... مشائخ طریقت اور علمائے شریعت کے مقبروں کی بھی مرمت کرائی بلکہ بادشاہوں اور مشائخ دین کے مقبروں کے گنبدوں میں اندر کی طرف صندل کی لکڑی لگائی اور ہر مقبرے کو ازسرنو آراستہ کیا۔

(ص ص ۳۳۲ - ۳۳۳)

# سیر المتاخرین

(جلد اول)

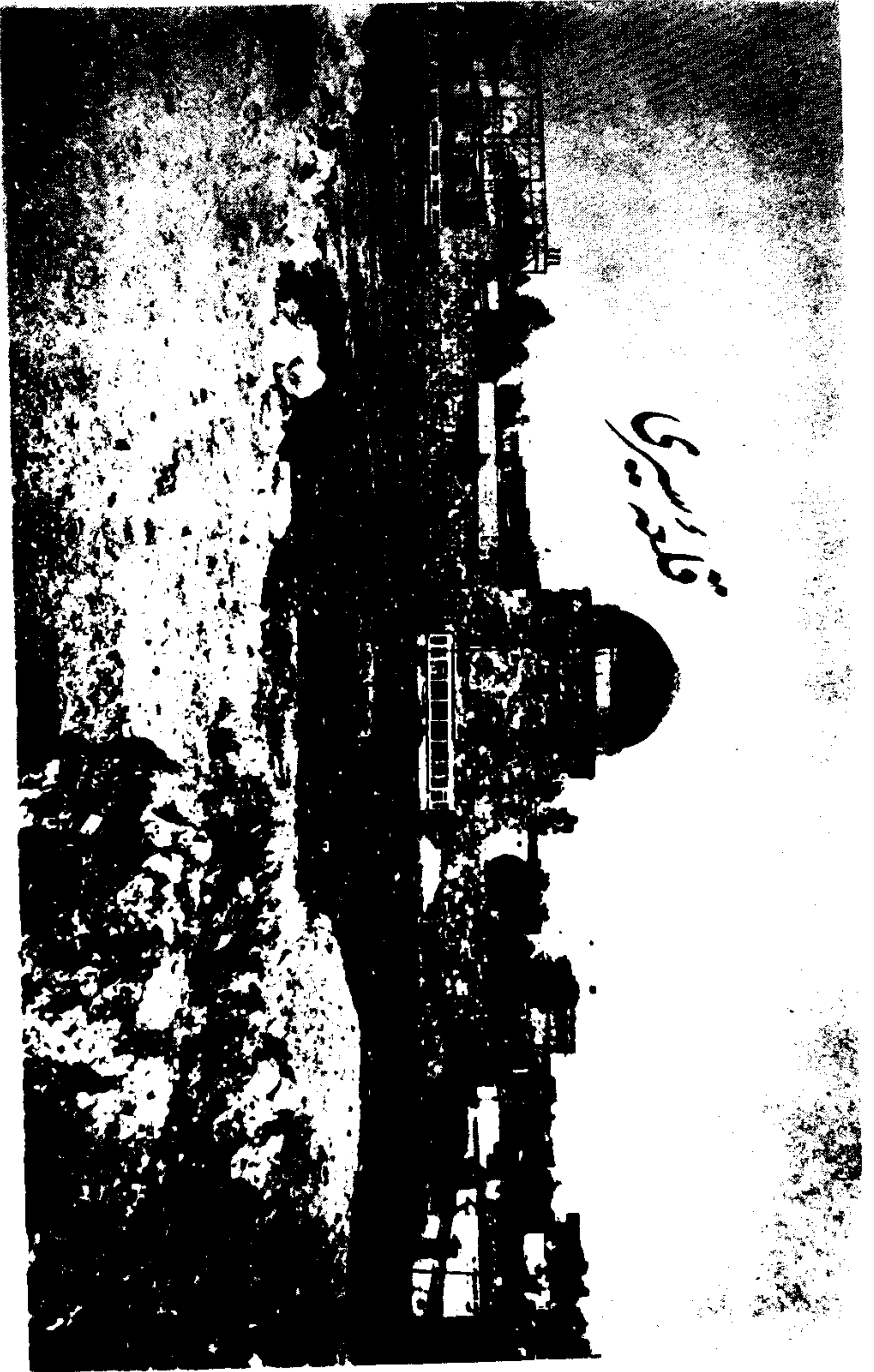
منشی غلام حسین خاں طباطبائی

## صوبہ دلی

یہ صوبہ تمپیری اقلیم میں سے ہے۔ یہ پلول سے لڈھیانے تک دریاے ستلج کے ساحل پر پھیلا ہوا ہے۔ ۱۶۵ کوس لمبا اور ریواڑی سرکار سے کماون کی پہاڑی تک ۱۴۰ کوس چوڑا اور حصار سے خضر آباد تک ۱۳۰ کوس ہے۔ اس کے مشرق میں دارالخلافہ آگرہ ہے اور شمال میں یہ خیر آباد سے ملا ہوا ہے۔ مشرق و شمال کے درمیان خیر آباد میں صوبہ اودھ، شمالی کوہستان، جنوبی آگرہ اور اجمیر غربی۔ اس صوبے کے دریا گنگا اور جمنہ ہیں۔ یہ دونوں دریا کہاں سے شروع ہوتے ہیں یہ کوئی نہیں بتا سکتا۔ اس کے علاوہ اور بہت سے دریا اس علاقے میں ہیں۔ سب کوہ شمال سے نکلے ہیں۔ آب و ہوا معتدل ہے اور زمین بہت زرخیز ہے اور بعض کھیتوں میں تو سال میں تین تین فصلیں ہوتی ہیں۔ طرح طرح کے پھول اور پھل پیدا ہوتے ہیں۔ یہاں شاندار پتھر اور اینٹوں کی عمارتیں ہیں۔ ایسی شان دار عمارتیں ہیں کہ جن سے دل اور دماغ کو طاقت پہنچتی ہے۔۔۔۔۔ دلی بہت پرانا شہر ہے۔ سب سے پہلے شہر کا نام

”اندريت“ تھا جو طول میں ۱۱۴ درجے اور ۳۸ دقیقہ اور عرض میں ۲۸ درجے اور ۱۵ دقیقہ تھا۔ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ یہ اقلیم دوم سے ہے۔ اس کی ابتدا جنوبی پہاڑ ہے۔

سلطان قطب الدین اور سلطان شمس الدین قلعہ پتھورا میں رہتے تھے۔ سلطان غیاث الدین بلبن نے ایک اور قلعہ بنایا اور اچھی جگہیں تلاش کر کے دل کشا عمارتیں تعمیر کیں۔ معز الدین کیقباد نے دریا سے جمنائے کے کنارے ایک اور شہر آباد کیا جسے کیلوکھڑی کہتے ہیں۔ امیر خسرو نے ”قران السعدین“ میں اس شہر اور قلعے کی تعریف کی ہے۔ آج کل اس جگہ پر مقبرہ ہمایوں واقع ہے۔ سلطان علاء الدین نے دوسرا شہر آباد کیا اور ایک نیا قلعہ تعمیر کیا۔ اس (جگہ) کو سیری کہتے ہیں۔ تغلق شاہ نے تغلق آباد بنایا۔ اس کے لڑکے سلطان محمد نے ایک شہر آباد کیا اور اس میں بہت اونچا محل بنوایا جس میں سنگِ رخام کے ایک ہزار ستون استعمال کیے گئے اور دیگر دل کشا عمارتیں تعمیر کیں۔ سلطان فیروز نے اپنے نام سے ایک بڑا شہر آباد کیا اور دریا سے جمنائے کاٹ کر اس کے پاس سے گزاری۔ فیروز آباد سے مزید تین کوس پر ایک اور کوشک بنایا جہاں نما اس کا نام رکھا۔ جس میں تین سُرنگیں تھیں اور اپنی بیویوں کے ساتھ سوار ہو کر ان میں سے گزرتا تھا۔ دریا کی طرف پانچ جریب اور جہاں نما سے دو کوس اور پُرانی دہلی سے پانچ کوس پر اندريت کے مقام پر ہمایوں نے قلعہ تعمیر کیا اور دین پناہ اس کا نام رکھا۔ شیرخاں نے علانی کی دلی کو ویران کر کے نیا شہر آباد کیا اور اس کے بیٹے سلیم شاہ نے ۹۵۳ ہجری (۱۵۲۷-۱۵۲۸ء) میں سلیم گڑھ کی بنیاد رکھی۔ وہ آج بھی دریائے جمنائے کے پنج میں قلعہ شاہ جہاں آباد کے سامنے موجود ہے۔ اگرچہ کئی فرماں رواؤں نے اپنے عہد حکومت میں تعمیرات کیں اور دارالسلطنت بنائے اور ہر ایک نے نیا شہر آباد کیا لیکن دور دور تک دلی ہی ہندوستان کا پایہ تخت مشہور ہوا۔ یہاں تک کہ ۱۰۴۷ ہجری مطابق بارہویں سال جلوس میں صاحب قران ثانی شہاب الدین محمد شاہ جہاں بادشاہ نے شاہ کے شہر کے پاس ایک نیا شہر آباد کیا اور شاہ جہاں آباد اس کا نام رکھا اور اس



قلعہ سیوری



عظیم شہر کے بننے سے تمام پڑانے بادشاہوں کے شہروں کے نام، جو لکھے جا چکے ہیں، ختم ہو گئے اور (یہ شہر) شاہ جہاں آباد کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اس کا قلعہ لال پتھر سے بنا ہوا، جس میں طرح طرح کی عالی شان عمارتیں اور طرح طرح کے رُوح افزا محل تعمیر کیے گئے اور قلعے کے جنوب کی طرف دریاے جمنہ جاری ہے۔ علی مردان خاں کوہ سمرقند سے نہر (کاٹ کر یہاں) لایا تھا۔ یہ نہر (دلی کے) کوچوں اور بازاروں کو رونق اور فیض پہنچاتی ہوئی قلعے میں پہنچ جاتی ہے جس سے تالاب اور تومن بالاب بھر جاتے ہیں اور باغ سیراب ہو جاتے ہیں.....

شہر پناہ کی تفصیل سنگ ساروج سے بنائی گئی ہے..... اگرچہ ہر کوچہ و بازار میں مسجدیں، معابد، خانقاہیں اور مدرسے بہت ہیں لیکن شہر کے بیچوں بیچ جامع مسجد ہے جو ۱۰۶۰ ہجری مطابق ۲۴ سال شاہ جہانی، لال پتھر سے اور اس کے کنبہ سفید اور سیاہ پتھر سے بنائے گئے ہیں۔ بہت اونچی اور وسیع، بہت خوب صورت اور نادر مسجد ہے۔ اس سے بہتر مسجد شاید ہی کہیں ہو..... (اس شہر) کے اطراف میں سلاطین پیشیں اور درویشانِ حقیقت آئین کے بہت سے مزار اور مقبرے ہیں لیکن ان میں مشہور تر نصیر الدین محمد ہالیوں بادشاہ کا مقبرہ ہے جو دریاے جمنہ کے کنارے کیتباد کی کیلو کھڑی میں واقع ہے۔ امیروں، وزیروں، عالموں اور فاضلوں جو اپنے زمانے میں بڑی شہرت رکھتے تھے، کہ اتنے مزار ہیں کہ گنتی میں نہیں آسکتے۔ ان درویشوں کے مزارات میں سے جو اپنی ولایت اور تقرب الہی کی وجہ سے مشہور تھے، ایک مقبرہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکئی بن خواجہ کمال الدین احمد اوشی کا ہے جو شاہ جہاں آباد سے سات کوس کے فاصلے پر ہے.....

(ص ص ۳۹ - ۴۰)

حصار شہر

میواتیوں نے شہر کے آس پاس گھنے جھل ہونے کی وجہ سے سرکشی اختیار کر رکھی تھی۔

وہ رہزنی کرتے تھے۔ چاروں طرف کے راستے بند ہو گئے تھے اور سوداگروں میں آمدورفت کی ہمت نہیں رہی تھی۔ ان کے خوف سے نماز کے وقت شہر کے دروازے بند کر دیے جاتے، نماز کے بعد کسی میں شہر سے باہر جانے کی ہمت نہیں تھی۔ میواتی حوض سلطانی (غالباً حوض خاص) پر آتے اور وہاں سے پانی لینے والوں سے مزاحمت کرتے.....

..... سلطان غیاث الدین بلبن نے ان لوگوں کی سرکوبی کو دوسری مہمات پر ترجیح دی۔ تمام جنگلوں کو کاٹ ڈالا اور ان تمام بد نہادوں کو قتل کروا ڈالا۔ شہر کی فصیل کو مضبوط بنایا۔ شہر کے پاس تھانے قائم کیے اور زمین کو اس طرح تقسیم کیا کہ (ہر تھانے دار) اپنے علاقے کی نبرداری کرے۔ رہزنیوں اور چوروں کی گوشالی کے لیے پوری مساعی جمیلہ کیں۔

(ص ۱۱۱)

## کیلوکھڑی

سلطان معز الدین کیقباد نے حکومت کے تمام کام امیر الامرا کے حوالے کر دیے اور خود عیش و عشرت میں ڈوب گیا۔ دارالملک دلی سے باہر آگیا اور دریاے جمناکے کنارے دل کشا عمارتیں اور شان دار باغ تعمیر کیے اور کیلوکھڑی کو اپنا دارالسلطنت قرار دیا۔

(ص ۱۱۲)

## شہر نو

سلطان جلال الدین فیروز خلجی کو امرا و رؤسا اور رعایا پسند نہیں کرتی تھی۔ (بادشاہ ہونے کے بعد) وہ شہر میں داخل نہیں ہوا اور جس تخت پر پچھلے بادشاہوں نے جلوس



کے تھے اس پر نہ بیٹھا۔ کیلوکھڑی میں سکونت اختیار کر لی اور شہر نو اور قلعہ پتھر سے دوبارہ بنوایا۔

(ص ۱۱۲)

## سیدی مولا کی خانقاہ

سیدی مولا نام کے ایک درویش دلی آئے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ (انہوں نے یہاں) بہت بڑی خانقاہ بنائی جس کی تعمیر پر بہت روپیہ خرچ کیا۔ لوگوں کے کمانے پینے کا انتظام کیا۔ ہر روز ہزار من میدہ، پانچ سو من نمک، تین سو من شکر اور دو سو من گھی اور اسی حساب سے مسلے خرچ ہوتے تھے اور دن میں دو مرتبہ دسترخوان بچھتا تھا جس پر خاص و عام دونوں حاضر ہوتے تھے۔ سیدی مولا خود سوکھی روٹی کے علاوہ کچھ اور تناول نہ فرماتے تھے۔

(ص ۱۱۵)

## قلعہ تغلق آباد

(سلطان غیاث الدین) کو عمارتیں بنانے کا بہت شوق تھا۔ اس نے دلی کے قریب تغلق آباد کا قلعہ بہت مضبوط تعمیر کیا۔

(ص ۱۲۳)

## قصر افغان پور

سلطان غیاث الدین تغلق لکھنؤی (عرف بگالہ) کی فتح کے بعد دلی واپس آیا۔ شہزادہ

الغ خاں نے تعلق آباد سے تین کوس کے فاصلے پر بادشاہ کی ضیافت کے لیے فوری طور پر ایک محل تعمیر کیا اور اس میں ضیافت کا انتظام کیا۔ سلطان جب دلی پہنچا تو اسی محل میں اُترا۔

الغ خاں نے وہاں محل سجائی اور دسترخوان پر طرح طرح کے کھانے چھنے گئے۔ کھانے کے بعد لوگ ہاتھ دھونے کے لیے جلدی سے باہر آئے۔ سلطان اسی قصر میں بیٹھا ہاتھ دھور ہاتھاکہ اس محل کی چھت گر پڑی۔ سلطان پانچ دوسرے لوگوں کے ساتھ ذب کر فر گیا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ الغ خاں نے اس محل کی عمارت جس کی ضرورت نہیں تھی، جان بوجھ کر ایسی بنائی اور اس میں کچھ اس طرح کی ترکیب کی کہ بادشاہ کا کام تمام ہو جائے۔ صدر جہاں گجراتی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ الغ خاں نے وہ عمارت جادو کے زور پر بنائی تھی اور سلطان کے پہنچنے پر جب وہ جادو ٹوٹا تو عمارت گر پڑی۔ حاجی قندھاری نے لکھا ہے کہ جب بادشاہ ہاتھ دھور ہاتھاکہ تو بجلی گری۔ اور وہ محل گر پڑا، اور بعضوں نے لکھا ہے کہ سلطان بنگالہ سے پہاڑ جیسے ہاتھی لایا تھا۔ شہزادہ الغ خاں کو دکھانے کے لیے اس نے حکم دیا کہ ہاتھیوں کو دوڑایا جائے۔ چوں کہ محل کی عمارت تلذہ بنی ہوئی تھی، ہاتھیوں کی دوڑ کے دھماکے سے گر پڑی۔ بعض نے لکھتے ہیں کہ اس وقت ایک بہت بڑا زلزلہ آیا اور محل گر پڑا۔ بہر حال شیخ رکن الدین ملتانی بادشاہ سے ملاقات کے لیے اس محل میں گئے تھے۔ انھوں نے اشارے کنایے سے سلطان سے فوراً باہر آنے کے لیے کہا۔ سلطان اشارہ نہ سمجھا۔ جب شیخ باہر آ گئے تو سلطان پر محل گر پڑا۔ والٹر اعلم بالصواب۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ چوں کہ سلطان شیخ نظام الدین معروف بہ اولیا سے آزرده تھا۔ اس نے (قصر افغان) میں پہنچ کر حضرت نظام الدین کو یہ پیغام بھیجا کہ جب میں شہر میں داخل ہوں تو شیخ شہر سے چلے جائیں۔ انھوں نے جواب میں کہا کہ ”منور دہلی دور است۔“

(ص ۱۲۳)





## سلطان فیروز شاہ کی تعمیرات

سلطان فیروز شاہ تغلق نے سعادت حاصل کرنے کے لیے مسجدیں، مقبرے، مدرسے، ہمان سرائیں، دارالشفاء اور اسی طرح کی دوسری عمارتیں اتنی تعداد میں تعمیر کیں کہ سلطان بلبن نے بھی نہیں کی تھیں۔ بعض تاریخوں میں لکھا ہے کہ فیروز آباد شہر کے علاوہ سلطان فیروز شاہ تغلق نے تین شہر، چالیس جامع مسجدیں، تین مدرسے، بیس خانقاہیں، دو سو رباط، سو نہریں، سو کوٹھک، ایک سو باون حمام، پانچ دارالشفاء، سو مقبرے، دس بڑے مینار اور بے شمار باغات تعمیر کیے۔ ان میں جون پور بھی ہے جو اس نے اپنے چچا سلطان محمد شاہ الغ خاں مشہور بہ فخر الدین جوہا کے نام پر بنایا تھا۔ تین سو سال سے زائد گزرنے کے باوجود اس کی اکثر عمارتیں باقی ہیں۔

(ص ۱۲۸)

## فیروز شاہ کی لاٹھ

دلی کے پاس (موجودہ دلی کے دلی دروازے سے باہر کچھ فاصلے پر ایک پہاڑی پر ایک ستون کے آثار اب تک موجود ہیں۔ اس جگہ کو جہاں نما کہا جاتا ہے اور عوام الناس اسے فیروز شاہ کی لاٹھ کہتے ہیں۔ یہ تقریباً ساٹھ گز اونچی ہے اور اس کا قطر تین گز ہے۔ اس کی بنیاد اتنی مضبوط ہے کہ آج تک موجود ہے اور عرصہ دراز تک سلامت رہے گی۔

(ص ۱۲۸)

## مسجد موٹھ

کہتے ہیں کہ سلطان سکندر لودھی کو ایک روز جامع مسجد میں موٹھ کا ایک دانہ ملا جسے اس نے اٹھا کر میاں بہوا کو دے دیا۔ وہ کوٹھش بجالایا۔ ان کو خیال آیا کہ چول کہ

اس دانے کو بادشاہوں کی دست بوسی کی سعادت حاصل ہو گئی ہے۔ اسے حیاتِ ابدی دینے کی فکر کرنی چاہیے۔ اس دانے کو اپنے باغ میں لگا دیا۔ جب پودا نکل آیا تو اس کی پوری احتیاط کی۔ اس میں خوشہ لگا۔ جب وہ پک گیا تو اس میں سے دو سو دانے ملے۔ اسی طرح وہ دانے سال بہ سال بوئے جاتے رہے اور اس کی (فروخت سے) بہت روپیہ اکٹھا ہو گیا۔ اس روپے سے دلی میں ایک شان دار مسجد تعمیر کی اور سلطان سکندر لودھی کو اس کی اطلاع دی۔ سلطان نے اس کی عقل و دانش پر آفریں کہی اور اسے عنایتِ خسروانہ سے سرفراز کیا۔ اس مسجد کا نام موٹھ کی مسجد پڑ گیا۔ آج تک دلی میں موجود ہے اور اسی نام سے مشہور ہے۔

(ص ۱۴۱)

## ہمایوں کا مقبرہ

ہمایوں کی لاش کو معز الدین کیتباد کی کیلوکھڑی میں دفن کیا گیا اور اس پر عالی شان عمارت بنائی گئی۔

(ص ۱۶۶)

## لال قلعہ

۵ ذی الحجہ ۱۰۴۸ ہجری (مطابق ۱۶۳۹ء) کو قلعہ مذکور کی بنیاد کھودی گئی اور ۹ محرم جمعہ کی شب ۱۰۴۸ ہجری (مطابق ۱۶۳۸ء) پانچ ساعت اور بارہ دقیقہ نجومی کے بعد قلعے کی بنیاد رکھی گئی۔ ساٹھ لاکھ روپے قلعے کی تعمیر میں خرچ ہوئے۔ ۱۰۵۱ ہجری (۱۶۴۱-۴۲ء) کو تعمیر مکمل ہوئی۔ بادشاہ ۴۴ ربیع الاول سال مذکور کو اس دروازے سے داخل ہوا جو دریا کے کنارے ہے اور جس کا راستہ شاہ محل کی طرف جاتا ہے۔ دولت خانی

کے ایوان پر جلوسِ عام کیا۔ تختِ مُرضع پر بیٹھا اور نذرانے پیش کیے گئے۔ تمام نذرانوں میں سے بارہ لاکھ روپے کے تحفے قبول فرمائے۔ چار لاکھ روپیہ بیگم صاحبہ کو دے دیا گیا۔  
(ص ۲۷۷)

## شاہ جہاں آباد کی جامع مسجد

سنہ ۲۳ جلوس میں مسجد کی بنیاد رکھی گئی۔ چھ سال میں عمارت مکمل ہو گئی، اس عمارت کی نگرانی پانچ ماہ تک جعفر خاں کو سونپی گئی۔ دو سال خلیل اللہ خاں اس کے نگران رہے اور تین سال پانچ مہینے تک سعد اللہ خاں نے نگرانی کی (چھ سال میں یہ عمارت مکمل ہوئی)۔

دس لاکھ روپیہ مسجد کی تیاری میں خرچ ہوا۔ مسجد کے تینوں گنبد سنگ مرمر اور سنگِ موسیٰ کے بنے ہوئے ہیں۔ اس کا صحن بھی سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے اور مصلیٰ محراب کے طور پر سنگِ موسیٰ سے بنایا گیا ہے۔ صحن کا فرش سُرخ پتھر کا ہے۔ اصل مسجد نوے گز لمبی اور تیس گز چوڑی ہے۔ صحن کے وسط میں ایک حوض ہے جو پندرہ گز لمبا اور بارہ گز چوڑا ہے۔ حوض کے کنارے سنگ مرمر اور سنگِ موسیٰ سے تیار کیے گئے ہیں۔  
(ص ۲۸۵)

## داراشکوہ کا مزار

داراشکوہ بدھ کے دن ۲۱ ذی الحجہ ۱۰۶۹ ہجری (۱۶۵۹ء) کو قتل ہوا۔ اس کی لاش تشہیر کے بعد ہمالیوں کے مقبرے میں دفن کر دی گئی۔  
(ص ۳۲۶)



## شاہ سرمد کا مزار

علمائے جاہ طلب کے فتوے پر (شاہ سرمد) کو قتل کر دیا گیا اور جامع مسجد شاہچال آباد  
کے پاس مدفون ہوئے۔

(ص ۳۳۰)

# سیر المتاخرین

از

منشی غلام حسین خاں طباطبائی

جلد تیسری۔

## عالمگیر ثانی کا مزار

عالمگیر ثانی کو عماد الملک کے آدمیوں نے کوٹلہ فیروز شاہ میں دھوکے سے مار دیا تھا اور اس کی لاش جہنا کی ریت پر پھینک دی تھی۔

(خلیق)

عالمگیر کی لاش کو اٹھا کر سلاطینِ بابر یہ کے اجداد ہمایوں بادشاہ کے مقبرے میں دفن کر دیا۔

(ص ۹۰۸)

۴

# طبقات اکبری

۱۰۸

مولانا نظام الدین احمد

بن

محمد مقیم ہروی

حوض شمسی

ملفوظات خواجہ قطب الدین بختیار رحمۃ اللہ علیہ کے جامع شیخ فرید گنج شکرؒ ہیں۔ انہوں نے ملفوظات میں لکھا ہے کہ سلطان شمس الدین التمش (کو ایک حوض بنانے کا خیال آیا اور مناسب جگہ کے تعین کے لیے خواجہ (قطب الدین بختیار کاکی) کی خدمت میں آیا اور عرض مدعا کیا۔ سلطان جس زمین پر بھی پہنچا وہاں سے گزرتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ وہ اس جگہ پہنچا جہاں پر حوض شمسی ہے۔ اسی زمین کو (حوض کے لیے) منتخب کر لیا۔ جب رات ہوئی تو سلطان نے آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ اسی سرزمین پر سوار کھڑے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ شمس الدین! تجھے کیا چاہیے۔ سلطان نے کہا یا رسول اللہ! چاہتا ہوں کہ حوض بناؤں۔ فرمایا کہ اسی جگہ بنالے۔ آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے نے



بین کراچی



وہیں زمین پر زور سے ٹم مارا، زمین سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ سلطان کی آنکھ کھل گئی  
ابھی رات باقی تھی کہ خواجہ قطب الدین کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ واقعہ سنایا۔ خواجہ  
قدس سرہ فرماتے تھے کہ سلطان مجھے اس جگہ لے گیا اور میں نے چراغ کی روشنی میں  
دیکھا کہ اس جگہ پانی کا چشمہ پھوٹا ہے۔

(ص ص ۲۹-۳۰)

## سلطان غیاث الدین بلبن کا مدفن

سلطان بلبن (غیاث الدین بلبن)..... خدا کو پیارے ہو گئے اور دارالامان  
میں مدفون ہوئے۔

(ص ۵۰)

## کیلوکھڑی، بعد سلطان معز الدین کی قیباد

معز الدین کی قیباد (پرائی) دلی سے باہر آگیا، اس نے جمنلہ کے کنارے کیلوکھڑی کے  
ملاقے میں ایک خوبصورت اور بہت بڑا باغ تعمیر کیا اور اسے اپنا دارالسلطنت بتایا۔

(ص ۵۰)

## شہر نو (کیلوکھڑی)

سلطان جلال الدین خلجی نے کیلوکھڑی میں سکونت اختیار کر لی اور قصر معزی (سلطان  
معز الدین کی قیباد کا محل) کو مکمل کرنے کا حکم دیا اور اس قصر کے سامنے جمنلہ کے کنارے نیا  
باغ بنایا اور امرا و ملوک نے بھی وہاں اپنے اپنے گھر بنائے۔ پھر سے فصیل تعمیر کی گئی۔

تھوڑی ہی مدت میں مکان، فصیل، مسجدیں اور بازار بن گئے اور شہر نو کے نام سے موسوم ہوئے۔

(ص ۵۷)

## سیدی مولا کی خانقاہ

سیدی مولا نے ایک بہت بڑی خانقاہ تعمیر کی، جس پر بہت زیادہ روپیہ خرچ کیا۔ اس خانقاہ میں زمین اور دریا کے مسافر قیام کرتے تھے۔ دو وقت دسترخوان بچتا، ایک ہزار من میدہ، پانچ سو بکریاں، تین سو من شکر روز خرچ ہوتے تھے، اور عوام و خواص دسترخوان پر حاضر ہوتے تھے۔

(ص ۶۱)

## مغول پور (مغل پورہ)

(سلطان جلال الدین خلجی کے زمانے میں دلی پر ہلاکو خاں کے ایک رشتے دار "الغونبیرہ چنگیز خاں" نے حملہ کیا تھا۔ سلطان جلال الدین کی فوجوں نے اُسے شکست دی۔ شکست کے بعد وہ اور اُس کے کچھ ساتھی مسلمان ہو گئے اور انہیں سلطان جلال الدین خلجی کو باپ کہنے لگا۔

سلطان جلال الدین خلجی نے اسے اپنا داماد بنا لیا — تخلیق  
سلطان جلال الدین خلجی نے غیاث پور میں ان کے رہنے کی جگہ طے کی اور اس جگہ کو مغول پور اور ان مغلوں کو نو مسلم کہا جاتا تھا۔

(ص ۶۳)

## دلی کی فصیل بعہد سلطان علاء الدین خلجی

(سلطان علاء الدین خلجی نے دارالخلافہ تعمیر کیا۔ اس شہر کا نام میری تھا اور



اس کے کھنڈر آج بھی باقی ہیں — خلیق)  
 شان دار عمارتیں تعمیر کیں اور دہلی کی فصیل کو از سر نو تعمیر کیا۔ جس طرف سے مغول دہلی آتے  
 تھے اس طرف کی فصیل کو اور زیادہ مضبوط بنایا۔

(ص ۷۸)

## سلطان علاء الدین خلجی کی عمارتیں

تاریخ فیروز شاہی کے مؤلف نے یہ لکھا ہے کہ جتنی عمارتیں سلطان علاء الدین خلجی کے  
 زمانے میں بنیں، کسی اور بادشاہ کے زمانے میں تعمیر نہیں ہوئیں۔ سلطان نے مسجد، منبر، مینار،  
 حوض، فصیل اور اسی طرح کی دوسری عمارتیں تعمیر کیں۔

(ص ۸۳)

## تغلق آباد

(سلطان غیاث الدین تغلق شاہ کو) عمارت سازی کا بہت شوق تھا۔ اس نے تغلق آباد قلعے  
 کی عمارت اور دوسری عمارتیں تعمیر کرائیں۔

(ص ۹۶)

## قصر افغان پور

سلطان غیاث الدین تغلق شاہ لکھنؤ پر فتح کے بعد دہلی کی طرف روانہ ہوا۔ جب سلطان  
 محمد تغلق شاہ کو اس کا علم ہوا کہ اس کا باپ غیاث الدین فتح کے بعد دہلی کی طرف مراجعت کر رہا  
 ہے تو اس نے حکم دیا کہ تغلق آباد سے تین کوس کے فاصلے پر افغان پور کے پاس محل  
 بنایا جائے۔ عین دن میں محل بنا دیا گیا تاکہ جب سلطان وہاں پہنچے تو اس محل میں اترے

اور رات گزارے اور شہر کے لوگ اس کا استقبال کریں۔ جب صبح ہوئی تو بادشاہ پوری شان و شوکت کے ساتھ شہر میں داخل ہوا۔ جب سلطان غیاث الدین تغلق اس محل میں پہنچا تو تغلق آباد میں لوگوں نے خوشی کے شادیانے بجائے اور قبتے بنائے۔ محمد شاہ تغلق امراد ملوک اور اکابر کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کا استقبال کیا۔ (نئے محل میں بادشاہ کو اتارا گیا۔ دسترخوان بچھا۔ جب کھانا ختم ہو گیا تو لوگوں نے سمجھا کہ سلطان بہت جلد سوار ہو جائے گا۔ لہذا وہ ہاتھ دھوئے بغیر باہر آ گئے۔ سلطان ہاتھ دھونے کے لیے وہیں رہ گیا۔ اسی دوران میں اس محل کی چھت گر گئی اور سلطان دب کر مر گیا۔

(ص ۹۸ - ۹۹)

## شہر فیروز آباد

سلطان فیروز شاہ ۱۲ شعبان کو (لکھنوتی سے) دلی پہنچا اور جینا کے کنارے شہر فیروز آباد کی بنیاد رکھی۔

(ص ۱۱۵)

## شہر فیروز آباد کا گنبد

سلطان فیروز شاہ نے فیروز آباد کی جامع مسجد کا گنبد ہشت پہل بنایا اور اس کے ہر پہلو پر اپنی لکھی ہوئی کتاب کی ایک فصل پتھر پر کندہ کرا کے لگائی۔

(ص ۱۲۰)

## سلطان فیروز شاہ کی عمارتیں

مصنف، طبقات اکبری نے سلطان فیروز شاہ کی تصنیف "فتوحات فیروز شاہی" کا ایک اقتباس

نقل کیا ہے جس میں فیروز شاہ نے لکھا ہے :

”سلطان ماضیہ نے جو مسجدیں، خانقاہیں، مدرسے، کنوئیں، حوض، پل اور مقبرے بنائے تھے اور جن کی حالت خستہ ہو گئی تھی، ہم نے ان کی از سر نو مرمت کرائی۔ ان کے خرچ کے لیے کچھ جائیداد وقف کر دی۔ جن لوگوں کو میرے آقا سلطان محمد (تعلق شاہ) نے سزا کے طور پر قتل کیا تھا یا ان کے کچھ اعضا کاٹ ڈالے تھے، ان کی اولاد یا وارثوں میں سے جو بھی مجھے بلا، انعام و وظیفہ دے کر میں نے انھیں خوش کیا اور ان سے معافی نامہ لکھوایا۔ ان پر اکابر و اشراف کی مہر لگوائی اور محمد شاہ کے مقبرے میں رکھوا دیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں نے جو عمارتیں بنوائیں ان کی تفصیل یہ ہے :

بند جوئے چار عدد، مسجدیں چار عدد، مدرسے تیس عدد، خانقاہیں بیس عدد،  
کوٹسک سو عدد، رباط دو سو عدد، شہر تیس عدد، حوض چار عدد، دار الشفا چار عدد،  
مقبرے سو عدد، حمام دس عدد، مینار دس عدد، کنوئیں ایک سو پچاس عدد، پل سو  
عدد اور باغ ان گنت۔

(ص ۱۲۱)

# ظفر نامہ

۱۰۹

مولانا شرف الدین علی یزدی

## حوض خاص

حوض خاص ایک حوض ہے جسے سلطان فیروز شاہ نے بنایا ہے۔ اس کی وسعت اتنی ہے کہ اگر ایک کنارے سے تیر چلایا جائے تو دوسرے کنارے پر نہیں پہنچتا۔ موسم برسات میں بارش کے پانی سے یہ بھر جاتا ہے۔ سال بھر تک دلی کے لوگ اس پانی کا استعمال کرتے ہیں۔ سلطان فیروز شاہ کی قبر اس کے کنارے پر واقع ہے۔

(ص ۱۰۹)

## قصر ہزار ستون

ملک جو نے نے جہاں پناہ میں ہزار ستون تعمیر کیا تھا۔

(ص ۱۲۱)

۱۰۹

# عالمگیر نامہ

لانا

منشی محمد کاظم بن محمد امین

موتی مسجد لال قلعہ

(منشی محمد کاظم نے عالمگیر نامہ میں صرف ایک عمارت کی تعمیر کا ذکر کیا ہے اور وہ مسجد ہے جسے اورنگ زیب نے بنوایا تھا، منشی محمد کاظم لکھتے ہیں) اورنگ زیب جہاں تک ممکن ہو سکتا تھا۔ پانچوں نمازیں، سنتیں اور نفلیں مسجد میں پڑھتا تھا۔..... اسی لیے اس نے اپنی رہائش گاہ سے قریب ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر کی تھی..... صبح شام نماز کے وقت اپنے گھر سے اس مسجد میں چلا جاتا..... شمال کی طرف غسل خانہ مبارک اور باغ حیات بخش کے درمیان یہ مسجد سنگ مرمر سے تعمیر کی گئی۔ مسجد کے دو ایوان ہیں جو لمبائی میں ایک دوسرے سے متصل ہیں اور دونوں کی چھت بنگلہ نما ہے۔

(ص ۸۸)

۴

# فتوحات فیروز شاہی

مولفہ

سلطان فیروز شاہ تغلق

خدا نے اس خاکسار پر جو عنایتیں کی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ نیک کام کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کی توفیق دی ہے۔ ہم نے بہت سی مسجدیں، مدرسے اور خانقاہیں تعمیر کی ہیں تاکہ عالم، مشائخ، زاہد اور عبادت گزار ان جگہوں پر معبود برحق کی عبادت کریں اور اس بانی خیر کو کو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ ہم نے نہریں کھدوائیں، درخت لگوائے اور زمینیں وقف کیں۔ دشرع کے مطابق اور جس پر سب کو اتفاق ہے اور ملت اسلام میں علمائے شریعت اس پر اتفاق کرتے ہیں اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے) اخراجات کے لیے اس زمین کے ہم نے حصے مقرر کر دیے تاکہ اس کی آمدنی ہمیشہ بندگانِ خدا تک پہنچتی رہے اور اس کی تفصیل وقف نامے میں بیان کر دی ہے۔

(ص ۱۱)

آئنا قدیمیہ کی حرمت :

خدا کی عنایتوں میں سے ایک عنایت ہم پر یہ بھی ہے کہ پُرانے سلاطین اور امرانے جو عمارتیں تعمیر کی تھیں اور بہت زیادہ وقت گزرنے کی وجہ سے ان کی حالت خراب ہو گئی تھی، ہم نے ان کی مرمت کرائی اور نئی عمارتوں کی طرح انھیں آراستہ کیا اور ہم نے ان (عمارتوں) کے استحکام کو اپنی عمارتوں پر مقدم رکھا۔

(ص ۱۲)

## سلطان معزالدین سام کی جامع مسجد :

چنانچہ دلی کی وہ قدیم جامع مسجد کہ جسے سلطان معزالدین سام نے تعمیر کیا ہے۔ قدامت کی وجہ سے محتاجِ مرمت و تعمیر ہو گئی تھی، ہم نے اس طرح مرمت کرائی کہ اس میں نئی جان پڑ گئی۔  
(ص ۱۲)

## سلطان معزالدین سام کا مقبرہ :

سلطان معزالدین سام کے مقبرے کی مغربی دیوار اور دروازے کے تختے پڑانے اور خستہ ہو گئے تھے، ہم نے انھیں نیا کر دیا اور دروازے، طاق اور زینے لکڑی کے بجائے صندل کے بنوائیے۔  
(ص ۱۲)

## سلطان معزالدین سام کا منارہ (قطب کی لاٹھ) :

سلطان معزالدین سام کا منارہ کہ جس سے بہتر کوئی اور منارہ نہیں تھا، بجلی کے حادثے کا شکار ہونے کی وجہ سے گر پڑا تھا، اسے پہلے سے بھی زیادہ بلند بنا دیا۔  
(ص ۱۲)

## حوض شمسی :

بے ایمان لوگوں نے حوض شمسی کے پانی کا راستہ روک دیا تھا، اس لیے اُس میں پانی آنا بند ہو گیا تھا۔ ان گستاخ اور بے شرم لوگوں کو ہم نے سُزا دی اور پانی کے راستے میں جو بند باندھ دیے گئے تھے، انھیں کھلوا دیا۔  
ص ۱۲

## حوض علانی :

حوض علانی کہ جو مٹی سے اٹ گیا تھا اور خشک ہو گیا تھا اور شہر کے لوگ اس میں زراعت کرنے لگے تھے۔ انھوں نے کنویں کھود لیے تھے اور ان کنوئوں کا پانی فروخت کرتے تھے۔ ہم نے اسے کھدوایا تاکہ وسیع و عریض تالاب ایک سال سے دوسرے سال میں بھر جائے۔ (ص ۱۲)

## سلطان شمس الدین التمش کا مقبرہ :

اور اسی طرح سلطان شمس الدین التمش رضی اللہ عنہم کے مدرسے کے کچھ حصے گر گئے تھے، ہم نے انھیں تعمیر کیا۔ دروازے صندل کے بنائے اور مقبرے کے جو ستون گر گئے تھے، انھیں دوبارہ اس طرح بنایا کہ ان سے بہتر ممکن نہیں تھے اور تعمیر کے وقت مقبرے کے صحن کی چوڑائی سے استرکاری نہیں کی گئی تھی، اس کی استرکاری کر دی گئی اور گنبد کی وہ سیڑھیاں جو پتھر سے تراشی گئی تھیں، انھیں اور زیادہ کر دیا اور سہارے کے لیے جو چار برج بنائے گئے تھے، وہ گر پڑے تھے، انھیں دوبارہ بنایا۔ (ص ۱۳)

## سلطان معز الدین کا مقبرہ :

اور سلطان شمس الدین کے لڑکے سلطان معز الدین کا وہ مقبرہ جو ملک پور میں ہے۔ ایسا خستہ و خراب ہو گیا تھا کہ جیسے کبھی بنا ہی نہ ہو، وہاں گنبد و چوڑھ اور گری ہوئی چار دیواری دوبارہ بنائی۔

(ص ۱۳)

## سلطان رکن الدین کا مقبرہ :

سلطان شمس الدین کے لڑکے سلطان رکن الدین کا مقبرہ ملک پور میں ہے۔ اس کی چار دیواری بنائی، نیا گنبد بنایا اور ایک خانقاہ تعمیر کی۔ (ص ۱۳)

## سلطان جلال الدین کا مقبرہ :

اور سلطان جلال الدین کے مقبرے کی مرمت کی اور نیا دروازہ تعمیر کیا۔

(ص ۱۳)

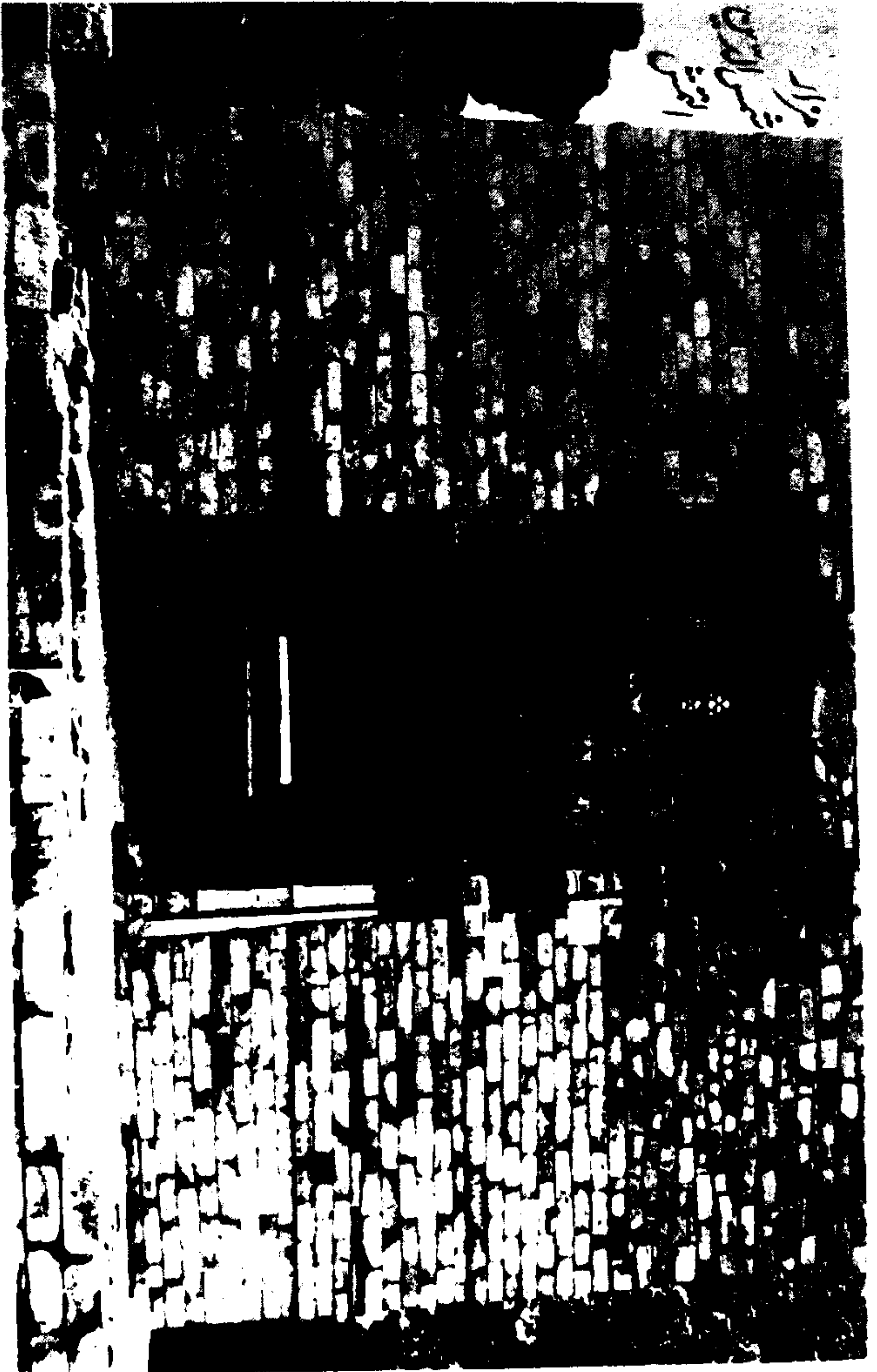
## سلطان علاؤ الدین کا مقبرہ :

علاء الدین کے مقبرے کی مرمت کی۔ صندل کے دروازے بنائے اور آبدار خانے کی دیوار اور مسجد کی مغربی دیوار جو مدرسے کے اندر ہے اس کی اور فرش کی نیچے تک مرمت کرائی۔

(ص ۱۳)



مجلس  
تعمیر مسجد  
الامین





## سلطان قطب الدین وغیرہ کا مقبرہ :

سلطان قطب الدین، اور سلطان علاء الدین کے لڑکوں خضر خاں، شادی خاں، فرید خاں، سلطان شہاب الدین، سکندر خاں، محمد خاں اور عثمان خاں اور نواسے اور اس کے نواسوں کے لڑکوں کے لڑکے کے مقبرے از سر نو مرمت کرائے۔ (ص ۱۴)

## حضرت نظام الدین اولیا کا مقبرہ :

اور سلطان المشائخ حضرت نظام الحق والدین محبوب الہی قدس اللہ سرہ العزیز کے مقبرے کے گنبد کے دروازے اور جالیوں کو صندل سے بنوایا اور ستہری قندیلیں سونے کی زنجیروں کے ساتھ گنبد کے چاروں کونوں میں لٹکائیں اور نیا جماعت خانہ تعمیر کیا کہ جو اس سے پہلے وہاں نہیں تھا۔ (ص ۱۴)

## تاج الملک کا فوری کا مقبرہ :

اور سلطان علاء الدین کے وزیر بزرگ ملک تاج الملک کا فوری جو بہت عاقل و دانشمند تھا اور جس نے بہت سے لیے ملک فتح کیے تھے کہ جہاں پرانے زمانے کے بادشاہوں کے گھوڑوں کے قدم بھی نہیں پہنچے تھے۔ اس نے وہاں سلطان علاء الدین کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اس کے پاس باون ہزار سوار تھے، اس کا مزار زمین میں برابر ہو چکا تھا اور مقبرہ گر گیا تھا۔ چوں کہ وہ حکومت کا خیر خواہ اور وفادار تھا، اس لیے اس کا مقبرہ از سر نو تعمیر کیا۔ (ص ۱۴)

## دارالامان :

دارالامان میں مخدوموں (بادشاہوں اور شہزادوں) کی قبریں ہیں۔ اس کے دروازے صندل کے بنوائے اور ان کی قبر پر خانہ کعبہ کی چادروں سے سائبان بنایا۔ ان مقبروں اور مدرسوں کی دیکھ بھال اور مرمت کا انتظام ان کے پرانے اوقات سے ہوتا تھا اور جہاں صفائی، روشنی اور اس مقام کے لیے دوسرے ضروری سامان کے لیے کوئی آمدنی کا ذریعہ نہیں تھا وہاں گاؤں مقرر کیے تاکہ

اُن کا محصول ہمیشہ ان عمارتوں پر خرچ ہو۔

(ص ۱۴-۱۵)

## جہاں پناہ :

اسی طرح جہاں پناہ کی تعمیر ہمارے خداوند ولی نعمت سلطان محمد شاہ مغفور و مرحوم نے کی تھی اور ہم انہی کے سامنے پہلے اور بڑھے ہیں۔ ہم نے اس جہاں پناہ کو (دوبارہ) آباد کیا۔

(ص ۱۵)

## مدرسوں، مقبروں اور مزاروں کے لیے مستقل آمدنی :

اسی طرح مملکت دہلی میں سلاطین صنی کے تعمیر کردہ تمام قلعوں کی مرمت کرائی۔

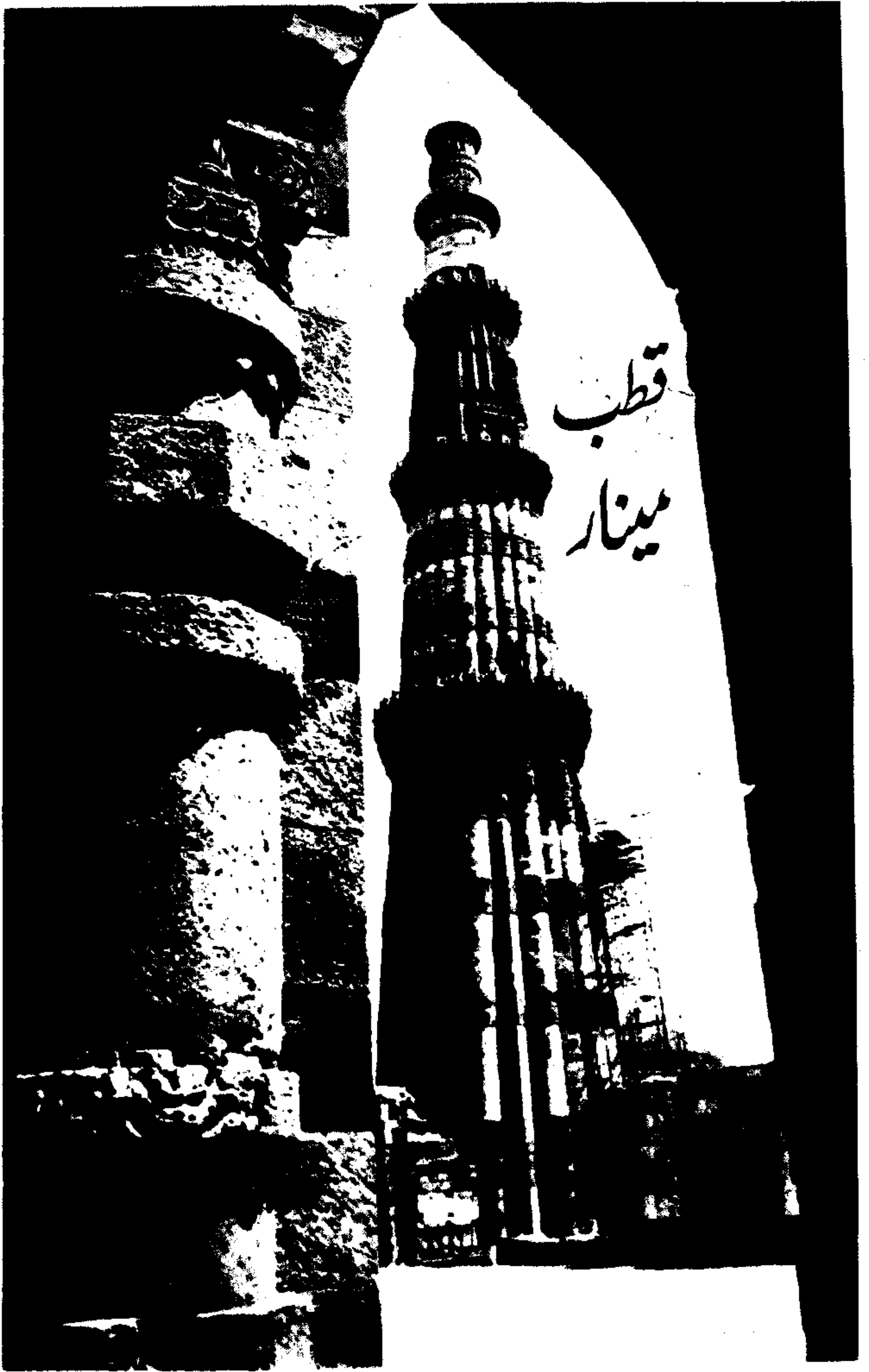
اس کے علاوہ سلاطین ماضی اور مشائخ کبار کے مزاروں، مقبروں اور مدرسوں جیسے متبرک مقامات کی دیکھ بھال وغیرہ کے لیے جو سامان درکار تھا، اُس کے لیے ان کے اوقات قدیم کی تجدید کی اور گاؤں اور زمینیں وقف کیے اور انھیں پہلے سے بھی زیادہ کر دیا اور جن جگہوں کے لیے اوقات سے کچھ آمدنی مقرر نہیں تھی، اس کے لیے آمدنی مقرر کی تاکہ ہمیشہ اس مقام پر خیرت قائم رہے اور آنے جانے والوں اور اربابِ علوم اور اصحابِ معارف کو آرام پہنچے اور وہ ہم کو اور ان لوگوں کو (جن کے مقبرے اور مزار ہیں) دعائے خیر میں یاد رکھیں۔

(ص ۱۵)

## دارالشفاء :

اس کے علاوہ خدا نے ہمیں توفیق دی کہ ہم نے دارالشفاء تعمیر کیا تاکہ خاص و عام میں سے جس کو بھی کوئی مرض لاحق ہو وہاں آئے۔ طبیب وہاں حاضر رہیں تاکہ مرض کی تشخیص ہو سکے اور علاج اور پرہیز بتائیں اور (مرض کی دوا دیں) دوا اور غذا کا خرچ اوقات برداشت کرے مقیم و مسافر شریف و رذیل، آزاد و غلام سب مریض وہاں آئیں اور اُن کا علاج ہو اور وہ خدا کے کرم سے شفا پائیں۔

(ص ۱۵)



قطب  
مینار



# عجائب الاسفار

(شیخ ابن بطوطہ کا سفر نامہ)

مترجمہ

خان بہادر محمد حسین

جلد اول

دلی، تعلق آباد، سیری اور جہاں پناہ:

دوپہر کے وقت ہم (ابن بطوطہ) دارالخلافہ دلی میں پہنچے۔ یہ ایک عظیم الشان شہر ہے اور اُس کی عمارات میں خوب صورتی اور مضبوطی دونوں پائی جاتی ہیں۔ اُس کی فصیل ایسی مضبوط ہے کہ دنیا بھر میں اُس کا نظیر نہیں اور مشرق میں کوئی شہر خواہ اسلامی ہو خواہ غیر اسلامی اس کی عظمت کا نہیں بڑا فراخ شہر ہے اور سب آباد ہے۔ اصل میں چار شہر ہیں جو ایک دوسرے کے متصل واقع ہیں؛ اول دلی جو پُرانا ہندوں کے وقت کا شہر ہے۔ وہ ۵۸۴ھ (۱۱۸۹-۱۱۸۸ء) میں فتح ہوا تھا اور دوسرا شہر سیری ہے؛ اس کو دارالخلافہ بھی کہتے ہیں۔ یہ شہر بادشاہ نے غیاث الدین خلیفہ مستنصر العباسی کے پوتے کو دے دیا تھا۔ جب وہ دلی میں مقیم تھا۔ سلطان علاء الدین اور قطب الدین اسی شہر میں رہتے تھے۔ تیسرا شہر تعلق آباد ہے اس کو بادشاہ کے باپ غیاث الدین تعلق شاہ نے آباد کیا تھا۔ غیاث الدین ایک روز سلطان قطب الدین غلجی کی ملازمت میں کھڑا تھا، اُس وقت اُس نے عرض کی کہ: اے خوند عالم اس جگہ ایک نیا شہر بنانا چاہیے۔ بادشاہ نے طنز سے کہا کہ تو بادشاہ ہو جاؤ

تو یہاں شہر آباد کیجئے۔ جب وہ تقدیر خدا سے بادشاہ ہو گیا تو اُس نے یہ شہر آباد کیا اور اپنے نام پر اس کا نام تعلق آباد رکھا۔ چوتھا شہر جہاں پناہ ہے: اس میں سلطان محمد شاہ تعلق بادشاہ حال رہتا ہے اور اُس نے اس شہر کو آباد کیا ہے۔ بادشاہ کا ارادہ تھا کہ چاروں شہروں کو ملا کر ایک فصیل اُن کے گرد بنا دے اور بنانی شروع بھی کی تھی لیکن بہت خرچ دیکھ کر ادھوری چھوڑ دی۔ شہر کی فصیل تمام دنیا میں بے نظیر ہے۔ اس کا عرض گیارہ ہاتھ ہے۔ اُس میں کوٹھریاں اور مکانات بنے ہوئے ہیں جس میں چوکیدار اور دروازوں کے محافظ رہتے ہیں اور غلے کے کھتے بھی جن کو انبار کہتے ہیں فصیل میں بنے ہوئے ہیں۔ منجھنق اور لڑائی کے سامان اور عرادہ بھی ان ہی گوداموں میں رکھے جاتے ہیں غلہ بھی اُن ہی میں جمع کرتے ہیں۔ یہ غلہ ہر ایک آفت سے محفوظ رہتا ہے اور رنگ بھی نہیں بدلتا۔ میرے سامنے ان گوداموں میں سے چاول نکالے گئے۔ اُن کا رنگ اوپر سے سیاہ ہو گیا تھا لیکن مزے میں کچھ فرق نہ آیا تھا۔ مکی یا جوار بھی اُس سے نکال رہے تھے۔ کہتے ہیں کہ شاہ بلین کے وقت جس کو نوے سال ہوئے ہیں، یہ غلے بھرے گئے تھے۔ فصیل کے اوپر کئی سوار اور پیادے تمام شہر کے گرد گھوم سکتے ہیں۔ شہر کے اندر کی طرف گوداموں میں تابدان ہیں جن میں سے روشنی پہنچتی ہے۔ اس فصیل کے نیچے کا حصہ پتھر کا بنا ہوا ہے اور اوپر کا حصہ پختہ اینٹوں کا۔ برج تعداد میں بہت اور قریب قریب ہیں۔

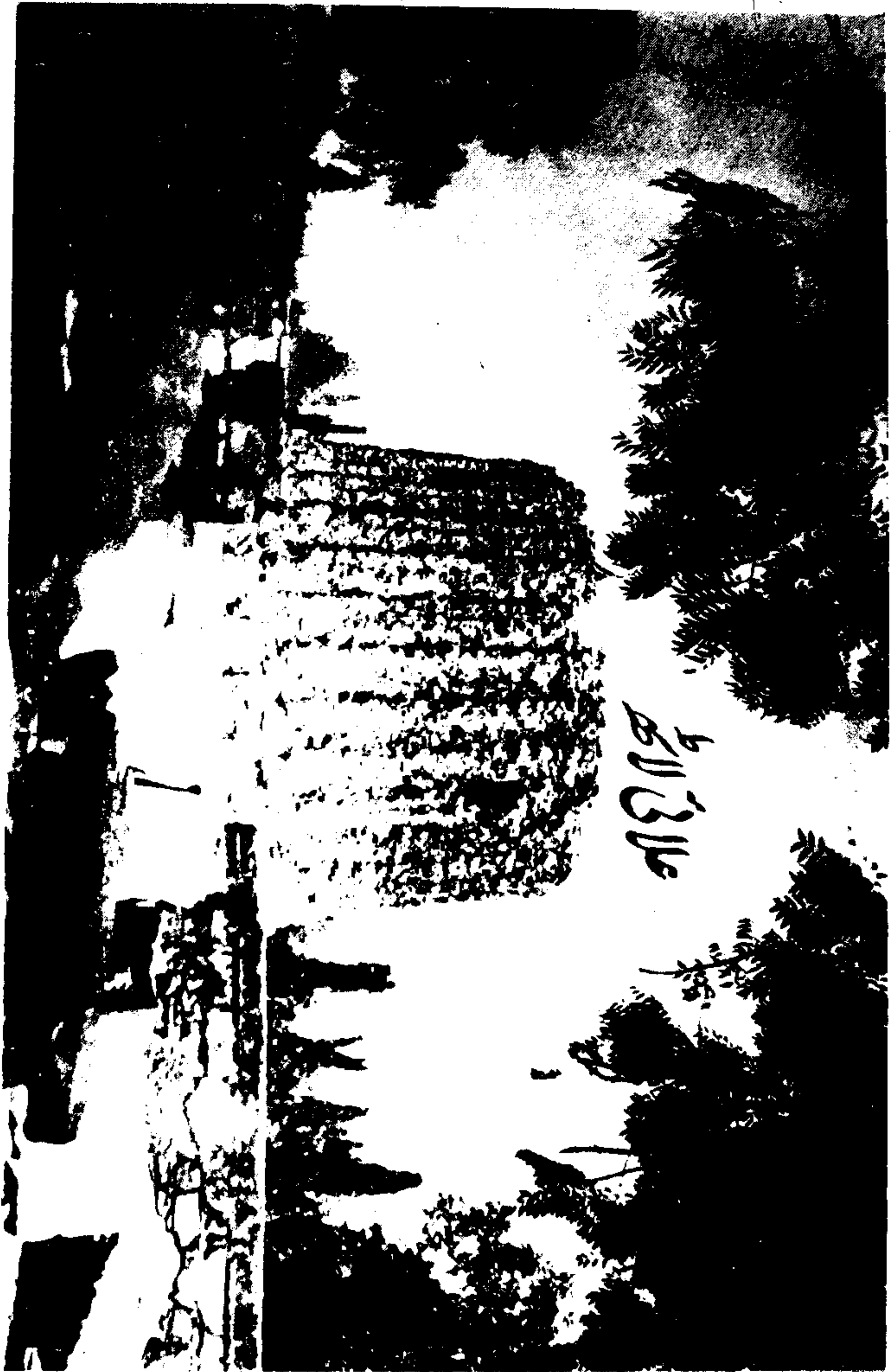
(ص ص ۲۲-۲۳)

## قدیم دلی کے دروازے:

اس شہر کے اٹھائیس دروازے ہیں ان میں سے بعض کا ہم ذکر کرتے ہیں۔ "بداؤں دروازہ" جو ایک بڑا دروازہ ہے۔ شہر بداؤں کے نام سے مشہور ہے۔ "مندوی دروازہ" جس کے باہر کھیت ہیں اور "گل دروازہ" جس کے باہر باغ ہیں، اور "نجیب دروازہ" اور "کمال دروازہ" کسی شخص کے نام پر ہیں اور "غزنی دروازہ" جس کے باہر عید گاہ اور بعض قبرستان ہیں۔ اور "پالم دروازہ" جو پالم گاؤں کی طرف ہے، اور "بجالصہ دروازہ" جس کے باہر دلی کے گل قبرستان ہیں۔ قبرستان خوبصورت ہیں۔ ہر ایک قبر پر گنبد نہیں تو محراب ضرور ہوتی ہے اور بیچ میں گل شہر اور رے پل اور گل نسریں اور قسم قسم کی پھلکاری لگی ہوئی ہے۔

(ص ص ۲۳)







## مسجد قوت الاسلام:

شہر کی جامع مسجد بڑی وسیع ہے۔ اُس کی دیواریں اور چھتیں اور فرش ہر ایک چیز تراشی ہوئی سفید پتھر کی بنی ہوئی ہے جس کو سیسہ لگا کر جوڑ لگایا ہے اور لکڑی کا اس میں نام نہیں۔ اس مسجد میں تیرہ گنبد ہیں جو پتھر کے ہیں اور ممبر بھی پتھر کا ہے۔ چار صحن ہیں اور اُس کے وسط میں ایک لاٹ ہے۔ معلوم نہیں کس دھات کی بنی ہوئی ہے۔ کسی نے مجھ سے ذکر کیا تھا کہ ہفت جوش یعنی سات دھاتوں کو جوش دے کر اُن سے یہ لاٹ بنائی گئی ہے۔ کسی نے اس لاٹ میں سے منگل بھر ٹکڑا تراشا ہے۔ وہ جگہ نہایت چمکنی ہے۔ لہذا اس پر اثر نہیں کرتا۔ اس کا طول تیس ہاتھ کا ہے جو میں نے اپنی پیگڑھی سے ناپا تھا۔ (ص ص ۲۶-۲۷)

## قطب مینار:

مسجد کے شمالی صحن میں ایک صومعہ (مینار) ہے جس کا نظیر اسلام کے کسی ملک میں نہیں پایا جاتا۔ یہ مینار سترخ پتھر کا بنا ہوا ہے۔ حالاں کہ مسجد سفید پتھر کی ہے۔ مینار کے پتھروں پر نقش کندہ ہیں۔ اور اُس کا اوپر کا پتھر خالص سنگ مرمر کا ہے اور لٹو زبر خالص کے ہیں اور اندر سے اُس کا زینہ اس قدر چوڑا ہے کہ اُس پر ہاتھی چڑھ جاتا ہے۔ ایک ثقہ آدمی نے مجھ سے ذکر کیا تھا کہ جب یہ مینار بنایا جاتا تھا تو میں نے ہاتھیوں کو اُس کے اوپر پتھر لے جاتے ہوئے دیکھا ہے! اس مینار کو معز الدین بن ناصر الدین بن اٹمش نے بنوایا تھا۔

(ص ص ۲۶-۲۷)

## علانی لاٹھ:

قطب الدین خلجی نے ارادہ کیا تھا کہ غربی صحن میں ایک اور مینار بنا دے جو اس مینار سے بہت بڑا اور اونچا ہو اور ایک تہائی کے قریب اُس نے بنوایا تھا کہ وہ مارا گیا اور سلطان محمد تغلق نے اُس کے پورا کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن پھر فال بد سمجھ کر اپنے ارادے سے باز رہا۔ وہ نہ یہ مینار دنیا کے عجائبات میں سے ہوتا۔ وہ اندر سے اس قدر چوڑا ہے کہ تین ہاتھی برابر اُس میں اوپر چڑھ سکتے ہیں۔

اور یہ تہائی اس قدر بلند ہے جس قدر کہ صحن شمالی کاکل مینار۔ میں ایک دفعہ اس پر چڑھا تھا تو میں نے دیکھا کہ شہر کے اونچے اونچے گھر اور فصیل باوجود بلندی کے چھوٹے چھوٹے معلوم ہوتے تھے اور اس کی بڑی میں کھڑے ہوئے آدمی چھوٹے چھوٹے بچے معلوم ہوتے تھے۔ نیچے سے کھڑے ہو کر دیکھنے سے یہ نامکمل مینار بہ سبب کلانی اور وسعت کے کم اونچا معلوم ہوتا ہے۔

(ص ۴۷)

## سیری کی مسجد :

سلطان قطب الدین خلجی نے ارادہ کیا تھا کہ وہ سیری میں ایک ایسی مسجد بناوے لیکن فقط ایک دیوار اور محراب کے سوانہ بنا سکا۔ اس نے سفید اور سرخ اور سبز و سیاہ پتھروں کی تعمیر شروع کی تھی۔ اگر بن جاتی تو ایسی مسجد کسی ملک میں نہ ہوتی۔ سلطان محمد نے اس کے بنانے کا ارادہ کیا تھا اور ممالوں اور کاریگروں سے اندازہ کرایا تھا تو معلوم ہوا کہ اس میں ۳۵ لاکھ روپیہ لگے گا۔ خراج کثیر دیکھ کر اس نے ارادہ ترک کر دیا۔ لیکن بادشاہ کا ایک مصاحب کہتا تھا کہ فال بد کے سبب سے اس نے بنانا شروع نہیں کیا۔ کیوں کہ قطب الدین اس کے شروع کرنے ہی مارا گیا تھا۔ (ص ۴۸)

## حوض شمسی و حوض خاص :

شہر دہلی کے باہر ایک حوض ہے جو سلطان شمس الدین اہمش کی طرف منسوب ہے۔ اہل شہر اس کا پانی پیتے ہیں اور شہر کی عید گاہ بھی اسی کے قریب ہے۔ اس میں بارش کا پانی جمع ہوتا ہے۔ طول اس کا دو میل اور عرض ایک میل کے قریب ہے اور اس کے غربی طرف عید گاہ کی جانب پتھر کے گھاٹ بنے ہوئے ہیں، چبوتروں سے پانی تک سیڑھیاں ہیں اور ہر ایک چبوترے کے کونے پر گنبد بنا ہوا ہے جس میں تماشائی بیٹھ کر سیر کرتے ہیں اور حوض کے وسط میں بھی منقش پتھروں کا گنبد بنا ہوا ہے، یہ گنبد دو منزلہ ہے۔ جب تالاب میں پانی بہت ہوتا ہے تو کشتیوں میں بیٹھ کر اس گنبد تک پہنچ سکتے ہیں۔ جب پانی تھوڑا ہوتا ہے تو اکثر آدمی ویسے ہی چلے جاتے ہیں۔ اس کے اندر ایک مسجد ہے، اکثر زاہد اور متوکل وہاں جا کر رہتے ہیں، جب حوض کے کنارے سوکھ جاتے ہیں تو ان میں نیشکر اور کلڑی اور کچری اور تربوز اور خر بوزے بوندیتے ہیں۔ خر بوزہ اس میں چھوٹا لیکن نہایت شیریں ہوتا ہے۔ دہلی اور

سجدتوۃ الاسلام کا اندر و فی منزلت





دار الخلافہ کے درمیان ایک اور حوض ہے جس کو حوض خاص کہتے ہیں۔ یہ حوض حوض شمس سے بھی بڑا ہے۔ اور اُس کے کناروں پر چالیس کے قریب گنبد ہیں۔ اس کے گرد اہل طرب رہتے ہیں۔ اور اُن کی وہ سے اسے طرب آباد کہتے ہیں۔ یہاں اہل طرب کا ایک بازار ہے جو بہت بڑا ہے اور اُس میں ایک مسجد جامع بھی ہے اور سوا اس کے اور مسجدیں بھی ہیں۔ کہتے ہیں گانے بجانے والی عورتیں جو اس محلے میں رہتی ہیں، رمضان شریف میں تراویح کی نماز جماعت سے پڑھتی ہیں اور اُن کے امام مقر ہیں عورتیں تعداد میں بہت ہیں اور ڈوم ڈھاڑی بھی بہت ہیں اور میں نے امیر سیف الدین ابن ہنی کی شادی میں دیکھا کہ جوں ہی اذان ہوئی ہر ایک ڈوم وضو کر کے اور مصلے بچھا کر نماز پڑھا، ہو گیا۔

## قطب الدین بختیار کائی کا مزار:

مزارات میں مشہور قبر شیخ الصالح قطب الدین بختیار کائی کی ہے۔ اُن کی قبر کی برکت مشہور ہے اور لوگ اُس کی بہت تعظیم کرتے ہیں۔ ان خواجہ صاحب کا نام کاکا اس سبب سے مشہور ہو گیا تھا کہ اُن کے پاس جو مقروض اور مفلس آتے تھے اور قرض اور افلاس کی شکایت کرتے تھے، یا کوئی ایسا شخص آتا تھا جس کی بیٹی جو ان ہوتی تھی اور شادی کا سامان اُس کے پاس نہ ہوتا تھا تو خواجہ صاحب اُن کو ایک کاک سونے یا چاندی کی دے دیا کرتے تھے۔ (ص ص ۵۱-۵۲)

## فقیر نور الدین کرمانی اور فقیر علاء الدین کرمانی کے مزارات:

دوسرا مزار فقیر نور الدین کرمانی کا ہے۔ فقیر فقیر علاء الدین کرمانی کا۔ یہ مزار پر برکت ہے اور نور اُس پر برستا ہے اور یہ مکان عید گاہ کی پشت کی طرف ہے۔ اس جگہ اور بھی بہت سے اولیاء کے مزار ہیں۔ (ص ص ۵۳)

## التمش کے قلعے کے دروازے کے شیر:

سلطان شمس الدین التمش نے حکم دیا ہوا تھا کہ جس کسی پر کوئی ظلم ہوا ہو وہ سگے ہونے پڑے ہن کر پھرے تاکہ بادشاہ فردا اُس کو پہچان لے، کیوں کہ ہندوستان میں عموماً سفید رنگ

کے کپڑے پہنتے ہیں۔ رات کے واسطے یہ تجویز کی تھی کہ اپنے دروازے کے بڑبڑوں پر دو مشیر سنگ مرمر کے بنے ہوئے رکھے تھے اور ان دونوں کے گلوں میں زنجیریں ڈالی ہوئی تھیں اور زنجیروں میں گھڑیاں باندھے ہوئے تھے۔ جب کوئی مظلوم آکر زنجیر ہلاتا تھا تو فوراً بادشاہ کو خبر ہو جاتی تھی اور وہ فوراً اُس کے مقدمے کا فیصلہ کرتا تھا۔ (ص ۵۸)

## رضیہ سلطان کی قبر:

رضیہ مردوں کی طرح ہتھیار لگا کر گھوڑے پر سوار ہوا کرتی تھی اور اپنا چہرہ کھلا رکھتی تھی جب اُس پر تہمت لگائی گئی کہ وہ ایک حبشی غلام سے تعلق رکھتی ہے تو لوگوں نے اتفاق کر کے اُس کو تخت سے اتار دیا اور اُس کے کسی رشتے دار قریبی کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا اور اُس کے بھائی ناصر الدین کو بادشاہ بنا لیا، جب کہ سلطانہ رضیہ کو تخت سے علیحدہ کیا گیا تو اُس کا چھوٹا بھائی بادشاہ بنا اور مدت تک حکومت کرتا رہا۔ تھوڑے دنوں کے بعد رضیہ اور اُس کے شوہر نے بغاوت کی اور اپنے غلام اور ساتھی لے کر مقابلے کے لیے آمادہ ہوئی۔ ناصر الدین اور اُس کے نائب بلبن نے جو اُس کے بعد بادشاہ ہوا مقابلہ کیا۔ رضیہ کے لشکر کو شکست ہوئی۔ رضیہ میدان سے بھاگ گئی اور جب وہ تھک گئی اور بھوک پیاس نے غلبہ کیا تو ایک زمیندار کو ہل چلاتے ہوئے دیکھا۔ اُس سے کھانے کو کچھ مانگا۔ اُس نے روٹی کا ایک ٹکڑا دیا وہ کھا کر سو گئی۔ اس وقت وہ مردانہ کپڑے پہنے ہوئے تھی۔ زمیندار کی نظر اُس کی قبا پوجا پڑی، جس میں جو اہرات بڑے ہوئے تھے وہ سمجھ گیا کہ یہ عورت ہے۔ اُس کو سوتے ہوئے قتل کر کے کپڑے اور سامان اتار لیا اور گھوڑے کو بھگا دیا اور اُس کی نعش کو کھیت میں دفن کر کے آپ اُس کا کوئی کپڑا بازار میں بیچنے گیا۔ بازار والوں نے شبہ کیا اور اُس کو کوٹوال کے پاس پکڑ کر لائے۔ کوٹوال نے زمیندار کو مار پیٹ کی تو اُس نے اقبال کیا اور تمام اہول بتا دیا اور اُس کی نعش بھی بتا دی نعش کو وہاں سے نکال کر لائے اور غسل اور کفن دے کر اسی جگہ اُس کو دفن کر دیا اور اُس کی قبر پر ایک گنبد بنا دیا۔ اب اُس کی قبر زیارت گاہ ہے اور وہ دریائے جمنکے کنارے پر شہر سے ایک فرسخ (ساتھ تین میل) ہے۔ ص ۶۰-۶۱







## افغان پور کا محل:

جب وہ (غیاث الدین تغلق) دارالخلافہ کے قریب پہنچا تو اُس نے بیٹے (جوہنہ خاں) سلطان محمد تغلق کے نام حکم بھیجا کہ اس کے واسطے ایک نیا محل افغان پور میں تعمیر کرادے۔ جوہنہ خاں نے مین دن میں محل کھڑا کروا دیا۔ اُس کی بنا لکڑیوں کے ستونوں پر زمین سے بلندی پر رکھی۔ اُس میں اکثر لکڑی کا کام تھا۔ احمد ابن ایاز نے جو بعد میں خواجہ جہاں کے لقب سے مشہور ہوا۔ اور اُن دنوں میں بادشاہ کا میر عمارت تھا، اُس کی بنیاد ایسے اندازے سے رکھی تھی کہ اگر اُس کے ایک خاص موقع پر ہاتھی کھڑا کیا جاوے تو تمام مکان گر پڑے۔ بادشاہ اس محل میں آکر ٹھیرا اور لوگوں کی ضیافت کی۔ جب لوگ کھانا کھا کر چلے گئے تو جوہنہ خاں نے بادشاہ کی اجازت طلب کی کہ میں ہاتھی پیش کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ ایک ہاتھی جو ساز و سامان سے مرصع تھا، سامنے لایا گیا۔ مجھ سے شیخ رکن الدین ملتانی ذکر کرتے تھے، وہ اُس وقت بادشاہ کے پاس تھے اور بادشاہ کا لاڈ لایا بیٹا محمود بھی وہیں تھا، جوہنہ خاں نے اُن سے کہا کہ: اے غونڈہ عالم نمازِ عصر کا وقت قریب ہے، آؤ نماز پڑھ لیں۔ چنانچہ وہ محل سے باہر آئے۔ اسی وقت ہاتھی کو لائے۔ ہاتھی کا محل میں پہنچا تھا کہ تمام مکان بادشاہ اور شہزادے کے سر پر گر پڑا۔ شیخ کہتے ہیں کہ میں نے شور مٹانا اور بغیر نماز پڑھے واپس چلا آیا تو دیکھا کہ محل گرا ہوا ہے۔ جوہنہ خاں نے حکم دیا کہ تیر اور کتیاں لاؤ تاکہ کھود کر بادشاہ کو نکالا جاوے اور اشارہ کر دیا کہ ذرا دیری سے لاویں۔ چنانچہ جب کھودنا شروع کیا تو سورج غروب ہو چکا تھا۔ جب کھود کر دیکھا گیا تو بادشاہ اپنے بیٹے کے اوپر جھکا ہوا تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اُس کو موت سے بچانا چاہتا تھا، یعنی اٹھا کر مکان سے نکلنا چاہتا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ بادشاہ اُس وقت تک زندہ تھا لیکن اُس کا کام تمام کر دیا گیا۔ راتوں رات مقبرے میں جو اُس نے تغلق آباد میں اپنے لیے بنوایا تھا پہنچا دیا اور وہاں دفن کر دیا گیا۔

(ص ص ۹۲-۹۳)

تغلق آباد:

تغلق آباد کے بنانے کا سبب میں پہلے بیان کر آیا ہوں۔ اس شہر میں بادشاہ (سلطان محمد تغلق) شاہ

کا خزانہ اور محل تھے۔ اس قلعے میں بادشاہ نے ایک ایسا بڑا محل تیار کرایا تھا کہ اس کی اینٹوں پر سونا چڑھا ہوا تھا جس وقت سورج طلوع ہوتا تھا تو اس کی دمک سے کوئی شخص محل کی طرف نظر جما کر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اُس میں بادشاہ نے بہت سامان جمع کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس میں ایک حوض بنا کر سونا پگھلا کر بھرا دیا تھا کہ وہ خیم کر ایک ڈلا ہو گیا تھا۔ اُس کے بیٹے نے وہ تمام سونا صرف کیا۔ چوں کہ خواجہ جہاں نے اُس کو شک کے بنانے میں جس کے گرنے سے بادشاہ فرا بڑی صنعت ظاہر کی تھی۔ اس لیے خواجہ جہاں کی برابر کسی کی بادشاہ کے دل میں جگہ نہیں تھی اور کوئی شخص اس کی برابر نہیں کر سکتا تھا۔ (ص ۱۹۲)

## دارِ سرا۔ شاہی محل کا دروازہ :

شاہی محل کو جو دلی میں ہے، دارِ سرا کہتے ہیں۔ اس میں کئی دروازوں میں سے ہو کر جانا پڑتا ہے پہلے دروازے پر پہرے کے سپاہی رہتے ہیں اور نفیری اور نقارے اور سرنا والے بھی اس دروازے پر بیٹھے رہتے ہیں، جس وقت کوئی امیر یا بڑا آدمی آتا ہے تو وہ نقارے اور نفیری بجانا شروع کرتے ہیں اور بجانے میں یہ آواز نکالتے ہیں کہ فلاں شخص آیا، اور اسی طرح سے دوسرے اور تیسرے دروازے پر ہوتا ہے۔ پہلے دروازے کے باہر چبوترے ہیں۔ اُن پر جلا دبیٹھے رہتے ہیں۔ جب بادشاہ کسی کے مارنے کا حکم دیتا ہے تو وہ محل ہزار ستون کے سامنے مارا جاتا ہے، لیکن اُس کا سر پہلے دروازے کے باہر تین دن تک لٹکا رہتا ہے۔ پہلے اور دوسرے دروازے کے درمیان ایک بڑی دہلیز ہے، اُس کے دونوں طرف چبوترے بنے ہوئے ہیں، اُس میں نوبت نقارے والے بیٹھے رہتے ہیں اور دوسرے دروازے پر اس دروازے کے پہرے داہوتے ہیں۔ دوسرے اور تیسرے دروازے کے درمیان ایک بڑا چبوترہ ہوتا ہے۔ اُس پر نقیب النقباء (چھتری بردار) بیٹھا رہتا ہے۔ اُس کے ہاتھ میں ایک طلائی چھتری ہوتی ہے اور سر پر جڑاؤ اور طلا کار کلاہ جس کے اوپر مور کے پر لگے ہوئے ہوتے ہیں اور باقی نقیبوں کی مکر میں زریں پیٹی، سر پر طلا کار شاخہ اور ہاتھ میں تازیانہ ہوتا ہے جس کا دستہ سونے یا چاندی کا ہوتا ہے۔ دوسرے دروازے کے اندر ایک بڑا دیوان خانہ ہے، جن میں عام لوگ بیٹھے رہتے ہیں۔ تیسرے دروازے پر مقصدی بیٹھے رہتے ہیں۔ اُن کا یہ کام ہوتا ہے کہ کوئی شخص اندر آنے نہیں پاتا،

جب تک اُس کا نام اُن کی کتاب میں درج نہ ہو۔ ہر ایک امیر کے ہمراہیوں کی تعداد مقرر اور درج ہوتی ہے۔ مقصدی اپنے روزنامے میں لکھتے رہتے ہیں کہ فلاں شخص اس قدر ہمراہیوں کے ساتھ فلاں وقت آیا۔ بادشاہ اُس روزنامے کو عشا کی نماز کے بعد ملاحظہ کرتا ہے۔ اُس روزنامے میں جو کچھ حادثات دروازے پر واقع ہوتے ہیں لکھے جاتے ہیں۔ بادشاہ کے بیٹوں میں سے ایک کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ یہ روزنامہ بادشاہ کے سامنے پیش کرے۔

(ص ۹۹ - ۱۰۰)

## ہزار ستون :

یہ بھی دستور ہے کہ جو امیر تین دن یا اُس سے زیادہ بلا عذر یا کسی عذر کے سبب سے غیر حاضر ہوتا ہے تو وہ پھر دروازے میں داخل نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ بادشاہ کی خاص اجازت از سر نو حاصل نہ کی جاوے۔ اگر وہ بیماری یا کسی اور عذر کے سبب سے نہ آسکا تھا تو وہ جس روز آتا ہے اپنی حیثیت کے موافق ہدیہ یعنی نذر پیش کرتا ہے۔ اسی طرح دستور ہے کہ ہر شخص جو پہلی دفعہ سلام کے لیے آتا ہے تو کچھ نہ کچھ نذر کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اگر مولوی ہو تو قرآن شریف یا کوئی اور کتاب، فقیر ہو تو مصلے یا تسبیح یا مسواک، امیر ہو تو گھوڑے یا اونٹ یا ہتھیار۔ اس تیسرے دروازے کے اندر ایک بہت بڑا میدان ہے جس میں ایک دیوان خانہ بنا ہوا ہے۔ اُس دیوان خانے کا نام ہزار ستون ہے کیوں کہ اس کی چھت جو لکڑی کی ہے لکڑی کے ہزار ستونوں پر قائم ہے۔ اُن ستونوں پر روغن کیا ہوا ہے اور چھت میں بھی روغن ہے اور طرح طرح کے نقش و نگار اس میں بنے ہوئے ہیں۔ سب لوگ اس مکان میں آکر بیٹھ جاتے ہیں اور بادشاہ بھی جلوسِ عام کے وقت اس میں آکر بیٹھتا ہے۔

(ص ۱۰۰)

## مقبرہ سلطان قطب الدین :

۹۔ جمادی الاول کو بادشاہ (محمد شاہ تغلق) ملک معبر کی طرف روانہ ہوا کیوں کہ وہاں سید حسن شاہ باغی ہو گیا تھا۔ میں اپنا تمام قرضہ ادا کر چکا تھا اور سلف کا پختہ ارادہ کیا ہوا تھا اور کھاروں اور فراشوں اور دوڑوں کی نوہینے کی تنخواہ بھی دے چکا تھا۔ مجھے حکم ملا کہ

میں دائر الخلافہ میں رہوں۔ حاجب نے مجھ سے اس مضمون کا خط لے لیا کہ مجھے اطلاع ہو گئی کہ یہ اُس ملک کا دستور ہے تاکہ جس کو خبر دی گئی ہے انکار نہ کر جائے۔ بادشاہ نے میرے لیے چھ ہزار درہمی دینار دینے کا حکم دیا اور قاضی مصر کو دس ہزار دینار کا اور اسی طرح سے ہر ایک پر دسی کو جس کو ٹھہرنے کا حکم ملا۔ انعام دیا گیا۔ ہندیوں کو کچھ نہیں ملا۔ مجھے بادشاہ نے حکم دیا کہ تو سلطان قطب الدین کے مقبرے کا متولی مقرر کیا گیا ہے اُس کی نگرانی رکھ۔ بادشاہ اُس مقبرے کی نہایت تعظیم کرتے تھے کیونکہ وہ کسی زمانے میں سلطان قطب الدین کے نوکروں میں رہ چکا تھا۔ میں نے کئی دفعہ دیکھا کہ جب بادشاہ اس مقبرے میں آتے تھے تو سلطان قطب الدین کی پاپوش اُٹھا کر چومتے تھے اور سر پر رکھتے تھے۔ اس ملک میں دستور ہے کہ میت کی پاپوش اُس کی قبر کے پاس ایک چوکی پر رکھ دیتے ہیں۔ بادشاہ جب مقبرے میں داخل ہوتے تھے تو تعظیم کیا کرتے تھے، جیسے کہ بادشاہ کی زندگی میں اُس کی تعظیم بجالاتے تھے اور اُس کی بیوہ کی بدرجہ غایت تعظیم کیا کرتے تھے اور اُس کو بہن کہہ کر پکارتے تھے اور اُس کو اپنے حرم میں جگہ دی ہوتی تھی۔ بعد میں اُس کا نکاح قاضی مصر کے ساتھ کر دیا تھا اور اُس کے سبب سے قاضی کی بھی بہت خاطر ہوتی تھی۔ بادشاہ ہر جمعے کو اُس کے پاس جایا کرتے تھے۔ جب بادشاہ روانہ ہونے لگے تو ہمیں مسعدت کے واسطے بلایا ابن قاضی مصر نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ میں حضور سے جدا ہونا نہیں چاہتا۔۔۔۔۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اچھا جا سفر کا سامان کر لے۔ یہ اُس کے واسطے اچھا ہوا۔ اس کے بعد میں آگے بڑھا۔ میں شہر میں ٹھہرنا چاہتا تھا لیکن اُس کا انجام اچھا نہ ہوا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کچھ عرض کرنا ہے۔ میں نے اپنی یادداشت کا پرچہ نکالا۔ بادشاہ نے فرمایا۔ اپنی زبان میں کہو۔ میں نے عرض کی کہ انخوند عالم حضور نے مجھے قاضی مقرر کیا۔ اب تک میں نے یہ کام نہ کیا تھا اور قضا سے میری مراد فقط اس عہدے کی بزرگی قائم رکھنا ہے۔ بادشاہ نے مہربانی سے میرے دونائب مقرر کر دیے لیکن میں سلطان قطب الدین کے روضے کیا کروں اُس میں چار سو ساٹھ آدمیوں کا روزینہ میں نے مقرر کیا ہے، اُس کے اوقاف کی آمدنی خرچ کے واسطے کافی نہیں۔ بادشاہ نے وزیر کی طرف مخاطب ہو کر کہا









کہ اُس کی آمدنی پچاس ہزار ہے۔ پھر میری طرف مخاطب ہو کر کہا کہ ”بے شک اور وزیر سے کہا کہ ”ک من غلہ بدہ“ اور مجھ سے کہا کہ جب تک روغن کا غلہ آئے تو اس غلے کو خرچ کر۔ غلے سے مراد گیہوں اور چاول ہیں اور اُس ملک کا من بیس مغربی رطل کے برابر ہوتا ہے۔ پھر بادشاہ نے فرمایا اور کیا عرض ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میرے ہمراہی اسی سبب سے قید میں ہیں کہ اُنھوں نے اُن دیہات سے جن کے عوض بادشاہ نے مجھے اور دیہات دے دیے ہیں۔ کچھ وصول کر لیا تھا، اب اہل دیوان کہتے ہیں کہ جو کچھ تمہیں آمدنی ہوئی ہے وہ سرکار کے خزانے میں داخل کرو ورنہ بادشاہ کا حکم لاؤ کہ وہ مطالبہ معاف کیا جائے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ تجھے کس قدر آمدنی ہوئی ہے۔ میں نے کہا کہ پانچ ہزار دینار۔ بادشاہ نے فرمایا۔ وہ تجھ کو ہم نے انعام میں دیے۔ پھر میں نے عرض کی کہ جو گھر بادشاہ نے مجھے دیے، وہ بالکل شکستہ اور ریختہ ہو گیا ہے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ ”عمارت کیند“ پھر بادشاہ نے فرمایا ”وصیت دیگر است“ میں نے کہا۔ صہنور بادشاہ نے فرمایا تو قرض نہ کیا کر، ممکن ہے کہ ہمیں خبر نہ پہنچے۔ اور تجھے قرض خواہ تکلیف پہنچائیں۔ اور جس قدر میں دیا کروں اُس سے زیادہ خرچ نہ کیا کر۔ کیوں کہ خدا تعالیٰ فرمایا ہے : فلاتجعل يدك مغلوله ولا تبسطها كل البسطه وکلواواشرلوا ولا تسرفوا والذین اذا انفقوا لم یسرفوا وکان بین ذالک قواما میں نے ارادہ کیا کہ بادشاہ کے قدم لوں۔ بادشاہ نے میرا سر پکڑ لیا اور مجھے روک دیا۔ میں نے بادشاہ کے ہاتھ کو چوما اور باہر نکلا۔ شہر میں آکر میں نے اپنے گھر کی تعمیر شروع کی اور اُس پر چار ہزار دینار خرچ کیے۔ چھ سو دینار تو مجھے سرکاری خزانے سے ملے اور باقی میں نے اپنے پاس سے خرچ کیے اور اپنے گھر کے سامنے ایک مسجد بھی بنوائی۔



# جن کتابوں کے اقتباسات شامل کیے گئے

مبشر شمار	نام کتاب	مصنف / مرتب
۱۔ اخبار الانبیار	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	دہلی، ۱۲۸۳ھ ہجری
۲۔ تاریخ داؤدی	عبداللہ، مرتبہ شیخ عبدالرشید	علی گڑھ
۳۔ تاریخ شاہی	احمد یادگار، مرتبہ ہدایت حسین	کلکتہ، ۱۹۳۹ء
۴۔ تاریخ فرشتہ (جلد اول)	محمد قاسم فرشتہ	پونہ، ۱۲۲۶ھ ہجری
۵۔ تاریخ فرشتہ (جلد دوم)	محمد قاسم فرشتہ	پونہ، ۱۲۲۶ھ ہجری
۶۔ تاریخ فیروز شاہی	شمس سراج عقیف، مرتبہ مولوی ولایت حسین	کلکتہ، ۱۸۹۰ء
۷۔ تاریخ فیروز شاہی	ضیاء الدین برنی، مصحح مولوی سید احمد خاں	ایشیاٹک سوسائٹی (کلکتہ) ۱۸۶۲ء
۸۔ تاریخ مبارک شاہی	یحییٰ بن احمد سرہندی، مرتبہ محمد ہدایت حسین	کلکتہ، ۱۹۳۱ء
۹۔ توزک جہانگیری	مرزا محمد ہادی، مرتبہ سید احمد	علی گڑھ، ۱۹۶۳ء
۱۰۔ خزائن الفتوح	امیر خسرو، مرتبہ محمد وحید مرزا	کلکتہ، ۱۹۵۳ء
۱۱۔ خلاصۃ التواریخ	منشی سجان رائے بھنڈاری	دہلی، ۱۹۱۵ء
۱۲۔ سیر المتاخرین (جلد اول)	منشی غلام حسین خاں طباطبائی	لکھنؤ، ۱۲۹۵ھ ہجری
۱۳۔ سیر المتاخرین (جلد سوم)	منشی غلام حسین خاں طباطبائی	لکھنؤ، ۱۲۹۵ھ ہجری
۱۴۔ طبقات اکبری	مولانا نظام الدین احمد بن محمد معتم ہروی	لکھنؤ، ۱۸۶۵ء
۱۵۔ ظفر نامہ	مولانا شرف الدین علی یزدی، مرتبہ مولوی محمد آلہ ورد	کلکتہ، ۱۸۸۸ء

مصنف / مرتب	نام کتاب	نمبر شمار
مفتی محمد کاظم بن امین، مرتبہ مولوی کلکتہ، ۱۸۶۵ء غلام حسین و مولوی عبدالحی	عالمگیر نامہ	۱۶
ابن بطوطہ، مترجم مولوی محمد حسین دہلی، ۱۹۲۶ء	عجائب الاسفار (جلد اول)	۱۷
محمد صالح کنبو، مرتبہ ڈاکٹر غلام یزدانی لاہور، ۱۹۶۲ء	عمل صالح الموسوم بہ شاہجہاں نامہ (جلد ۳)	۱۸
سلطان فیروز شاہ، مرتبہ شیخ عبدالرشید علی گڑھ، ۱۹۵۲ء	فتوحات فیروز شاہی	۱۹
غیاث الدین مجدد مشہور بہ خواند امیر کلکتہ، ۱۹۲۰ء	قانون ہمایونی	۲۰
صمصام الدولہ شاہنواز خاں کلکتہ، ۱۸۸۸ء	مآثر الامرا	۲۱
طاس ولیم بیل کانپور، ۱۸۶۸ء	مفصلح التوارخ	۲۲
عبدالقادر بدایونی، مرتبہ مولوی احمد علی کلکتہ، ۱۹۶۸ء	منتخب التوارخ	۲۳
ہاشم علی خاں، مشہور بہ خانی خاں نظام الملک	منتخب اللباب	۲۴

# اِشَارِيَّة

۲۶۸	ص	اشخاص
۲۸۴	ص	مقامات
۲۸۶	ص	خانقاہیں
۲۸۷	ص	درگاہیں
۲۸۸	ص	فصلیں
۲۸۹	ص	علم
۲۹۱	ص	محلے
۲۹۱	ص	مزار اور مقبرے
۲۹۳	ص	مسجدیں اور جامع مسجدیں
۲۹۵	ص	کتابیں

اشخاص

- آہستہ :- ۱۷۷
- ابن بطوطہ :- ۲۵۵
- آننگہ خاں، شمس الدین محمد خاں :- ۴۰
- احمد ابن ایاز، خواجہ جہاں :- ۲۶۸، ۲۶۷
- احمد دانیال :- ۱۰۵
- احمد سعید :- ۱۷
- احمد شاہ، مجاہد الدین محمد ابوالنصر :- ۷۲
- احمد علی، مولوی :- ۱۴۸
- احمد یادگار :- ۱۷۳
- ادھرن :- ۱۷۷
- اکبر بادشاہ، ابوالفتح، جلال الدین :- ۳۹، ۴۰
- اکبر شاہ ثانی، ابوالنصر حسین الدین محمد :- ۸۴، ۸۹
- استاد احمد :- ۱۱۲
- اسلام شاہ (شیر شاہ سوری کالڑکا) :- ۱۸، ۲۲
- ۳۳، ۳۹، ۴۳، ۴۶، ۹۶، ۱۳۳، ۱۷۳، ۱۹۱
- اشرف علی مرزا :- ۱۹۵
- التمش
- دیکھیے
- شمس الدین التمش
- الغ خاں
- دیکھیے
- محمد شاہ تغلق
- الغواں :- ۱۵۱، ۱۸۳، ۲۳۰
- الشروردی خاں :- ۵۲
- امیر خسرو :- ۲۵، ۳۰، ۳۳، ۹۲، ۱۰۵
- ۱۱۲، ۱۴۳، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۶، ۲۰۵
- ۲۲۲ -
- امیر سیف الدین، ابن مہنی :- ۲۶۳
- انت پال، راجہ :- ۹۱
- اورنگ زیب، ابوالمنظر محی الدین محمد... عالمگیر :-
- ۶۳، ۶۲، ۱۴
- ایلیٹ (مورخ) :- ۱۴
- بانی کولہدی :- ۶۲
- بدر النساء بیگم :- ۶۳
- برہان بلخی، مولانا :- ۱۳۹
- برہان الملک (صفدر جنگ کے والد) :- ۷۸
- بہادر شاہ اول :- ۶۳
- بہادر شاہ (سلطان غیاث الدین تغلق کا ساتھی) :- ۱۵۲
- بہلول لودی، سلطان :- ۳۳، ۱۶۰
- بہرم خان خاناں :- ۴۶
- بیل طامس ولیم :- ۱۸
- بھوج راج :- ۱۷۷
- پانڈو :- ۹۱، ۲۱۲
- جاوید خاں، نواب بہادر :- ۷۲

- بہار دیوبند :- ۱۷۷  
جلال الدین فیروز خلجی :- ۲۵، ۹۲، ۱۵۱، ۱۸۱،  
۱۸۲، ۱۸۳، ۲۲۶، ۲۳۹، ۲۴۰
- جلال بخاری، سید :- ۵۲  
جہانگیر، ابوالمنظر نور الدین :- ۲۹، ۴۴، ۴۵
- جونانہ  
دیکھیے
- خان جہاں  
جنت آشیانی  
دیکھیے
- ہمایوں بادشاہ  
چراغ دہلی، نصیر الدین :- ۱۰۵، ۱۴۱
- چنگیز خاں :- ۱۸۳، ۲۴۰
- ماجی بیگم  
دیکھیے
- حمیدہ بانوبیگم، نواب (ہمایوں بادشاہ کی بیوی)  
حافظ شیرازی :- ۷۲
- حمیدہ بانوبیگم، نواب :- ۴۴
- خان جہاں، جونانہ :- ۳۳، ۳۴
- خان جہاں (ولد جونانہ) :- ۳۳
- خانخاناں  
دیکھیے
- عبدالرحیم خانخاں
- خضر خاں :- ۲۵۱
- خلیفہ مستنصر عباسی :- ۲۵۵
- خلیل اللہ خاں :- ۳۰، ۳۱، ۲۰۴، ۲۳۳
- خواجہ جہاں  
دیکھیے
- احمد ابن ایاز  
خواجہ بلیت :- ۱۳۶
- خواجہ حسن :- ۱۰۵
- خواجہ عبداللہ لادز قریشی :- ۳۳، ۳۹
- خواجہ قطب الدین بختیار کاکئی :- ۲۲، ۱۰۲، ۱۰۵
- ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۴۸، ۱۹۲
- ۱۹۳، ۲۲۵، ۲۳۶، ۲۳۹، ۲۶۳
- خواجہ کمال الدین احمد :- ۲۲۵
- خواجہ کمال احمد موسیٰ :- ۱۰۲
- خواجہ محمود مؤینہ دوز :- ۱۳۵
- خواجہ معین الدین حشتی :- ۱۰۲، ۱۰۵، ۱۳۸، ۱۳۹
- داد پٹہ (ایک راجپوت راجا) :- ۱۷۷
- داراشکوہ :- ۱۹۵
- درویش محمد طاہر مولانا :- ۱۳۵
- دیورانج :- ۱۷۷
- رضیہ سلطان :- ۱۸
- راستے پتھورا :- ۱۷۷
- رکن الدین فیروز شاہ (سلطان شمس الدین کا

سلطانہ رضیہ

لڑکا :- ۱۸

دیکھیے

روشن الدولہ، ظفر خاں :- ۶۷، ۶۸، ۷۱

رضیہ سلطان

۲۰۵

سلیم خاں افغان

روہنگر :- ۱۷۷

دیکھیے

روہیک :- ۱۷۷

اسلام شاہ

زبدۃ النساء بیگم :- ۶۳

سلیم شاہ

زمان بیگم :- ۱۱۳

دیکھیے

زیدی، ناظر حسن :- ۱۱۰، ۱۱۳

اسلام شاہ

زیب النساء بیگم :- ۶۳

سلیم شاہ ۱- ۱۷۳، ۱۹۱

سالباہمن :- ۱۷۷

سہروردیہ :- ۱۷۷

سید ہمدل :- ۱۷۷

سید احمد خاں ۱- ۱۶

سپہر شکوہ :- ۱۹۵

سید محمد بن سید کرمانی :- ۱۳۷

سجان رائے بھنڈاری، منشی :- ۹۱، ۱۰۰، ۱۰۲

سیدی مولا :- ۲۳۰

سجمیہ بیگم :- ۱۸

شادی خاں :- ۲۵۱

سر سید

شاگر خاں :- ۲۱

دیکھیے

شاہ جہاں :- ۳۰، ۳۰، ۳۶، ۵۱، ۵۲

سید احمد خاں

۵۷، ۵۸، ۶۰، ۶۱، ۶۴، ۱۱۱

سعادت علی خاں :- ۸۹

۱۱۳، ۱۱۰، ۱۲۲، ۱۹۶، ۱۹۸، ۲۰۰

سعادت شہ :- ۵۷

۲۲۲، ۲۳۲

سعادت شہ خاں :- ۱۳۱، ۲۰۳

شاہ عالم :- ۶۳

سکندر خاں :- ۲۵۱

شاہ غلام علی :- ۸۳

سکندر لودی :- ۱۲۳، ۲۳۱

شجاعت خاں، نواب :- ۷۷

سلطان ابراہیم :- ۱۳۳



- شرف الدین علی یزدی :- ۲۲۲  
 شہاب الدین :- ۲۵۱  
 شہاب الدین احمد خاں :- ۴۰  
 شہاب الدین خاں :- ۱۱۰  
 شہاب الدین احمد سمائی، مولانا :- ۱۵۱، ۱۴۵،  
 ۱۹۸، ۱۷۷، ۱۷۶  
 شمس الدین التمش :- ۱۸، ۹۲، ۱۰۵، ۱۳۸،  
 ۱۴۸، ۱۹۲، ۱۹۳، ۲۰۵، ۲۲۲، ۲۲۳،  
 ۲۳۶، ۲۳۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۳  
 شمس الدین محمد خاں، میر  
 دیکھیے  
 آنگہ خاں  
 شمس الدین بھٹی، مولانا :- ۱۳۸  
 شمس سراج عقیف :- ۲۰۷، ۲۱۹  
 شیخ ابوبکر طوسی حیدری :- ۱۳۷  
 شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی :- ۸۹  
 شیخ برہان الدین :- ۱۰۵  
 شیخ برہان الدین محمود :- ۱۳۵  
 شیخ بہاؤ الدین زکریا :- ۱۰۵  
 شیخ حکیم اللہ جہاں آبادی :- ۲۲۰  
 شیخ زکریا الدین ملتانی :- ۲۲۷  
 شیخ زکریا الدین یمان :- ۱۳۱  
 شیخ شہاب الدین :- ۱۳۰  
 شیخ شہاب الدین حق گو :- ۱۳۰  
 شیخ صلاح الدین درویش :- ۱۳۶  
 شیخ ضیا الدین :- ۸۹  
 شیخ ضیا الدین رومی :- ۱۳۷  
 شیخ علا الحق انجی سراج :- ۱۰۵  
 شیخ عبدالرشید :- ۱۶۰  
 شیخ عبدالوہاب بخاری :- ۱۳۲  
 شیخ عبدالحق محدث دہلوی :- ۱۳۳  
 شیخ عثمان سیاح :- ۱۳۹  
 شیخ فرید الدین گنج شکر :- ۱۰۵، ۱۶۸، ۲۳۶  
 شیخ مرزا فخر الدین :- ۱۳۰  
 شیخ کمال :- ۱۰۵  
 شیخ محمد قندھاری :- ۱۸۷  
 شیخ نجیب الدین متوکل :- ۱۳۶، ۱۳۶  
 شیخ نجیب الدین فردوسی :- ۱۳۹  
 شیخ نظام الدین شیرازی :- ۱۳۹  
 شیخ یعقوب :- ۱۰۵  
 شیر خاں  
 دیکھیے  
 شیر شاہ سوری  
 شیر خاں افغان  
 دیکھیے  
 شیر شاہ سوری

- شیرشاہ سوری :- ۱۸، ۲۱، ۳۲، ۳۹، ۴۰، ۹۵، ۹۶، ۱۵۶، ۱۶۳، ۱۷۳
- شیواجی :- ۱۲
- صدر جہاں گجراتی :- ۱۸۷
- صفدر جنگ :- ۷۸
- صدیقی، ڈاکٹر نور الاسلام :- ۱۷
- صمصام الدولہ، شہنواز خاں :- ۱۹۵
- ضیاء الدین برنی :- ۱۳۸، ۱۸۷
- طامس ولیم بیل :- ۱۸
- عالمگیر ثانی، عزیز الدین محمد :- ۳۰، ۷۸، ۲۳۵
- عبدالرحیم مولوی :- ۱۹۵
- عبدالرحیم خانخاناں :- ۳۶
- عبدالقادر بن الملوک شاہ بدایونی :- ۱۳۸
- عبداللہ :- ۱۶۰
- عبداللہ فریرز جنگ :- ۱۹۶
- عثمان خاں :- ۲۵۱
- عرش آشیانی
- دیکھیے
- اکبر بادشاہ
- عزت خاں :- ۵۲
- عشرت علی خاں ناظر :- ۸۴، ۸۹
- علاء الدین خلجی :- ۲۵، ۹۲، ۱۵۶، ۱۶۳، ۱۶۵
- ۲۵۱، ۲۳۱، ۲۲۲، ۲۰۶، ۱۸۳
- علی مردان خاں :- ۲۲۵
- عماد الملک :- ۲۳۵
- غلام حسین خاں طباطبائی :- ۲۳۵
- غلام یزدانی :- ۱۱۰
- غیاث الدین :- ۲۵۵
- غیاث الدین مولانا :- ۱۰۵
- غیاث الدین بلبن، سلطان :- ۲۵، ۹۲، ۱۸۱
- ۱۸۲، ۲۰۵، ۲۲۲، ۲۲۶، ۲۳۱، ۲۶۳
- غیاث الدین تغلق :- ۳۰، ۹۲، ۹۵، ۱۵۲
- ۱۵۵، ۱۶۹، ۱۸۳، ۲۲۷، ۲۳۱، ۲۳۲
- ۲۶۷، ۲۵۵
- غیاث الدین محمد مشہور بہ خواند امیر :- ۱۷۳
- غیرت خاں :- ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۹۶
- فاروقی، نثار احمد :- ۱۷
- فاضل خاں، خانساماں :- ۵۷، ۱۳۱
- فتحپوری بی بی (شاہجہاں کی بیگم) :- ۱۲۶
- فخر النساء بیگم :- ۷۷
- فرخ سیر :- ۲۲، ۲۵، ۶۳
- فرشتہ، محمد قاسم :- ۱۷۷
- فرید خاں :- ۲۹، ۲۵۱
- فریدوں خاں :- ۲۶
- فیروز خلجی، سلطان :- ۱۹۸

- فیروز شاہ تغلق، سلطان :- ۱۱، ۲۵، ۳۳، ۳۳، ۳۳، ۳۳
- محمد شاہ، روشن اختر :- ۶۷، ۶۸، ۷۱، ۷۲، ۸۹
- محمد شاہ تغلق (سلطان محمد فخر الدین جوہا شاہ)
- ۲۰۶، ۱۸۸، ۱۸۷، ۱۵۵، ۱۳۸، ۳۳
- انج خاں :- ۹۵، ۱۳۸، ۱۴۰، ۱۸۳، ۲۰۶
- ۲۱۵، ۲۱۲، ۲۱۱، ۲۰۹، ۲۰۸، ۲۰۷
- ۲۲۲، ۲۲۰، ۲۱۹، ۲۱۸، ۲۱۷، ۲۱۶
- ۲۲۲، ۲۲۲
- ۲۵۲، ۲۵۶، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۷
- ۲۶۹
- محمد فخر الدین جوہا
- دیکھیے
- محمد شاہ تغلق
- محمد حسین :- ۲۵۵
- محمد صالح کبوه :- ۱۱۰
- محمد تقیم ہروی :- ۲۳۶
- محمد کاظم :- ۲۳۵
- محمود (غیاث الدین تغلق کا لڑکا) ۲۶۷
- محمد عادل، سلطان :- ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۹، ۱۴۰
- محمد بادی :- ۱۰۶
- مدن پال :- ۱۷۷
- مریم مکانی (ہمایوں کی بیوی)
- دیکھیے
- حمیدہ بانو بیگم
- مرتضیٰ خاں :- ۲۹، ۱۰۶
- معز الدین، بن ناصر الدین :- ۲۵۹
- معز الدین کیتباد، سلطان :- ۳۹، ۱۸۱، ۲۰۵
- قتلج خاں :- ۱۳۸
- قدسیہ نواب :- ۱۲۶، ۷۲
- قدسیہ نواب :- ۱۱۳
- قطب الدین ایبک :- ۹۲، ۱۳۸، ۱۴۸، ۲۰۵
- ۲۵۱، ۲۲۲
- قطب الدین خلجی :- ۲۵۵، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۷۰
- کمال الدین صدر جہاں :- ۱۳۸
- کورو :- ۹۱
- لارڈ ویلزلی :- ۱۳
- لطف علی خان :- ۷۲
- نانک دیو :- ۱۷۷
- ماہم انگہ
- دیکھیے
- ماہم بیگم
- ماہم بیگم :- ۳۰
- مبارک شاہ، بادشاہ :- ۱۵۵، ۱۵۶
- محمد امین :- ۲۳۵
- محمد خاں :- ۲۵۱

وجیبہ الدین پٹلی :- ۱۳۸

ولایت حسین :- ۲۰۷

ہلاکو خاں :- ۲۲

ہمایوں، نصیر الدین محمد : ۳۹، ۴۰، ۴۲، ۴۳

۹۵، ۱۲، ۱۰۶، ۱۲۳، ۱۵۶، ۱۷۳

۱۷۵، ۱۷۶، ۲۰۶، ۲۲۲، ۲۲۵

بیجی ابن احمد سرہندی :- ۱۶۹

بیجی کاشی :- ۲۰۰

## مقامات

افغان پور کابل :- ۱۵۲، ۱۵۵، ۱۶۹

۱۸۳، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۶۷

آگرہ :- ۶۷، ۱۰۶، ۱۰۹، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۹۷

۲۰۳، ۲۲۱

اجمیر :- ۱۰۵، ۲۲۱

اجین :- ۱۰۵

احمد آباد :- ۲۰۰

استنبول :- ۱۰۳

اکبر آباد

دیچھی

آگرہ

اکبر آبادی محل (شاہجہاں کی بیگم) ۲۰۳

اکبری دروازہ (لال قلعہ) :- ۱۲۵

۲۲۲، ۲۲۵، ۲۳۹

مقظم خاں :- ۱۰۶

مکرمت خاں : ۵۲، ۱۱۱، ۱۹۶، ۲۰۳

منیث (مولانا) :- ۱۰۵

ملایم خاں :- ۹۲

ملک احمد حبیب :- ۱۸۲

مہر النساء بیگم :- ۶۳

مہربان آغا :- ۴۳، ۴۵

میاں بہوا :- ۲۳۱

میران صدر (مبارک شاہ بادشاہ کا وزیر) ۱۵۶

میر علی تبریزی :- ۱۳۲

نادر شاہ :- ۷۱

ناصر الدین (سلطان رضیہ کابھائی) :- ۲۶۳

نظام الدین اولیا :- ۲۵، ۲۶، ۲۹، ۳۰، ۳۳

۱۳۶، ۱۷۰، ۱۸۳، ۱۹۳، ۲۸۸، ۳۳۶

۲۵۱

نوبت خاں، نواب :- ۴۰

نقوی، سید شریف الحسن :- ۱۷

نور النساء :- ۶۳

نیر حکم چند :- ۱۵

والدہ شیخ نظام الدین :- ۱۳۶

وحید قریشی :- ۱۱۰

وحید مرزا محمد :- ۱۶۳

- بارہ پلہ :- ۴۴  
 باغ حیات بخش (لال قلعہ) :- ۵۲، ۱۱۳، ۱۱۴  
 ۲۴۵  
 باغِ ناظر روز افزوں :- ۷۲  
 بجالہ دروازہ :- ۲۵۶  
 باؤلی درگاہ حضرت نظام الدین ۶۲  
 بدایوں :- ۲۵۶، ۱۰۵  
 بغداد :- ۱۰۲، ۱۰۵  
 بنگالہ :- ۱۵۵، ۲۲۱، ۲۲۷  
 بہاری (گاؤں) ۲۱۰  
 بکے منڈل :- ۱۳۶، ۱۳۷  
 بدر چاچی :- ۱۵۲  
 بھوجلہ پہاڑی :- ۱۳۲  
 پاپڑ گھاٹ :- ۷۸  
 پالم (پرگنہ) :- ۱۰۶  
 پالم دروازہ :- ۲۵۶  
 پالم گاؤں :- ۲۵۶  
 پیرانا قلعہ (قلعہ کبہ) ۳۹۱  
 پیل سلیم گڑھ :- ۶۲  
 پٹول :- ۲۲۱  
 تبت :- ۱۰۰  
 تختہ نور (حوض شمسی کے پاس ایک چوترہ جس  
 پر شیخ برہان الدین کا مزار تھا) :- ۱۳۵  
 ترکستان :- ۱۰۰  
 ترکمان دروازہ : ۳۳  
 تسیح خانہ (لال قلعہ) :- ۵۲  
 تعلق آباد :- ۳۰، ۹۲، ۱۵۲، ۱۵۵، ۱۸۳  
 ۲۰۶، ۲۱۹، ۲۲۲، ۲۲۸، ۲۳۱، ۲۵۵  
 ۲۶۷، ۲۵۶  
 کھٹھہ III، ۲۱۲  
 جارج نگر : ۲۱۱  
 جامع مسجد  
 دیکھیے  
 مسجدیں اور جامع مسجدیں  
 جمنہ :- ۳۹، ۹۱، ۹۲، ۹۵، ۹۶، ۹۹، ۱۰۲  
 ۱۱۱، ۱۲۱، ۱۲۳، ۱۲۵، ۱۳۶، ۱۵۱، ۱۵۵  
 ۱۵۶، ۱۶۳، ۱۷۳، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۹۷، ۱۹۸  
 ۲۰۰، ۲۰۵، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۶، ۲۲۱  
 ۲۲۲، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۳۲، ۲۳۹  
 ۲۴۲  
 جود باغ  
 دیکھیے  
 جور باغ  
 جور باغ : ۱۶۰  
 جو سا (قصبہ) ۳۰  
 جون پور :- ۲۱۹، ۲۳۱

جہاں پناہ :- ۲۵۶، ۲۵۵، ۲۵۲

جہاں نما

دیکھیے

جامع مسجد شاہجہاں آباد

جہاں نما (فیروز شاہ کوٹلہ) :- ۲۰۶، ۲۲۲

بیموں :- ۱۱۸، ۲۳۱

بھروکہ خاص و عام (لال قلعہ) ۱۲۲

چاندنی چوک :- ۱۲۶، ۲۰۳، ۲۰۵

چندیری :- ۱۰۵

چین :- ۱۰۰

چبوترہ شیخ برہان الدین بلخی :- ۱۲۵

چبوترہ یاراں :- ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۹۳

چوک اور بازار لال قلعہ :- ۱۲۲

چوک سعد اللہ خاں :- ۲۰۵

چوک فتح پوری :- ۲۰۳

حجاز :- ۳۹

حصار :- ۲۲۱

حصار فیروز :- ۲۱۰

حمام (لال قلعہ) :- ۵۲، ۱۰۱، ۱۱۳، ۲۳۵

حوض (لال قلعے کے) :- ۱۱۶

حوض خاص :- ۱۴۰، ۱۵۵، ۱۴۰، ۱۸۸

۲۲۶، ۲۳۶، ۲۳۳، ۲۳۷، ۲۶۰

حوض شمسی :- ۵۱، ۱۳۳، ۱۳۵، ۱۳۸، ۱۳۹

۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۸، ۱۷۸

۱۹۲، ۱۹۳، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۴۰، ۲۴۳

خاص محل (لال قلعہ) :- ۴۰، ۴۶، ۵۱

## خانقاہیں

خانقاہ سیدی مولیٰ :- ۲۲، ۱۸۲، ۲۲۷

خانقاہ شاہ غلام علی :- ۸۳

خانقاہ شیخ ابوبکر طوسی :- ۱۳۶

خانقاہ شیخ عبدالصمد :- ۱۳۱، ۱۳۵

خانقاہ ملک زین الدین :- ۱۳۳

خانقاہ حضرت شیخ نظام الدین :- ۱۳۶

خراساں :- ۱۰۰، ۲۰۷، ۲۱۱

خضر آباد (پرگنہ) :- ۱۱۰، ۱۹۵، ۱۹۸

۲۱۲، ۲۱۵، ۲۲۱

نظا (شہر) :- ۱۰۰

نواب گاہ (لال قلعہ) :- ۵۲

نوازرم (شہر) :- ۱۰۰

نیر آباد :- ۲۲۱

نیر المنازل :- ۳۹، ۴۰

دار البقا :- ۶۰

دار الشفا (نصف شاہجہاں آبادی جامع مسجد)

۶۰

دار الشفا (فیروز شاہ تغلق) :- ۲۵۲

دیوانِ عام (لال قلعہ) ۱۳۱، ۵۲

دھار (شہر) :- ۱۰۵

رنگ محل (لال قلعہ) :- ۵۲

روم :- ۱۰۰، ۱۰۲

رومتہ الکبریٰ :- ۱۱۱

زابلستان :- ۱۰۰

زنگ (شہر) :- ۱۰۰

سارنگ پور :- ۱۹۱

ساکیت

دیچھے

سکیٹ

سالورہ :- ۲۱۲، ۲۱۵

ستلج :- ۲۲۱

سرائے زمین ملک :- ۲۱۰

سرائے شیخ ابوبکر طوسی :- ۲۱۰

سرائے شیخ ملک یارپال :- ۲۱۰

سفیدول :- ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۹۸

سکیٹ :- ۱۶۰

سلطان پور (گڈھ) :- ۲۱

سلیم گڈھ :- ۶۲، ۹۶، ۱۰۶، ۱۱۲، ۱۴۳

۱۹۶، ۲۲۲

سلیم گڈھ کاپل :- ۱۳۵

شیری :- ۲۰۶، ۲۵۵، ۲۶۰

دارالامارہ :- ۱۸۲

دارالامان :- ۱۸۱، ۲۵۱

دارالعدلی :- ۱۶۳

دارسرا :- ۲۶۸

## درگاہیں

درگاہ چراغ دہلی :- ۳۳

درگاہ خواجہ باقی باللہ :- ۳۳

درگاہ رحیمی

دیچھے

مزارِ سلطانِ رضیہ

درگاہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکلی :- ۱۸، ۲۱

۱۰۲، ۸۳، ۷۲، ۶۷، ۶۴، ۲۵

درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء :- ۳۶، ۵۱

۲۵۱، ۱۳۵، ۸۹

دریا گنج :- ۶۳

دریہ :- ۶۸

دکن :- ۱۰۵

دلی دروازہ :- ۵۲

دلی نو :- ۱۸۲

دین پناہ :- ۳۹، ۹۵، ۱۵۶، ۱۴۳، ۱۴۳

۱۴۵، ۱۴۶، ۶، ۲۲۲۰۰

دیوانِ خاص (لال قلعہ) :- ۵۲

شام :- ۱۰۰

شاہجہاں آباد :- ۱۸ ، ۳۰ ، ۳۳ ، ۳۳ ، ۳۳

۲۳ ، ۳۵ ، ۵۲ ، ۶۴ ، ۶۸ ، ۷۱ ، ۷۲

۷۸ ، ۸۳ ، ۸۹ ، ۹۱ ، ۹۶ ، ۱۰۱ ، ۱۰۲

۱۱۱ ، ۱۹۶ ، ۲۰۰ ، ۲۲۲ ، ۲۲۵

شاہ محل :- ۱۱۳ ، ۱۹۷ ، ۲۳۲

شیرشاہ سوری کا شہر :- ۹۱

شاہ مردال :- ۷۸ ، ۷۱ ، ۸۳

شوقِ حصارِ فیروزہ :- ۲۰۹

شمالی کوہستان :- ۲۲۱

شہرنو (کیلوکھڑی) :- ۱۶۱ ، ۱۸۱ ، ۱۸۲

۲۲۶ ، ۲۲۷ ، ۲۳۹ ، ۲۴۰

شیرشاہ کا شہر :- ۹۵

شیرمنڈل :- ۳۹ ، ۱۵۶

شیش محل (لال قلعہ) :- ۱۱۳

طاس گھڑیاں (یہ گھڑیاں سلطان فیروز شاہ تغلق

نے بنایا تھا) :- ۲۱۱

طلائی برج :- ۱۱۳

عراق :- ۲۰۷

طرب آباد :- ۲۶۳

عربستان :- ۱۰۰

عرب سرائے :- ۲۲

علائی لاٹ :- ۱۶۶ ، ۲۵۹ ، ۲۶۰

عیدگاہ پُرانی :- ۱۳۶

غزنی :- ۲۰ ، ۱۰۵ ، ۱۷۸

غزنی دروازہ :- ۲۵۶

غسل خانہ :- (لال قلعہ)

دیگھے

حمام لال قلعہ

غیاث پور (موضع، بستی حضرت نظام الدین) :-

۱۳۶ ، ۱۸۳ ، ۱۵۱ ، ۱۹۳ ، ۲۳۰

فتح آباد :- ۲۱۰ ، ۲۱۹

فراط :- ۱۱۸

فرغانہ :- ۱۰۲

فرنگ :- ۱۰۰

فرید آباد :- ۲۹

## فصیلیں

فصیل جہاں پناہ :- ۲۵۶

فصیل دین پناہ :- ۱۹۱

فصیل شاہ جہاں آباد :- ۹۹ ، ۲۰۰ ، ۲۰۳

۲۲۵

فصیل سیری :- ۱۶۶ ، ۱۸۳ ، ۲۳۰ ، ۲۳۱

فصیل شہر غیاث الدین بلبن :- ۲۲۶

فورٹ ولیم کالج :- ۱۳

فیروز آباد (فیروز شاہ تغلق کا شہر) :- ۹۵ ، ۱۵۵



قصر معزی :- ۱۵۱

## قلعے

قلعہ آگرہ :- ۱۱۲

قلعہ افغان پور

دیکھیے

افغان پور کامل

قلعہ اندر پت

دیکھیے

پراننا قلعہ

قلعہ تغلق آباد :- ۱۵۲، ۱۸۳، ۲۲۴

۲۶۸، ۲۳۱

قصر معزی (معز الدین کی قباد) :- ۱۵۱

قلعہ دین پناہ

دیکھیے

دین پناہ

قلعہ رائے پھورا :- ۹۲، ۲۰۵، ۲۲۲

قلعہ سیری :- ۱۴۴، ۱۶۳، ۲۲۲

قلعہ شاہ جہاں آباد

دیکھیے

لال قلعہ

قلعہ شیر گڈھ :- ۱۶۳

۱۵۴، ۱۶۳، ۱۷۰، ۱۸۷، ۲۰۶

۲۰۷، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۲۲

۲۲۸، ۲۳۲

کوٹلہ فیروز شاہ :- ۱۷۰، ۲۰۸، ۲۱۲، ۲۱۵

۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۹، ۲۲۲، ۲۳۵

فیروز شاہ کی لاٹ (مینارہ جہاں نما) :- ۹۰

۲۱۲، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸

فیروز شاہ کی لاٹ (کوٹک شکار) :- ۲۱۸، ۲۳۱

فیض آباد :- ۷۸

قاصی واڑہ :- ۷۱

قدم شریف (درگاہ خواجہ باقی باللہ) :- ۳۳

قدم شریف (شاہ مرداں) :- ۷۱

قصر افغان پور

دیکھیے

افغان پور کامل

قصر ہزار ستون

دیکھیے

ہزار ستون

قسطنطنیہ :- ۱۱۱

قطب کی لاٹھ

دیکھیے

قطب مینار

قطب مینار :- ۱۴، ۱۴۲، ۱۴۸، ۲۳۷

گشمیری بازار :- ۷۷  
 کلانور :- ۱۷۰  
 کلوت :- ۲۱۹  
 کوتوالی چبوترہ :- ۱۲۶ ، ۶۷  
 کوشک سیری :- ۹۵ ، ۹۲  
 کوشک شکار :- ۲۱۸ ، ۲۱۵ ، ۲۱۰  
 کوشک لال :- ۱۸۲ ، ۹۲  
 کیلوکھڑی :- ۱۸۱ ، ۱۶۳ ، ۱۰۲ ، ۹۲ ، ۳۹  
 ۲۳۹ ، ۲۲۶ ، ۲۲۵ ، ۲۲۲ ، ۲۰۵  
 کوہ سرسور :- ۲۲۵ ، ۹۹  
 گجرات :- ۱۹۹ ، ۱۹۱ ، ۱۴۳ ، ۱۰۵  
 گلاب باڑی (فیض آباد) :- ۷۸  
 گلال باڑی (لال قلعہ) :- ۴۶  
 گنبد شہر فیروز آباد :- ۲۳۲  
 گنگا :- ۲۲۱ ، ۹۶ ، ۹۱  
 گوالیار :- ۱۷۳  
 لال قلعہ :- ۱۱۱ ، ۹۹ ، ۹۶ ، ۵۳ ، ۵۲  
 ۱۱۲ ، ۱۱۳ ، ۱۱۳ ، ۱۱۳ ، ۱۹۶ ، ۱۹۷ ، ۱۹۸  
 ۱۹۹ ، ۲۰۲ ، ۲۰۳ ، ۲۰۴ ، ۲۲۲ ، ۲۲۵  
 ۲۳۲  
 لال کنواں :- ۳۴  
 لاہور :- ۲۰۳ ، ۱۹۸ ، ۱۱۳ ، ۱۱۳ ، ۱۱۱ ، ۱۱۱  
 لاہوری دروازہ (لال قلعہ) :- ۱۲۵

قلعہ علائی  
 دیکھیے  
 قلعہ سیری  
 قلعہ کیلوکھڑی :- ۲۲۲  
 قلعہ گوالیار :- ۱۷۳  
 قلعہ کہنہ  
 دیکھیے  
 پیرانا قلعہ  
 قلعہ کیلوکھڑی :- ۲۲۷  
 قلعہ لاہور :- ۱۱۲  
 قوتہ الاسلام  
 دیکھیے  
 مسجد قوتہ الاسلام  
 کابل :- ۱۱۱ ، ۱۰۰  
 کاوین (بوضغ) :- ۲۱۰  
 کاشغر :- ۱۰۰  
 کالی مسجد (ترکمان گیٹ) :- ۳۳  
 کتب خانہ ہمایوں  
 دیکھیے  
 شیر منزل  
 کٹھیواڑہ (گاؤں) :- ۲۱۰  
 کٹک نروا :- ۱۲۵  
 کشمیر :- ۱۹۸ ، ۱۳۸ ، ۱۰۰

محلہ موصلی :- ۱۸۱	لڈھیانہ :- ۲۲۱
محلہ ویلی :- ۱۸۱	لراس بزرگ (گاؤں) :- ۲۰۷
محلہ بمینی :- ۱۸۱	لراس خورد (گاؤں) :- ۲۰۷
محمد آباد جالیسر :- ۱۸۸	لہراوت (گاؤں) :- ۲۱۰
مدرسہ نواب شرف الدولہ :- ۶۸	لکھنوتی (بنگال) :- ۱۶۹، ۳۰
مدرسہ اور مسجد ماہم بیگم	مالوہ :- ۱۰۵
دیکھیے	مبارک آباد :- ۱۵۸، ۱۵۶، ۱۵۵، ۹۰
خیر المنازل	مجلس خسانہ شاہ مرداں :- ۱۱۹، ۸۳، ۷۲
	محل کیلوکھڑی :- ۲۳۹، ۱۸۱

## محلّے

مرزغن : ۲۰۵، ۱۹۲	محلہ اتابکی :- ۱۸۱
محل پورہ (موجودہ بستی منڈی سے آگے :-	محلہ چنگیزی :- ۱۸۱
۸۹	محلہ خطائی :- ۱۸۱
محل پورہ (بستی حضرت نظام الدین :- ۱۸۳	محلہ خوارزم شاہی :- ۱۸۱
	محلہ روی :- ۱۸۱
<u>مزار اور مقبرے</u>	محلہ سنقری :- ۱۸۱
مقبرہ آنگہ خاں :- ۳۰	محلہ سمرقندی :- ۱۸۱
مقبرہ ادین دہلوی :- ۱۳۰	محلہ سنجری :- ۱۸۱
مقبرہ اکبر شاہ ثانی :- ۹۰	محلہ عباسی :- ۱۸۱
مقبرہ شیخ امجد دہلوی :- ۱۹۲	محلہ علوی :- ۱۸۱
مقبرہ امیر خسرو :- ۱۵۱، ۱۳۳	محلہ غوری :- ۱۸۱
مزار بانئ کوکل دی :- ۶۲	محلہ کاشغری :- ۱۸۱

مقبرہ سید نور الدین مبارک غزنوی؟۔ ۱۳۳  
مزار شاہ جہاں ثانی، شمس الدین رفیع الدولہ۔

۶۷

مزار شاہ سرمد؟۔ ۲۳۳

مقبرہ شاہ عالم بادشاہ ۸۳، ۹۰

مزار ۱۳۱، ۱۳۲

مزار مولانا شعب۔ ۱۳۳

مقبرہ شمس الدین التمش۔ ۲۳۸

مقبرہ شیخ جمالی؟۔ ۳۳، ۱۳۳

مقبرہ شیخ زین الدین؟۔ ۱۳۱

مقبرہ شیخ سلیمان؟۔ ۱۳۲

مقبرہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی؟۔ ۵۱

مزار شیخ عبدالحق حیاتی؟۔ ۱۳۴

مزار شیخ صدر الدین حکیم۔ ۱۳۰

مقبرہ صفدر جنگ ۷۸

مزار عبدالاول۔ ۱۴۵

مزار عبدالعزیز شیخ بن حسن طاہر ۱۳۵

مزار عبدالقادر۔ ۱۳۰

مقبرہ علاؤ الدین خلجی۔ ۲۳۸

مزار علاؤ الدین بن شیخ نور الدین ابودھنی۔

۱۳۴

مزار علاؤ الدین کرمانی: ۲۶۳

مقبرہ غیاث الدین بلبن۔ ۲۳۹، ۲۶۷

مقبرہ بہادر شاہ اول: ۶۳

مقبرہ بی بی اولیا: ۱۴۷

مقبرہ بی بی زلیخا:۔ ۱۴۶

مقبرہ بی بی سارہ؟۔ ۱۴۶

مقبرہ بی بی فاطمہ سام:۔ ۱۴۶

مقبرہ تاج ملک کانوری:۔ ۲۵۱

مقبرہ مزار منظر جان جاناں؟۔ ۸۳

مقبرہ جلال الدین خلجی:۔ ۲۳۸

مقبرہ جہاں آرا بیگم:۔ ۵۱

مقبرہ چراغ دہلی؟۔ ۱۳۶، ۱۳۱

مقبرہ شیخ حسن بودلہ؟۔ ۱۴۶

مقبرہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی؟: ۲۲، ۲۵

۱۳۵، ۱۳۷، ۱۳۰، ۱۴۲، ۱۴۶

۲۶۳

مزار داراشکوہ:۔ ۱۹۵، ۲۳۳

مقبرہ سلطانہ رضیہ:۔ ۱۸، ۲۱۰، ۲۳۶

مزار رفیع الدرجات:۔ ۶۴

مزار زینت النساء بیگم:۔ ۶۳

مقبرہ سلطان قطب الدین خلجی: ۲۶۷، ۲۶۹

مقبرہ سلطان معز الدین:۔ ۲۳۸

مقبرہ سکندر شاہ بن ناصر الدین محمد شاہ:۔ ۱۸۸

مزار میر سید ابراہیم:۔ ۱۳۴

مقبرہ سید جلال بخاری:۔ ۵۲

۲۰۶، ۲۲۲، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۵

مزار یوسف سید جمال الحسینی :- ۱۴۰

مزار یوسف قتال :- ۱۴۳

## مسجدیں اور جامع مسجدیں

جامع مسجد (شاہ جہاں آباد) ۳۳، ۳۴، ۵۴

۶۱، ۱۰۱، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۲۰۴

۲۳۳

جامع مسجد :- (پیرانا قلعہ) ۳۹

جامع مسجد فیروز آباد (فیروز شاہ کوٹلہ) :- ۱۸۷، ۲۳۲

۲۱۷

زینت المساجد :- ۶۳

سنہری مسجد (چوترہ کوتوالی) ۶۷، ۲۰۵

شرف الدولہ کی مسجد :- ۶۸

فخر المساجد :- ۷۷

مسجد اندر پرست :- ۲۱۱

مسجد حوض خاص :- ۱۷۰

مسجد خان جہاں :- ۲۱۱

مسجد قطب الاقطاب (خواجہ قطب الدین بختیار کاکی)

۲۲، ۶۳، ۸۳

مسجد روشن الدولہ چاندنی چوک

دیکھیے

سنہری مسجد

مزار فخر الدین، مولانا :- ۸۳

مزار فرید الدین :- ۱۳۷

مزار قاضی حمید الدین ناگوری :- ۱۳۴، ۲۵

مزار شاہ محمد آفاق :- ۸۹

مزار محمد شاہ :- ۷۷

مقبرہ محمد شاہ تغلق :- ۲۳۳

مزار مرزا جہانگیر شہزادہ :- ۸۹

مقبرہ مرزا نجف خاں :- ۸۳

مزار مسعود بک :- ۱۴۱

مقبرہ معز الدین سام :- ۲۴۷

مقبرہ ملک زین الدین :- ۱۴۳

مزار مولانا بختی :- ۱۴۵

مقبرہ مولانا سماع الدین :- ۱۴۱

مزار سلطان ناصر الدین محمد شاہ :- ۱۸۸

مزار نظام الدین اولیا؟

دیکھیے

درگاہ نظام الدین؟

نظام الدین اولیا کا مزار :- ۲۹، ۷۷، ۱۰۵

۱۳۹، ۱۴۴، ۱۵۱

مقبرہ نور الدین :- ۱۳۶

مقبرہ نور الدین کرمانی :- ۲۶۳

مزار وزیر الدین :- ۱۴۳

مقبرہ ہمایوں بادشاہ :- ۳۹، ۱۰۲، ۱۵۶، ۱۹۵

دیکھیے	مسجد روشن الدولہ دریا گنج :- ۲۰۵، ۱۶۸
فیروز شاہ کی لاٹ	مسجد سیری :- ۲۶۰
مینارہ زریں	مسجد شاہ مرداں : ۲۴۲
دیکھیے	مسجد شیر شاہ سوری : ۱۶۳
فیروز شاہ کی لاٹ	مسجد فتح پوری :- ۱۲۹، ۱۲۶
مینارہ شمسی	مسجد قوۃ الاسلام :- ۱۳۸، ۱۶۵، ۱۷۸، ۲۵۹
دیکھیے	مسجد کوشک شکار :- ۲۱۱
قطب مینار	مسجد معز الدین سام : ۲۴۷
مینارہ معز الدین سام	مسجد ملک بحر شجہہ نتھی :- ۲۱۱
دیکھیے	مسجد ملک نظام الملک :- ۲۱۱
قطب مینار	مسجد موٹھ :- ۲۳۲، ۲۳۱
	موتی مسجد (لال قلعہ) :- ۶۲، ۴۴
	موتی مسجد (درگاہ خواجہ قطب الدین) :- ۶۳

مندوی دروازہ :- ۲۵۶	۲۶۹	معبر (مقام)
میرٹھ : ۲۱۲		مغول پور :- ۲۴۰
مہرولہ (گاؤں) :- ۲۱۰		مغل پور :- ۱۵۱
نجیب دروازہ :- ۲۵۶		مکرانہ :- ۱۱۸
نخاس دروازہ :- ۱۴۶		ملتان :- ۱۰۵
نقار خانہ (شاہ مرداں ۸۹)		ملک پور :- ۲۱۸
دوسرا نقار خانہ لال قلعہ :- ۵۲		ملوک :- ۲۱۹
نور گڑھ		منجمور :- ۱۷۰
دیکھیے		مینارہ جہاں نما

- سلیم گڑھ  
 نویرہ (موضوع) :- ۲۱۲، ۲۱۶، ۲۱۷  
 نیر شہاب (شہاب نہر) ۱۹۸  
 نیر الف خانی (کرنال) :- ۲۰۲  
 نیر بصرہ :- ۱۲۵  
 نیر بہشت :- ۲۹، ۱۱۴، ۱۱۸، ۱۲۵، ۱۹۸  
 نیر دئی (فیروز شاہ تغلق کی بنائی ہوئی) :- ۱۹۸  
 ۲۲۵، ۲۰۹  
 نیر حبیب :- ۲۰۹  
 نیلی چھتری (لال قلعے کے پاس) :- ۳۰، ۳۳  
 بلندیلو :- ۱۰۰  
 ہاتھیوں کے محسمے (لال قلعہ) ۱۲۳  
 ہزار ستون (محمد آباد اور عادل آباد) :- ۳۳  
 ۱۸۳، ۹۵  
 ہزار ستون (محمد شاہ تغلق کا بنایا ہوا قصر) :-  
 ۲۲۲، ۲۲۴، ۲۶۸، ۲۶۹  
 ہارتی کھیر :- ۲۱۹  
 ہفت پل :- ۱۳۹، ۱۴۳  
 ہستنا پور :- ۹۱  
 ہندوستان :- ۱۰، ۱۶۳  
 یمن :- ۱۰  
**کتابیں**  
 آثار القنادید : ۱۶
- اخبار الاخیار :- ۱۳۴، ۱۴۶  
 تاریخ داؤدی :- ۱۶۰  
 تاریخ شاہی : ۱۷۳  
 تاریخ فرشتہ :- (جلد اول) ۱۷۷  
 تاریخ فرشتہ (جلد دوم) :- ۱۹۲  
 تاریخ فیروز شاہی (برنی) :- ۱۳۸، ۱۸۷  
 ۱۸۸، ۲۰۷، ۲۳۱  
 تاریخ مبارک شاہی :- ۱۶۹  
 توڑک جہانگیری :- ۱۰۶  
 خزائن الفتوح :- ۱۶۴  
 خلاصۃ التواریخ :- ۹۱  
 سیر الاولیا :- ۱۴۶  
 سیر المتاخرین (جلد اول) :- ۲۲۱  
 سیر المتاخرین (جلد سوم) :- ۲۳۵  
 طبقات اکبری :- ۲۳۶، ۲۴۲  
 ظفر نامہ : ۲۴۴  
 عالمگیر نامہ : ۲۴۵  
 عجائب الاسفار :- ۲۵۵  
 عمل صلح :- ۱۱۰، ۱۱۴  
 فتوحات فیروز شاہی :- ۲۴۲، ۲۴۶  
 قانون ہمالیونی : ۱۷۴  
 قرآن السعدین (امیر خسرو کی مثنوی) :- ۹۲  
 ۱۹۳، ۲۲۲

مآثر الامراء (جلد اول) : ۱۹۵

مفتاح التواريخ :- ۱۱۸

منتخب التواريخ :- ۱۳۸

